not found.

فہرس

- حرف اول 12
- عرض حال از مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری رحمہ اللہ 16
- مقدمہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ 18
- پہلا دور: 22
- مرکز ملت: 23
- دوسرا دور: 23
- تیسرا دور: 24
- امام محمد بن اسماعیل البخاری: 24
- ایک معیار: 27
- درشانِ صحیح بخاری از مولانا محمد یوسف شمس 31
- تمہیدی کلمات: 32
- کتاب کے مآخذ: 34
- مقام تشکر: 35
- کتاب ہذا کی ترتیب: 36
- اسناد و روایت 39
- جرح وتعدیل کے اصول: 41
- تعدیل وتوثیق ظنی امورنہیں ہیں: 42
- راوی حدیث کا ضبط وحفظ: 45

not found.

- امام بخاری کا التزام: ... 45
- اعتبار خبر واحد: ... 47
- رواۃِ صحیح بخاری ... 50
- امام بخاری کی معرفتِ رواۃ وعلل احادیث: ... 50
- امام بخاریؒ اور حفظِ حدیث ... 54
- اعلام: ... 56
- امام بخاریؒ کے انتخاب پر ائمہ حدیث کا اطمینان: ... 59
- انتباہ: ... 61
- امام بخاریؒ کا اخذِ حدیث میں کمال احتیاط: ... 61
- امام بخاری کا طلبِ حدیث و اسفار: ... 62
- مدح صحیح بخاری بحیثیت خوبی تصنیف: ... 63
- تصنیف صحیح بخاری کے وقت عمر شریف: ... 65
- افادہ: ... 66
- نظر انصاف: ... 66
- مدّتِ تصنیف: ... 66
- مقام تصنیف: ... 67
- تنقیح وتہذیبِ صحیح بخاری: ... 69
- تصنیف صحیح بخاری میں نماز دعائے استخارہ وغیرہ کا مقدس اہتمام: ... 71
- افادہ: ... 72
- کمالِ تنقیح وتہذیب: ... 74
- سبب تصنیف: ... 75

not found.

- صحیح بخاری کی صحت پر مہر نبوت:.. 75
- اعلام:.. 76
- سات ہزار حدیث کی صحت پر غلط توہّم:.. 77
- خلاصہ بحث:.. 79
- ایک لطیفہ:.. 79
- صحیح بخاری کی صحت پر امام بخاریؒ کا بیان:.................................. 80
- مقام غور:.. 81
- ازالۂ وہم:.. 82
- صحّتِ بخاری پر اجماع امت:... 83
- ۱،۲،۳۔امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین اور امیر المحدثین علی بن مدینیؒ:.... 83
- ۴۔امام عقیلیؒ:.. 84
- افادہ:.. 84
- ۵۔دیگر مشائخ عصر:.. 84
- ۶۔امام دارقطنیؒ:.. 85
- ۷۔امام حاکم نیساپوریؒ:... 85
- ۸۔امام نسائیؒ:.. 86
- ۹۔امام ابوالفتح عجلیؒ:.. 86
- ۱۰۔امام فضل بن اسماعیل جرجانیؒ:.. 86
- ۱۱۔امام بلقینیؒ:.. 87
- ۱۲۔حافظ ابن الصلاحؒ:... 88
- ۱۳۔ابواسحاق اسفرائنیؒ:.. 88

not found.

- ۱۴۔ امام الحرمین ؒ: 88
- ۱۵۔ امام نووی ؒ: 88
- ۱۶۔ امام ابو الفلاح حنبلی ؒ: 89
- ۱۷۔ ابو الفتح قشیری ؒ: 89
- ۱۸۔ امام ابو عبداللہ الحمیدی ؒ: 89
- ۱۹۔ حافظ ابو نصر سجزی ؒ: 90
- ۲۰۔ امام شمس الدین کرمانی ؒ: 90
- ۲۱۔ علاقہ قسطلانی ؒ: 90
- ۲۲۔ حافظ ابن حجر ؒ: 91
- ۲۳۔ حافظ ابن کثیر ؒ: 91
- ۲۴۔ علامہ عینی ؒ: 91
- ۲۵۔ امام نووی ؒ: 92
- ۲۶۔ حافظ سخاوی ؒ: 92
- ۲۷۔ امام ابن تیمیہ ؒ: 93
- ۲۸۔ حافظ ابن کثیر ؒ : 93
- ۲۹۔ حافظ ابو الفلاح حنبلی ؒ: 93
- ۳۰۔ حافظ ذہبی ؒ: 94
- ۳۱۔ علامہ محمد بن ابراہیم الیمانی ؒ: 94
- ۳۲۔ علامہ جزائری ؒ: 94
- ۳۳۔ علامہ محمد معین سندھی ؒ: 95
- ۳۴۔ سید شریف جرجانی ؒ: 95
- ۳۵۔ علامہ یافعی ؒ: 95

- ۳۶۔نواب صدیق الحسن رحمہ اللہ:.. 96
- ۳۷۔امام محمد بن جعفر کتانی رحمہ اللہ:.. 96
- ۳۸۔حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ :.. 96
- ۳۹۔حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ:.. 97
- ۴۰۔مولانا نورالحق بخاری رحمہ اللہ:.. 97
- ۴۱۔شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ:.. 97
- ۴۲۔نواب صدیق الحسن خان صاحب رحمہ اللہ:.. 98
- ۴۳۔علامہ عبدالحی فرنگی محلّی لکھنوی رحمہ اللہ:.. 98
- ۴۴۔مولانا احمد علی سہارنپوری رحمہ اللہ:.. 98
- ۴۵۔مولانا انورشاہ صاحب دیوبندی رحمہ اللہ:.. 99
- ۴۶۔مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری رحمہ اللہ :.. 99
- ۴۷۔علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ:.. 99
- ۴۸۔علامہ احمد محمد شاکر:.. 100
- اجماع علی الصحت پر ایک شبہ اور اس کا جواب:.. 100
- بخاری ومسلم کی احادیث پر علماء سلف ومعاصرین کا اتفاق:.. 101
- افادہ:.. 104
- تلقی بالقبول:.. 105
- افادہ:.. 110
- N:.. 114
- اعلام:.. 114
- افادہ:.. 114
- خلاصہ مباحث:.. 115

not found.

- صحیح بخاری ومسلم کی منفرد روایات:..................................116
- افادہ:..................................118
- الحاصل:..................................120
- افادہ:..................................120
- امام الحرمین ﷫:..................................120
- امام بلقینی ﷫:..................................120
- امام ابو اسحاق اسفرائنی ﷫:..................................121
- ابو اسحاق شیرازی ﷫:..................................121
- روایت بالمعنی اور التزام صحت:..................................122
- قلتِ وسائط اور صحتِ حدیث:..................................126
- افادہ:..................................127
- اتصالِ روایت وکمالِ صحت:..................................128

..................................8

- افادہ:..................................129
- خلاصہ مباحث:..................................130
- معلقاتِ بخاری:..................................131
- اعلام:..................................132
- انجبار ضعف کی مثال:..................................133
- افادہ:..................................134
- متابعاتِ بخاری:..................................135
- احادیثِ متابعات:..................................137

not found.

- مسنداتِ بخاری:.. 138
- چند امثلہ:.. 141
- افادہ:... 142
- جرح وتعدیل سے متعلق چند اصولی باتیں:.. 143
- جرح مفسر:.. 144
- جرح غیر مفسر پر تعدیل مقدم ہے:.. 144
- رواۃ بخاری پر جرح غیر مفسر نا معتبر ہے:.. 145
- چند امثلہ:.. 145
- رنجش وخفگی کے سبب جروح مردود ہیں:.. 147
- رواۃِ بخاری سے انقطاعِ سند کا اعتراض مدفوع ہے:................................... 149
- ایک بڑی قوی شہادت:.. 151
- تغیر حافظہ کی جرح رواۃ بخاری سے مدفوع ہے:...................................... 152
- رواۃ بخاری سے اہل بدعت کی جرح مدفوع ہے:.. 153
- اشتراک اسماء سے رواۃ بخاری پر جرح فاسد و باطل ہے:.............................. 154
- رواۃِ بخاری کے علی الاطلاق ضعیف ہونے کی جرح باطل ہے:.......................... 156
- چند امثلہ:.. 156
- الحاصل:.. 157
- انتباہ:.. 159
- مسندات بخاری پر شبہات اور ان کے جوابات:... 160
- اجمالی جواب:... 160
- حافظ ابن حجر ﷫ کا فیصلہ:.. 161
- اندفاع جرح کی مثالیں:.. 162

not found.

- اہل علم سے تسامح:........................ 165
- مقام عدل وانصاف:........................ 168
- اعلام:........................ 173
- افادہ:........................ 173
- امام بخاری کی معرفت حدیث میں افضلیت:........................ 174
- نقد حدیث ائمہ حدیث کا فن ہے........................ 178
- تنقید وتحقیق کا منصب:........................ 180
- قولِ محدّث قول فیصل ہے:........................ 184
- ناقدین فن حدیث:........................ 186
- ائمہ جرح ونقد:........................ 187
- متاخرین محدثین کا منصب اور امام علائی کا فیصلہ:........................ 188
- افادہ:........................ 190
- محدث ابو حاتم رحمہ اللہ کا ارشاد گرامی:........................ 190
- محدثین کا فیصلہ معیار صحت ہے:........................ 191
- ازالۂ وہم:........................ 193
- افادہ:........................ 193
- امام نووی رحمہ اللہ کا فیصلہ:........................ 194
- وسعت نظر وکمال معرفت وکثرت تصانیف مفیدہ:........................ 195
- امام بخاری رحمہ اللہ کی وسعتِ نظر:........................ 196
- حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا فیصلہ:........................ 200
- محدثین پر بے اعتباری کے نقصانات:........................ 202
- قبول احادیث کے لیے مقام درایت:........................ 205

- مقام درایت:..206
- عقل کا حال:..207
- معجزات انبیاء:..208
- عقل معیار نہیں ہے:..209
- اصول درایت:..213
- درایت الحدیث کی ایک مثال:..213
- ایک واقعہ:..215
- درایتِ حدیث میں امام بخاری کا مقام:..217
- امام بخاریؒ کی درایت وفقاہت پر شہادتیں:..218
- امام بخاریؒ بحیثیت محقق ومجتہد:..225
- صحیح بخاری کی تخفیف وتوہین کی سزا:..227
- مولانا مودودی سے ایک گزارش :..230
- امام بخاریؒ کے اخلاق وشمائل کے کچھ جلوے:..231
- امام بخاریؒ کی مقبولیت عامہ:..233
- امام بخاریؒ کا سالِ وفات:..235
- جامع صحیح بخاری کی برکات:..235
- اعلام:..238
- انتباہ:..238
- افادہ:..239
- امام بخاریؒ کا زہد وتقویٰ وعبادت:..239

not found.

not found.

حرف اول

حدیث نبوی کے ذخائر میں صحیح بخاری کو اولین مقام حاصل ہے اور اس کی اُصحیت اور احادیث کی قطعیت پر امت مسلمہ کا اجماع ہے، امام بخاری ؒ نے جب اسے تالیف کرنے کے بعد اپنے اساتذہ اور ائمہ معاصرین کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے صحیح بخاری کی احادیث کا جائزہ لینے کے بعد اس کی صحت کا اقرار کیا اور احادیث کی تصحیح و تنقیح میں امام بخاری ؒ کے صنیع اور اسلوب کی تائید و تصدیق کی۔ بعد ازاں مختلف ادوار میں ائمہ محدثین نے اپنے پیشرو ائمہ حدیث کی طرح صحیح بخاری کی احادیث جانچنے، پرکھنے اور تحقیق و تفتیش کرنے کے بعد ان کی صحت کا اعتراف کیا اور بالآخر اسے تمام کتبِ حدیث پر باعتبار صحت فوقیت اور برتری حاصل ہوئی۔

لیکن کچھ عناصر امت مسلمہ کے اس اجماعی عقیدہ و نظریہ کے برعکس صحیح بخاری کو وہ مقام دینے کے لیے تیار نہیں جو امت مسلمہ کے نزدیک اسے حاصل ہے، چنانچہ وہ طرح طرح کی دست درازیوں سے اس کا یہ مقام و مرتبہ مجروح کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، تاکہ لوگوں کے اذہان و قلوب سے اس کی عظمت و رفعت کو مٹایا جا سکے، لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ صحیح بخاری پر جس قدر اعتراضات کیے جاتے ہیں، نت نئے طریقوں سے اسے ہدف تنقید بنایا جاتا ہے، علمائے حدیث کے دفاع کی بدولت اس کی افادیت اور عظمت اور زیادہ نکھر کر سامنے آتی ہے۔

زیر نظر کتاب بھی صحیح بخاری کے دفاع اور اس کی عظمت و رفعت اجاگر کرنے ہی کی ایک کاوش ہے، جسے مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری ؒ نے نہایت تحقیقی اسلوب اور قدیم و جدید مصادر کی روشنی میں لکھا ہے، مولانا جھنڈانگری ؒ اس کتاب کا پس منظر بیان کرتے

not found.

ہوئے فرماتے ہیں:

’’فتنہ انکار حدیث کے اس پرآشوب دور میں جماعت اسلامی کے سب سے بڑے لیڈر مولانا مودودی کی ایک تقریر ان کی جیل سے آزادی اور رہائی کے معاً بعد ایسی ہوئی کہ منکرین حدیث کو اس سے بڑی تقویت پہنچی، جس طرح منکرین حدیث احادیث نبویہ کی صحت کو مشتبہ و مشکوک اور ناقابل اطمینان بتلاتے ہیں، اور اسے بزعم خود دوصدی بعد کی تصنیف و تدوین سمجھ کر ناقابل اعتبار ٹھہراتے ہیں، اسی طرح مودودی صاحب کے نزدیک صحاح ستہ بلکہ بخاری کی صحت بھی (خدانخواستہ) مستند و قابل اعتبار نہیں۔ فکلاھما سیان!

پس ان حالات و مقتضیات کی موجودگی میں بڑی ضرورت تھی کہ فتنہ انکار حدیث خصوصاً انکارِ صحتِ بخاری کے خلاف علمی و تاریخی مواد کے ساتھ تحقیقی مضامین و مقالات کی اشاعت کا ایک وسیع ترین سلسلہ قائم رکھا جاتا، تاکہ ناواقف مسلمانوں کی جماعت اور روشن خیالوں کا گروہ اس گمراہی اور دجل و فریب کی دلدل سے باہر نکل کر اطاعتِ خدا اور اطاعتِ رسول ﷺ پر قائم رہ سکے۔

ادارہ الہدیٰ احمدیہ سلفیہ نے انہی خیالات کے تحت ’’بخاری نمبر‘‘ نکالنے کا اعلان کیا، الہدیٰ کے مدیر مولانا آزاد رحمانی املوی کی استدعا پر میں نے صحیح بخاری کے سلسلہ میں ایک مقالہ لکھا، جو الہدیٰ کے ’’بخاری نمبر‘‘ میں ۴۶ صفحات پر شائع ہوا۔ اب ضروری تنقیح وتہذیب اور بیشتر مواد و معلومات کے اضافہ و الحاق کے بعد اس مقالہ کو میں نے "نصرة الباري" کے نام سے کتاب کی شکل میں مرتب کیا ہے۔‘‘ (نصرۃ الباری: ۱۸)

مولانا جھنڈانگری رحمہ اللہ نے اس کتاب میں صحیح بخاری کی شروط، احادیث کی صحت و قطعیت، مسندات، معلقات، متابعات و شواہد اور طریقہ تصنیف کے متعلق بیش قیمت معلومات نہایت احسن انداز اور خوبصورت ترتیب کے ساتھ درج کی ہیں۔

علاوہ ازیں اس کتاب میں صحیح بخاری کی شہرت و مقبولیت، امت مسلمہ کا اجماع و

اتفاق اور مخالفانہ شکوک وشبہات کی تردید میں نہایت تحقیقی مباحث درج کیے گئے ہیں۔

نیز امام بخاریؒ کے فضائل ومناقب، فقاہت واجتہاد اور علم حدیث میں امامت وسیادت کی خوب وضاحت کی گئی ہے۔ بنا بریں یہ صحیح بخاری اور امام بخاریؒ کے متعلق اختصار کے باوجود ایک جامع کتاب ہے، جس میں تمام مباحث کو تحقیقی اسلوب اور انتہائی مرتب انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

طباعتی خصوصیات:

۱۔ یہ کتاب، جیسا کہ مولانا جھنڈانگریؒ نے ذکر کیا ہے، ابتدائی طور ماہنامہ ''الہدیٰ'' انڈیا کے ''بخاری نمبر'' (مارچ ۱۹۵۶ء) میں شائع ہوئی۔

۲۔ بعد ازاں مزید حک واضافہ اور تنقیح وتحقیق کے ساتھ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۵۸ء میں دہلی سے شائع ہوا۔

۳۔ مؤلفؒ کی نظر ثانی اور اضافہ جات کے ساتھ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۱ء میں شعبہ نشرواشاعت جامعہ سراج العلوم السّلفیہ جھنڈانگر نیپال کی طرف سے شائع ہوا۔

۴۔ اور اس کتاب کا تیسرا ایڈیشن محترم جناب ضیاء اللہ کھوکھر صاحب کی زیرنگرانی ۱۹۸۲ء میں ندوۃ المحدثین گوجرانوالہ کی جانب سے اشاعت پذیر ہوا۔

اب قارئین کرام کی خدمت میں اس کتاب کا چوتھا ایڈیشن پیش کیا جا رہا ہے، جو مندرجہ ذیل خصوصیات کا حامل ہے:

۱۔ آیات کی نشاندہی: مؤلفؒ نے قرآنی آیات لکھنے کے بعد سورت کا نام لکھنے ہی پر اکتفا کیا تھا، ہم نے کتاب کے اندر ہی بریکٹ میں سورت کا نام لکھنے کے بعد آیت نمبر کا بھی اضافہ کر دیا ہے۔

۲۔ احادیث کی تخریج وتحقیق۔

۳۔ مؤلفؒ نے آثار اور ائمہ سلف کے اقوال لکھنے کے بعد حوالہ جات کا خصوصی

اہتمام کیا تھا، تاہم بعض مقامات پر حوالہ جات نہیں لکھے گئے تھے، جن کا حواشی میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔

۴۔ کتاب میں منقولہ عبارات اور اقتباسات کا اصل مراجع ومصادر سے تقابل کیا گیا ہے۔

۵۔ ہم نے کتاب کے موجودہ ایڈیشن میں اس کی دوسری طباعت کو مدنظر رکھتے ہوئے متن کی تصحیح وتحقیق کی ہے، کیونکہ مولانا جھنڈانگری﷫ نے دوسری طباعت میں نظر ثانی کے بعد بعض مباحث میں حک واضافہ کیا تھا۔

٦۔ کتاب کے پہلے پاکستانی ایڈیشن میں کئی اغلاط اور تصحیفات موجود تھیں، ہم نے کتاب کے دوسرے ایڈیشن اور اصل مراجع ومصادر کو سامنے رکھتے ہوئے ان کی اصلاح کر دی ہے۔

ہم نے اس اپنی حد تک انتہائی کوشش اور محنت سے اس کتاب کو مؤلف کی منشا اور اسلوب کے مطابق خوب سے خوب تر بنانے کی کوشش کی ہے، قارئین سے استدعا ہے کہ اگر اس میں کوئی خوبی دیکھیں تو ہمارے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس حقیر سی کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے، اور اگر انہیں کوئی خامی وکوتاہی نظر آئے تو ہماری رہنمائی فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جا سکے۔

وآخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین وصلی اللّٰہ وسلم علی خیر خلقه محمد وعلیٰ آله وصحبه وسلم.

شاهد محمود

۲۷ شعبان ۱۴۳۰ھ بمطابق ۱۹ اگست ۲۰۰۹ء

not found.

عرض حال

یہ رسالہ جو آپ کے پیش نظر ہے، پہلے ایک مقالہ تھا، جسے مولانا آزاد رحمانی املوی مدیر الہدیٰ کی فرمائش پر میں نے ''الہدیٰ'' کے بخاری نمبر کے لیے ۱۹۵۵ء کے اوائل میں لکھا تھا، اسے دیکھ کر محبّ گرامی مولانا محمد داود صاحب راز خطیب بمبئی اور حضرت العلام حضرت مولانا اسماعیل صاحب گوجرانوالہ نے بصورت رسالہ شائع کرنے کے لیے مجھے متوجہ فرمایا اور مزید یہ بھی لکھا کہ ہمارے حالات مساعد ہوتے تو اسے ہم خود اپنے یہاں سے شائع کر دیتے۔

بنا بریں خیال ہوا کہ مزید معلومات و اضافہ کے بعد اسے رسالہ کی شکل دی جائے، اس سلسلے میں تین برس کا زمانہ مزید صرف کیا اور مئو، دہلی، بھمڑی (ملحقات بمبئی) کے کتب خانوں سے استفادہ کیا اور حاصل کردہ مواد و معلومات کو ترتیب دینے کی وادی پرخار سے گزرنا پڑا اور بعد الترتیب ان میں تنقیح وتہذیب ہوئی تو کئی مسوّدے حذف و اسقاط و اضافہ والحاق کے سبب ردّی میں جانے کے قابل ہوگئے۔ حافظ ابن الصلاح کے اس قیمتی مشورے کے مطابق کہ ہر وہ مسوّدہ جسے برسر عام لانا مقصود ہو، اس میں کامل تنقیح وتہذیب مکرّر سہ کرر نظر کرنا لازم ہے۔ (کما قاله في مقدمته)

میں نے اپنی حد تک ترتیب وتہذیب میں پوری سعی کی ہے اور اسی وجہ سے کئی مسودوں کو نظر انداز بھی کرنا پڑا ہے۔ سب سے آخر میں جو مسودہ تیار ہوا اسے میں نے اپنے بزرگ بھائی نخبۃ الاقران فخر الاماثل حضرت مولانا اسماعیل صاحب گوجرانوالہ کی خدمت میں بھیجا اور ان سے اس پر ایک مقدمہ لکھنے کی درخواست کی اور مسودے کو بھی ایک

not found.

نظر دیکھ لیں۔ مولانا کا میں بڑا شکر گزار ہوں کہ آپ نے کثیر مشاغل کے باوجود ایک بہترین مقدمہ لکھا اور پورے مسودے کو بھی دیکھ ڈالا اور پسند فرما کر بلا ترمیم واپس کر دیا، البتہ آپ نے خبر واحد اور جرح وتعدیل کی بحثوں میں اختصار کا خاص طور پر مشورہ دیا، میں نے ان مباحث کو انتہائی مختصر کر دیا، بنیادی عبارتوں کو لکھ کر باقی کتب کے صرف حوالے دے دیئے، ہر جگہ نص عبارت نہیں لکھی، لیکن جہاں زیادہ سے زیادہ ائمہ سلف کی تصریحات ونصوص کی نقل کی ضرورت داعی تھی، وہاں میں نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔

اپنے عزیز دوست حافظ عبدالکریم صاحب خطیب مرول (بمبئی) کے بھی بعض مشوروں سے میں نے فائدہ اٹھایا اور مسودہ کی ترتیب ان کے خاص ذوق کے مطابق کر دی، جو اب میرے نزدیک بھی پہلے سے احسن ہے۔ اسی طرح اپنے عزیز بھائی مولانا مجاز اعظمی مدیر ترجمان کا بھی شکر گزار ہوں کہ تحسین عبارت وحسن صورت اور رسالہ کی کتابت وطباعت اور پروف وکاپیوں کی نگرانی آپ کے عطوفات کا نتیجہ ہے۔ فجزاهم الله بأحسن الجزاء عن ملة محمد صلى الله عليه وسلم۔

آخر میں خداوند کریم سے دعا ہے کہ وہ اس ناچیز محنت کو قبول فرما کر اس کے ثواب سے میرے مرحوم والدین کو فیض یاب کرے اور ان کے مراتب و درجات آخرت میں بلند فرمائے۔ رب ارحمهما كما ربياني صغيراً

عبدالرؤف رحمانی عفی عنہ

ناظم جامعہ سراج العلوم السّلفیہ

۱۹۵۸ء

مُقدمہ

الحمد لله العلي العظيم، والصلوة والسلام الأتمان على نبيه الكريم، خاتم الأنبياء الهادي إلى المنهج القويم، وعلى أتباعه السادة الغرر الهداة إلى الصراط المستقيم، وآله وأصحابه الكبائر العظام الذين كل منهم قائد وزعيم.

عرف میں حدیث کا لفظ قرآن عزیز اور آثار نبویہ پر بولا گیا ہے، آنخضرت ﷺ کے ارشادات اور افعال و اجتہادات اور خاموشیاں آثار میں شامل ہیں، مسائل کے استنباط و استخراج میں ان آثار کو اساسی حیثیت حاصل تھی اور ہے، قرآن مجید کے فہم میں آنخضرت ﷺ کا جو مقام تھا وہ کسی دوسرے کو حاصل ہو ہی نہیں سکتا، اگر کوئی دوسرا شخص یہ مقام حاصل کر سکے، تو آنخضرت ﷺ کا اصطفاء اور انتخاب عبث ہوگا، نبی اور غیر نبی میں کوئی جوہری امتیاز نہیں رہے گا۔ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (النحل: ٤٤)

''ہم نے تم پر قرآن صرف اس لئے نازل کیا ہے کہ تم لوگوں کے سامنے اسے بیان کرو اور لوگ اسے سوچیں۔''

''لِتُبَيِّنَ'' میں تعلیل سے جو حق آنخضرت ﷺ کو دیا گیا ہے، اگر یہ حتمی مقام کسی کو انفراداً یا چند افراد کو بطور مرکز ملت دیا جائے، تو آیت کے دونوں فقروں میں ربط نہیں رہے گا، تعلیل کا مقصد یکسر ختم ہوجائے گا۔ اس مقام عظیم کا استحقاق نہ کسی قرآنی معاشرہ کو دیا جا سکتا ہے اور نہ فقہی اور اجتہادی معاشرہ کو، اس مقام کی وضاحت قرآنِ عزیز نے

not found.

مختلف وجوہ سے کی ہے:

① ﴿ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ﴾ [النساء: ٥٩] میں دو اطاعتوں کا تذکرہ عطف کے ذریعہ کیا گیا ہے، جس کا اولین مفہوم تغایر اور استقلال ہے، یعنی آنحضرت ﷺ کی اطاعت قرآنِ عزیز کی نظر میں بالاستقلال فرض ہے، صیغہ امر سے بھی اولاً یہی مفہوم ہوتا ہے۔

② ﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا ﴾ [النساء: ٦١]

''جب ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحی اور آنحضرت ﷺ کی طرف بلایا جائے، تو تمہیں معلوم ہوگا کہ منافق تمہارے نام سے رکتے اور بدکتے ہیں۔''

③ اس مقصد کی وضاحت سورۂ نساء میں ایک اور انداز سے فرمائی ہے، جس میں اخلاق اور تشریع کی حد سے گزر کر تعزیر اور تادیب کا انداز اختیار فرمایا گیا ہے، ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَن يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَن يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا ۚ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴾ [النساء: ١٥٠ تا ١٥٢]

''جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور ان کا ارادہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق قائم رہے، وہ کہتے ہیں ان میں بعض پر ایمان لائیں گے اور بعض کا انکار کریں گے اور وہ ایمان و کفر کے درمیان راستہ اختیار کرنا چاہتے ہیں، یہ لوگ یقیناً کافر ہیں اور اہل کفر عذاب

not found.

کی رسوائیوں میں مبتلا ہوں گے اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان کے لئے اطاعت و انقیاد میں فرق نہیں کرتے، ان کے اجر ان کو ملیں گے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش ان کے شامل حال ہوگی۔''

ان آیات کریمات سے چند مسائل ثابت ہوتے ہیں:

- ① اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا مقام ایمان اور کفر میں یکساں ہے، جو شخص رسول کے ساتھ کفر کرے، وہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک مومن نہیں ہو سکتا، اسی طرح خدا کے ساتھ کفر کر کے پیغمبر پر ایمان ناممکن ہے۔
- ② ذات کے لحاظ سے خدا اور رسول جدا جدا ہیں، اطاعت و انقیاد میں جدائی نہیں ہے، اطاعت و انقیاد میں تفریق کو قرآنِ عزیز نے قطعی کفر فرمایا ہے: ﴿ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا ﴾
- ③ منافق، رسول کی اطاعت سے انحراف کر کے تیسری راہ بنانا چاہتے ہیں، قرآنِ عزیز کا ارشاد ہے کہ یہاں تیسری راہ کوئی نہیں۔
- ④ اسی تفریق سے بچنا اور خدا اور اس کے رسول کی بیک وقت یکساں اطاعت کرنا، یہ اصل ایمان ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور غفران اور آخرت کی کامیابی اسی قسم کے ایمان پر منحصر ہے۔
- ⑤ حدیث اور قرآن میں توافق ہو تو حدیث سے انکار کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، سوال اس وقت پیدا ہوتا ہے، جب قرآن خاموش ہو یا اس میں اجمال ہو اور سنت اس کی تفصیل کرے، یا قرآن، حدیث سے متعارض ہو تو تعارض کی صورت میں قرآن پر عمل ہوگا۔ ائمہ سنت اس پر متفق ہیں کہ خاموشی اور اجمال کی صورت میں اہل سنت کے نزدیک سنت پر عمل فرض ہے، حجیت شرعی کا یہی مفہوم ہے۔

رسول کا تذکرہ بلحاظ رسول اور بلحاظ اطاعت اور رسول کا اس اطاعت میں استقلال، اس کی مخالفت میں تہدید اور کفر کا لزوم، اعمال کا حبط، عذاب الٰہی کی وعید قرآنِ

not found.

پاک میں بار بار آئی ہے۔

لمبی سورتوں میں یہ تذکرہ مختلف عنوانوں سے متعدد مقامات میں آیا ہے، سورۂ اعراف، سورۂ نساء، سورہ.احزاب میں اطاعتِ انبیاء کی تاکید کثرت سے آئی ہے۔ [1]

اس لئے اطاعت کا اس کے سوا کوئی مفہوم نہیں کہ ان کی زبان سے جو ثابت ہو اور صحیح طور پر ہم تک پہنچ جائے، اس کے خلاف کوئی محدث ہو یا کوئی مجتہد، مجدد ہو یا فقیہہ، اس کی بات متروک ہوگی۔

اسی طرح کوئی مرکز ملت ہو یا کوئی خودساختہ قرآنی معاشرہ یا قرآنی نظام، اس کی کوئی قیمت نہیں ہوگی، اس دنیا کا کوئی علم علمِ نبوی سے متعارض اور متصادم نہیں ہوسکتا، بلکہ اگر آنحضرت ♏ کا ارشاد قرآن کے کسی اجمال کی تفصیل ہو یا کسی حکم کی تشریح اور وضاحت ہو، تو آنحضرت ♏ کا ارشاد قرآن کے اجمال میں قاضی ناطق ہوگا۔ كما قال الأوزاعي [2]

---

[1] امام ابوبکر آجری ♋ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تیس سے زیادہ مقامات پر اطاعت رسول کا ذکر کیا ہے، اسی طرح امام ابن تیمیہ ♋ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تقریباً چالیس مقامات پر اطاعت رسول کو واجب قرار دیا ہے۔ (مجموع الفتاوى: ٩/ ٢٦١) تفصیل کے لیے دیکھیں: النساء (١٣، ١٤، ٥٩، ٦٤، ٦٥، ٦٩، ٨٠، ١٣٦) الأعراف (١٥٧، ١٥٨) الأحزاب (٢١، ٣٦، ٧٠، ٧١)

[2] امام اوزاعی ♋ فرماتے ہیں: " الكتاب أحوج إلى السنة من السنة إلى الكتاب " حافظ ابن عبدالبر ♋ اس اثر کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: " يريد أن تقضي عليه وتبين المراد منه " یعنی فہم قرآن کے لیے سنت کی اس سے کہیں زیادہ ضرورت ہے، جتنی کہ فہم سنت کے لیے قرآن مجید کی ضرورت ہے، کیونکہ قرآن مجید میں اصول و مسائل اجمالاً بیان کیے گئے ہیں اور حدیث و سنت اس کی تشریح و تفسیر ہے، بعینہ یہی قول امام مکحول ♋ سے بھی مروی ہے، (جامع بيان العلم: ٢/ ٣٦٨) اسی طرح امام اوزاعی ♋ امام یحییٰ بن أبی کثیر ♋ سے نقل کرتے ہیں: " السنة قاضية على الكتاب وليس الكتاب قاضيا على السنة " (سنن الدارمي: ١/ ١٥٣، جامع بيان العلم: ٢/ ٣٦٩)

not found.

پہلا دور:

اسی اصل کی بنا پر زمانہ نبوت ہی میں آنحضرت ♏ کے ارشادات کی طرف صحابہ ⍓ نے توجہ مبذول فرمائی، کاروباری لوگ نوبت بنوبت ان دروس و اسباق میں شامل ہوتے، دروس کے حلقوں میں بیٹھتے، احادیث لکھتے، املاء کی مجالس منعقد ہوتیں، احادیث کا سماع اور ضبط ہوتا۔[مجمع الزوائد للحافظ الهيثمي: ۱/۳۷۹]

فارغ البال حضرات پورا وقت آنحضرت ♏ کی خدمت میں گزار دیتے، احادیث لکھتے، یاد کرتے۔ [1] عبداللہ بن عمرو بن عاص کی کتاب ''صادقہ'' اسی دور کی کتاب ہے، جو پوری کی پوری موطأ اور الجامع الصحيح للإمام محمد بن إسماعيل البخاري میں آ گئی ہے۔[2]

حضرت ابو ہریرہ ◆ کی ایک کتاب حیدر آباد دکن میں اب چھپی ہے اور عجیب یہ ہے کہ اس نسخہ میں اور ان احادیث میں، جو محدثین نے اپنی کتابوں میں ضبط فرمائی ہیں، کوئی فرق نہیں، یعنی زمانہ نبوت میں جو کچھ لکھا گیا تھا، تیسری اور چوتھی صدی تک اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، وہ بالکلیہ محفوظ تھا۔[3]

---

[1] جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ ◆ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے مہاجر بھائی تجارتی معاملات میں مصروف رہتے تھے اور ہمارے انصاری بھائی کاشت کاری میں مشغول رہتے تھے اور ابوہریرہ رسول اللہ ♏ کے ساتھ چمٹا رہتا تھا، بنا بریں وہ ایسے مواقع پر حاضر ہوتا تھا، جہاں دوسرے حاضر نہیں ہوتے تھے اور اسے وہ چیزیں یاد تھیں، جو دوسروں کو یاد نہیں تھیں۔ (صحيح البخاري، برقم: ۱۱۸)

[2] حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص ◆ کی کتابتِ حدیث اور ان کے صحیفہ صادقہ کے متعلق مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: دوام حدیث (۱/۱۳۲)

[3] صحیفہ ہمام بن منبہ عن ابی ہریرہ کی احادیث حرف بحرف مسند احمد بن حنبل میں موجود ہیں، (مؤلف) یہ صحیفہ ایک سو اڑتیس (۱۳۸) احادیث پر مشتمل ہے، جو مسند احمد (۲/۳۱۲ تا ۲/ ۳۱۹) رقم الحديث (۸۱۱۵ تا ۸۲۵۲) میں موجود ہے اور یہ حفاظت حدیث کی بہت بڑی دلیل ہے۔ چنانچہ اس ➔

not found.

مرکز ملت:

مرکز ملت کی اگر کوئی تجویز ان حضرات کے ذہن میں ہوتی، تو حدیث کی جمع و تدوین کی ضرورت نہ ہوتی، بلکہ سارے سیاہ وسفید پر مرکز ملت کا قبضہ ہوتا، کیونکہ وہ مختار ہے، جب چاہے اساسی اور بنیادی مسائل کو بدل دے، نماز، روزہ، حج، زکوۃ تمام بنیادی مسائل اور ارکان میں کمی کرے یا اسے بالکل منسوخ قرار دے دے، پھر سچ تو یہ ہے کہ قرآن کی بھی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔ پرویز صاحب کی تفسیر سنئے:

”نبی اکرم اور خلافت راشدہ میں خدا اور رسول کی اطاعت سے مفہوم مرکز ملت کے فیصلوں کی اطاعت تھا اور بس۔“ (مقام حدیث: ا/ ۲۵)

زمانہ نبوت اور خلافتِ راشدہ تک مرکز ملت کے مجہول نظریہ کا کوئی نشان نہ تھا، اسی لئے احادیث کے جمع وحفظ اور لکھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

دوسرا دور:

قرآن عزیز کی تفسیر اور احادیث کی عملی تشریحات کے لئے صحابہ کے فتوے یعنی موقوف روایات اور مراسیل کو بھی جمع کیا گیا ہے، موطا امام مالک اور مصنف ابن ابی شیبہ

← صحیفہ کی افادی حیثیت کے متعلق محدث العصر حضرت حافظ محمد گوندلوی ؒ فرماتے ہیں:

”ہمام بن منبہ کا صحیفہ جو ابوہریرہ ◆ سے نقل کیا گیا ہے، اس میں صرف ایک واسطہ ہے، یعنی ابوہریرہ ◆ اور حضرت ابوہریرہ ◆ کی وفات ۵۸ھ میں ہوئی، یعنی آنحضرت کی وفات کے ۴۸ سال بعد اور یہ صحیفہ قطعاً اس سے پہلے کا ہے، اس میں ۱۳۸ حدیثیں ہیں، یہ سب کی سب ایسی ہیں، جو مسند احمد اور صحیح بخاری ومسلم وغیرہ میں آچکی ہیں، ان کے دیکھنے سے حدیث کی حفاظت کا پتہ چلتا ہے، وہ صحیفہ شائع ہوچکا ہے، یہ احادیث جن الفاظ کے ساتھ ہمام بن منبہ کے صحیفہ میں ہیں، اسی طرح صحیحین وغیرہ میں پائی جاتی ہیں، اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ پہلی صدی کے صحیفہ کی احادیث کس طرح تیسری صدی کے مجموعوں میں بعینہ نقل در نقل ہوکر آئی ہیں کہ ان میں کسی قسم کی کمی وبیشی نہیں ہوئی۔“(دوام حدیث: ۱/ ۱۴۱)

not found.

کے انداز کی کتابیں تصنیف ہوئیں، مگر ان موقوفات کو بھی کبھی احادیث کا ہم پایہ نہیں سمجھا گیا، انھیں شخصی آراء کی حیثیت دی گئی۔ حضرت امام ابو حنیفہ ؒ نے ”نحن رجال وھم رجال “[1] فرما کر موقوف روایات کی قیمت کو واضح کر دیا، امام شافعی ؒ سے بھی منقول ہے: ” كيف أتبع رجالا لو عاصرتهم لجادلتهم “ میں ان لوگوں کی اتباع کیسے کروں؟ اگر میں اس وقت موجود ہوتا تو ان سے بحث کرتا۔ اس مواد سے صرف اس دور کا اندازِ فکر معلوم ہوتا ہے، طریقۂ استدلال کا پتہ چلتا ہے، آج بھی موقوف اور علماء کے فتووں سے اسی حد تک استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ ودونه خرط القتاد ![2]

تیسرا دور:

اس دور میں حدیث کے تمام اقسام صحیح، حسن، ضعیف، مرسل کو جمع کر دیا اور تحقیق کے لئے طالب علم کو کھلا چھوڑ دیا گیا، جسے مستند سمجھے، اس سے استدلال کرے، جو تحقیق کے خلاف ہو، اسے نظر انداز کر دے۔ سیوطی، دیلمی، ابن عدی، طبرانی وغیرہ نے اور بھی اندھیر کر دیا کہ موضوع اور مختلق ذخائر کو جمع کر دیا، بعض کتابوں میں ان پر اجمالی کلام کا بھی احساس نہیں فرمایا، اس سے اتنا فائدہ ہوا کہ وضاع بھی مل گئے اور ان کے کرتوت سے بھی آگاہی ہوگئی، چور بھی ملا، چوری بھی برآمد ہوگئی، لیکن یہ فائدہ اہل علم اور رجال سے متعارف لوگوں کو ہوا، عوام کے لیے یہ قطعاً غیر مفید ثابت ہوا، بریلوی اور شیعہ حضرات کا سارا کاروبار اسی عظیم ذخیرہ سے چلتا رہا۔

امام محمد بن اسماعیل البخاری:

سیوطی ؒ تو بہت بعد کے ہیں، امام بخاری سے پہلے جرح وتنقید کا رواج ائمہ حدیث میں موجود تھا، امام بخاری ؒ خود ائمہ جرح وتعدیل میں سے ہیں، اپنے استاد

---

[1] الإحكام لابن حزم (٤/ ٥٧٣) مختصر المؤمل (ص: ٦٢)

[2] وگرنہ یہ جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

اسحاق بن راہویہ کے ارشاد کے مطابق امام بخاری کی توجہ اس طرح ہوئی۔ [1] انھوں نے فیصلہ فرمایا کہ چند شرائط کے مطابق ایک مستند ذخیرہ ضعاف اور مراسیل سے الگ کر دیا جائے،عمل کرنے والوں کو اسی میں سہولت ہوگی، امام بخاری نے یہ مجموعہ "الجامع الصحيح " سولہ سال میں مرتب فرمایا۔ [2] جہاں تک انسانی مساعی کا تعلق ہے، انسانی حدود کے اندر یہ کوشش بے حد کامیاب ہے، اسی محنت کی بدولت امام کو " جبل الحفظ" اور''إمام الدنيا " (حافظہ کا پہاڑ، دنیا کا امام) کا خطاب دیا گیا۔

ایام تصنیف سے صحیح بخاری علماء فن کی بحث ونظر کا تختہ مشق رہی، موافق مخالف دونوں نے صدیوں اس پر طبع آزمائی کی، کسی نے تنقید و استدراک کے چھاج میں پھٹکا، کسی نے حمایت کی اور ان جرحوں کا جواب دیا، ان تمام مراحل کے بعد اسے "أصح الكتب بعد كتاب الله " کہا گیا، نقاد حضرات میں عقل پرست بھی تھے اور حفاظ بھی، محدث بھی تھے اور صوفی بھی، اس میں اکاذیب ابراہیم کی احادیث بھی تھیں اور موسیٰ ◆ کے تھپڑ کا قصہ بھی تھا، بقول امام ابن قتیبہ دینوری بعض اہل علم نے انہی احادیث سے استدلال کیا اور بوقت ضرورت کذب وتعریض کی اجازت کا فتویٰ دیا۔ [3] اس وقت کے بدعت نواز سنت کی مخالفت کے باوجود اس طرح بدزبانی نہ کر سکے، جو ادارہ '' طلوع اسلام'' اور منکرینِ حدیث کا طرۂ امتیاز ہو رہی ہے،علم وجہل میں یہی فرق ہے ۔

(ملاحظہ ہو: مقام حدیث:۱/ ۶۱)

حدیث پر اعتراضات مختلف ادوار میں ملاحظہ فرمائیے، آپ کو تعجب ہوگا کہ ایک عقل پرست اسے خلاف عقل کہتا ہے، دوسرا اسے اقتضائے وقت کے مطابق سمجھ کر استدلال کرتا ہے، ایک صاحب بعض احادیث کو قرآن کے خلاف سمجھتے ہیں، دوسرے ان کے ہم پایہ اور ہم پیشہ صحیح اور عقل کے بالکل مطابق سمجھتے رہے۔

---

[1] هدي الساري (ص: ٧)

[2] هدي الساري (ص: ٤٨٩)

[3] تاويل مختلف الحديث (ص: ٣٥)

ان علم وعقل کے یتامیٰ اور مساکین کا ہمیشہ سے یہی حال رہا، اپنی بے علمیوں اور بدعملیوں کو چھپانے کے لئے سنت پر اعتراضات کر ڈالتے ہیں، لیکن اتنا نہیں سوچتے کہ تمہارے علم وعقل کو معیار کی سند کس نے دی ہے؟

غرض امام بخاری ﷫ نے اپنے وقت کے تمام معیاروں کو سامنے رکھ کر صحیح احادیث کا انتخاب فرمایا، حدیثی، فقہی، عقلی، قرآنی تمام معیاری چیزیں امام کے سامنے ہیں، ان معیاری شروط کو سامنے رکھ کر امام نے قریب چار ہزار احایث بحذف مکررات انتخاب فرمائیں، باقی کو مسترد نہیں فرمایا، بلکہ ان کا تذکرہ باقی کتب میں فرمایا، جن میں یہ کڑی شرائط نہیں ہیں۔

چنانچہ اس دورِ واپسیں کے مجدد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ﷫، جنھوں نے ہند و پاکستان کے جہلستان میں کتاب وسنت کو رواج دیا، قرآن کی تعلیمات سے لوگوں کو آشنا فرمایا، تقلید و جمود کے ظلمستان میں تحقیق کے چراغ جلائے اور بدعت کے اندھیروں کو پارہ پارہ کر کے رکھ دیا، صحیحین کے متعلق فرماتے ہیں:

" أما الصحيحان فقد اتفق المحدثون على أن جميع ما فيهما من المتصل المرفوع صحيح بالقطع، وأنهما متواتران إلى مصنفيهما، وأنه كل من يهون أمرهما فهو مبتدع متبع غير سبيل المؤمنين، وإن شئت الحق الصراح فقسهما بكتاب ابن أبي شيبة وكتاب الطحاوي ومسند الخوارزمي وغيرها تجد بينها وبينهما بعد المشرقين "اھ (حجة الله البالغة: ١/ ١٠٦)

"صحیح بخاری ومسلم کے متعلق محدثین متفق ہیں، ان میں متصل اور مرفوع احادیث قطعاً صحیح ہیں اور ان کی اسناد ان کے مصنفین تک متواتر ہیں، جو ان میں نقطہ چینی کرے اور ان کے مقام کو حقیر سمجھے، وہ بدعتی ہے اور اہل ایمان کی راہ سے اس کی راہ جدا ہے، اگر آپ حق کی مزید وضاحت چاہیں، تو مصنف

not found.

ابن ابی شیبہ، معانی الآثار طحاوی اور مسند خوارزمی سے ان کا مقابلہ کریں، آپ ان میں زمین و آسمان کا فرق پائیں گے۔''

شاہ صاحب ♋ کی اس نچی تلی رائے پر لاکھوں منکرین حدیث قربان کئے جا سکتے ہیں، یہ بیچارے علم اور بصیرت دونوں سے محروم ہیں، تُک بندی اور ہفوات کے ماہر ہیں، ان کے ہاں اسی کا نام علم وبصیرت ہے، اسی کا نام تجدید واجتہاد ہے!

اب شیخ الاسلام ابن تیمیہ ♋ کی رائے پر غور فرمائیے:

" ولهذا كان أكثر متون الصحيحين مما يعلم علماء الحديث علما قطعيا أن النبي صلى الله عليه وسلم قاله تارة لتواتره عندهم وتارة لتلقي الأمة له بالقبول." (فتاویٰ ابن تیمیه: ۱/ ۴۰۹)

''صفاتِ رواۃ کی بناء پر صحیحین کے اکثر متون کے متعلق قطعی علم ہے کہ یہ آنحضرت ♏ کا ارشادگرامی ہے، یہ قطعیت کبھی تواتر کی وجہ سے ہوتی ہے، کبھی امت کی قبولیت کی وجہ سے...الخ۔''

بلکہ اگر خبر واحد کو بھی امت کی طرف سے قبولِ عام حاصل ہوجائے، تو ائمہ اربعہ اور اشاعرہ کے نزدیک موجب علم ہوگی۔ (ابن تیمیہ، حوالہ مذکورہ)

منکرین حدیث کا اصل یہ ہے کہ فرامین نبوی کو شرعاً حجت ہی نہیں جانتے، مولوی اسلم جیراج پوری اور تمنا عمادی وغیرہ عموماً بحث پھیلانے کے لیے فنی مباحث کو لے آتے ہیں، پرویز وغیرہ اسے پرانا طریقہ سمجھتے ہیں، یہ حضرات اپنی عقلوں کو احادیث کی تنقید کے لیے معیار سمجھتے ہیں، تفسیر قرآن کے لیے ان کے ہاں معیار صحت وہ ہفوات ہیں، جو ان حضرات کے قلم سے ٹپک جائیں!

ایک معیار:

منکرین حدیث کہا کرتے ہیں کہ صداقت کا سب سے بڑا معیار واقعات ہیں، اگر

not found.

کوئی چیز واقعات کے مطابق ہے، تو اس سے بڑی کوئی سند نہیں۔ اگر یہ معیار درست ہے تو حدیث کی صداقت کے لیے اس روشنی میں غور کرنا چاہیے، حدیث میں آنحضرت ﷺ کی دو پیش گوئیاں اہل قرآن کے متعلق منقول ہیں، جو پوری کی پوری درست ہوئی ہیں:

١. ابو رافع، مقدام بن معد یکرب اور عرباض بن ساریہ کی یہ حدیث مسند احمد، ابو داود، ترمذی، ابن ماجہ، بیہقی، دارمی وغیرہ سب کتب حدیث میں مروی ہے:

"لا ألفين أحدكم متكئاً على أريكته، يأتيه الأمر من أمري مما أمرت به أونهيت عنه فيقول لا ندري ما وجدنا في كتاب الله اتبعناه ." (مشكوة: ١/ ٢٩) [1]

''تم سے کوئی آدمی اپنی چارپائی پر دراز ہوگا، جب اسے میرا حکم ملے گا، یا جس چیز سے میں نے روکا ہے، اسے اس کا علم ہوگا، وہ کہے گا ہم نہیں جانتے، ہم صرف قرآن کی اطاعت کرتے ہیں۔''

یاد رہے کہ ہندوپاک میں انکار حدیث سب سے پہلے مولوی عبداللہ چکڑالوی نے کیا، حدیث میں ان کا حلیہ بتایا گیا ہے، ان کی ٹانگیں بیکار ہوگئی تھیں، چل پھر نہیں سکتے تھے، تمام دن چارپائی پر بیٹھے رہتے تھے، یہ عارضہ ان کو زہر کھانے کی وجہ سے ہوا تھا۔ اہل قرآن حضرات غور فرمائیں، حدیث واقعات کے کس قدر مطابق ہے، اول المنکرین کا حلیہ کس خوبی سے بیان فرمایا ہے؟ اسے تو واقعاتی شہادت کے طور پر ضرور تسلیم کرنا چاہیے!!

٢. دوسری حدیث ہمارے شہر گوجرانوالہ کے متعلق ہے، ہم شاہد ہیں، ہم نے اس

---

[1] سنن أبي داود (٤٦٠٥) سنن الترمذي (٢٦٦٣) سنن ابن ماجه (١٣) سنن البيهقي (٧٦/٧) مذکورہ بالا الفاظ حضرت ابو رافع ◆ کی حدیث میں مروی ہیں، مقدام بن معدی کرب ◆ کی روایت دوسرے الفاظ کے ساتھ مروی ہے، دیکھیں: أبو داود (٤٦٠٤) مسند أحمد (١٣٠/٤) حضرت عرباض بن ساریہ ◆ کی الگ حدیث ہے، جس سے سنت نبوی اور سنت خلفاء راشدین کا التزام و اعتصام ثابت ہوتا ہے، دیکھیں: أبوداود (٤٦٠٧)

حدیث کی صداقت اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ **ونحن علی ذلک من الشاهدین**

ابن وضاح حضرت حذیفہ ♦ سے قیامت کی علامات کا ذکر فرماتے ہوئے دو فرقوں کا ذکر کرتے ہیں:

”حتى تبقى فرقتان من فرق كثيرة، تقول إحداهما: ما بال الصلوت الخمس؟ لقد ضل من كان قبلنا، إنما قال الله: أقم الصلوة طرفي النهار وزلفا من الليل، لا تصلوا إلا ثلاثا، وتقول الأخرى: إيمان المؤمنين بالله كإيمان الملائكة، ما فينا كافر ولا منافق، حق على الله أن يحشرهما مع الدجال.“ ا ھ (الاعتصام للشاطبی : ۱/ ۹۰) ❶

”بہت سے فرقوں سے صرف دو فرقے باقی رہ جائیں گے، ایک کا خیال ہوگا کہ نمازیں صرف تین ہیں، پانچ نہیں، پہلے والے لوگ گمراہ تھے، قرآن میں دن کے دونوں طرف اور رات کے بعض حصوں میں نماز پڑھنے کا ذکر آیا ہے۔ دوسرے گروہ کا خیال ہوگا کہ تمام مومن ایمان میں فرشتوں کی طرح ہیں، کوئی کافر یا منافق نہیں، اللہ تعالیٰ ان دونوں کا حشر دجال کے ساتھ فرمائیں گے۔“

مولوی عبداللہ چکڑالوی پانچ نمازیں پڑھتے ہیں، ان کے شاگرد رشید مستری محمد رمضان گوجرانوالہ کہتے ہیں کہ نمازیں صرف تین ہیں، اس سے زیادہ پڑھنے والا گمراہ ہے، ان کے بیان وعمل کی یہاں کی بہت سی جماعت چشم دید شاہد ہے۔ واقعات کی شہادت کی بنا پر کم از کم یہ دو حدیثیں تو یقیناً درست اور سچی ہیں۔ **ربنا فاکتبنا مع الشاهدین**

اگر یہ حدیث درست ہے اور واقعات سے توافق واقعی صداقت کا معیار ہے، تو اہل قرآن کی تحریک غلط ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

---

❶ المستدرك للحاكم (٥١٦/٤) اسے امام حاکم اور ذہبی ؒ نے صحیح قرار دیا ہے۔

میرے محترم دوست مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری نے سنت کی نصرت وحمایت میں قلم اٹھایا ہے اور بڑی چھان پھٹک کر کے اس کے لیے مواد فراہم کیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو اس کا اجر دے، عامۃ المسلمین کو توفیق دے کہ وہ اس سے استفادہ فرما سکیں، مخالفینِ سنت کو توفیق ملے کہ وہ اپنے انجام پر غور کریں اور ان نتائج کو سوچیں، جو ان کی تحریک سے اسلام اور مسلمانوں کو پہنچ رہا ہے۔ ان کی اس تحریک کا سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ اس سے سلفِ امت کا ایمان اور دانش مندی مجروح ہوتی ہے کہ انھوں نے سینکڑوں سال ایک ایسے فن پر محنت کی، جو دراصل شرعاً کوئی دینی قیمت نہیں رکھتا، یہ لوگ اسے ایمان اور دین سمجھتے رہے، نیز اس تحریک کا انحصار محض سلبی اقدار پر ہے، انکار حدیث میں کوئی ایجابی حقیقت موجود نہیں۔ والسلام على النبي وآله !

محمد اسماعیل کان اللہ لہ
گجرانوالہ

..................■ ■ ♌ ■ ■ ....

not found.

درشانِ صحیح بخاری

حدیثوں میں بخاری کی عجب شانِ معظم ہے
کتابِ حق مقدم اس سے یہ سب سے مقدم ہے
محدث جتنے ہیں دنیا میں گزرے راسخ و کامل
سرِ تسلیم سب کا اس کی صحت کے لیے خم ہے
نہیں جامع صحیح ایسا سنن ایسا کوئی ہرگز
نہ ایسا کوئی مسند ہے نہ ایسا کوئی معجم ہے
فیوض رشد اور خیرِ کثیر ان دو سے جاری ہے
کتاب اللہ کوثر ہے بخاری چاہ زمزم ہے
نہیں ہے اہل سنت سے کبھی طاعن بخاری کا
وہ جاہل ہے غبی ہے بلکہ اجہل اور اظلم ہے

(مولانا محمد یوسف شمس)

....

not found.

تمہیدی کلمات

محمود ملک رتبہ والائے بخاری   مقبول سلف صحت یکتاء بخاری
قرآں کے سوا آج زمانہ میں نہیں ہے   صحت میں صحیفہ کوئی ہمتاء بخاری
اس نور الٰہی کی ضیا یوں ہی رہے گی   افواہ سے ممکن نہیں اطفاء بخاری

محترم ناظرین! تمہیداً اس قدر عرض کئے بغیر چارہ نہیں کہ فتنۂ انکار حدیث اس زمانہ کی وہ پرفتن تحریک ہے، جس نے سینکڑوں، ہزاروں بندگانِ خدا کو خدا کا باغی، رسول ﷺ کا منکر اور حدیث کا دشمن بنا دیا ہے، اس فتنہ عظیم کے انسداد و استیصال کے لیے علماءِ اسلام بروقت پوری طاقت وتوجہ اور پوری مستعدی مبذول فرمائیں۔ ؎

درختے کہ اکنوں گرفت ست پائے
بہ نیروئے شخصے بر آید ز جائے
وگر ہمچناں روزگارے ہلی
بہ گردونش از بیخ برنگسلی
(سعدی)

یہ کتنی عجیب بات ہے کہ قرآن پہنچانے والے کے منصب رسالت وتعلیم کتاب و حکمت اور اس کی تشریح وتوضیح کو تسلیم کرنے سے گریز کیا جاتا ہے، یہ کس قدر تضاد خیالی اور عقل وفہم کے لیے کتنی موجب حیرت بات ہے کہ الفاظ قرآنی کی روایت وتبلیغ کی حد تک تو حضور ﷺ سچے لیکن ان کے مطالب کے بیان اور ان کی تفصیل وعملی توضیح کے معاملہ میں

not found.

وہی حضور ﷺ نا قابلِ اطمینان ہو جائیں۔ یا للعجب !!

فتنہ انکار حدیث کے اس پر آشوب دور میں جماعت اسلامی کے سب سے بڑے لیڈر مولانا مودودی کی ایک تقریر ان کی جیل سے آزادی اور رہائی کے معاً بعد ایسی ہوئی کہ منکرین حدیث کو اس سے بڑی تقویت پہنچی، جس طرح منکرین حدیث احادیث نبویہ کی صحت کو مشتبہ و مشکوک اور نا قابل اطمینان بتلاتے ہیں، اور اسے بزعم خود دو صدی بعد کی تصنیف و تدوین سمجھ کر نا قابل اعتبار ٹھہراتے ہیں، اسی طرح مودودی صاحب کے نزدیک صحاح ستہ بلکہ بخاری کی صحت بھی (خدانخواستہ) مستند و قابل اعتبار نہیں۔ فکلاهما سيان !

پس ان حالات و مقتضیات کی موجودگی میں بڑی ضرورت تھی کہ فتنہ انکار حدیث خصوصاً انکارِ صحتِ بخاری کے خلاف علمی و تاریخی مواد کے ساتھ تحقیقی مضامین و مقالات کی اشاعت کا ایک وسیع ترین سلسلہ قائم رکھا جاتا، تاکہ ناواقف مسلمانوں کی جماعت اور روشن خیالوں کا گروہ اس گمراہی اور دجل و فریب کی دلدل سے باہر نکل کر اطاعتِ خدا اور اطاعتِ رسول ﷺ پر قائم رہ سکے۔

ادارہ الہدیٰ احمدیہ سلفیہ نے انہی خیالات کے تحت ''بخاری نمبر'' نکالنے کا اعلان کیا، الہدیٰ کے مدیر مولانا آزاد رحمانی املوی کی استدعا پر میں نے صحیح بخاری کے سلسلہ میں ایک مقالہ لکھا، جو الہدیٰ کے ''بخاری نمبر'' میں ۴۶ صفحات پر شائع ہوا۔

(الہدیٰ، مارچ: ۱۹۵۶ء)

اب ضروری تنقیح و تہذیب اور بیشتر مواد و معلومات کے اضافہ و الحاق کے بعد اس مقالہ کو میں نے "نصرة الباري" کے نام سے کتاب کی شکل میں مرتب کیا ہے۔ ع

گر قبول افتد کرم باشد ز تو

چونکہ اصل ضرورت نفس حدیث سے متعلق لکھنے کی بھی تھی، جس کی طرف اپنے گراں قدر مقالہ میں مولانا محمد اسماعیل صاحب نے اشارہ فرمایا ہے، بنا بریں اس کار خیر میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کے لیے ایک نئے انداز میں ''صیانۃ الحدیث'' کے

عنوان سے میں نے ایک اور مبسوط مقالہ لکھا ہے، احادیث کی تدوین وحفاظت اور اس کی شرعی حیثیت و استناد و حجیت پر اس میں پوری روشنی ڈالی گئی ہے، اور اسی طرح عہد نبوی، عہد تابعین اور عہد تبع تابعین سے لے کر امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داود اور امام ترمذی رحمہم اللہ وغیرہ تک احادیث کی حفاظت وصیانت کا سلسلہ قائم رہتا دکھلایا گیا ہے۔ یہ مقالہ پہلے اہل حدیث کانفرنس کے آرگن ''ترجمان'' دہلی میں شائع ہوا، جو اب کتابی شکل میں منظر عام پر آ چکا ہے۔

پیش نظر کتاب میں اگر کہیں سہو و نسیان موجود ہو، تو اہلِ علم حضرات نظر تسامح فرمائیں۔ ؎

تو گر پرنیانی بہ ایذا بکوش
کرم کار فرما و حشوم بپوش

اور بہتر ہے کہ ادارہ کو بھی اطلاع ضرور کریں۔ وکان سعیکم مشکوراً

کتاب کے مآخذ:

آیات کلام اللّٰہ، صحیح بخاری، صحیح مسلم، فتح الباری، مقدمه فتح الباری، عمدة القاری للعینی، إرشاد الساری للقسطلانی، السراج الوهاج (شرح مسلم)، تیسیر القاری (شرح بخاری) فیض الباری، مقدمه ابن الصلاح، فتح المغیث للسخاوی، مقدمه نووی علی شرح مسلم، تهذیب الأسماء واللغات للنووی، شرح نخبه، کتاب الکفایة للخطیب، معرفة علوم الحدیث للحاکم، جامع بیان العلم لابن عبدالبر، تاریخ صغیر، جزء القرأة للبخاری، لسان المیزان، تهذیب التهذیب ، تقریب التهذیب لابن حجر، صواعق مرسله، زاد المعاد لابن قیم، الإحکام فی أصول الأحکام لابن حزم، فتاویٰ ابن تیمیه، رد المنطقیین لابن تیمیه،

not found.

ومنهاج السنة لابن تيميه، مجمع البحار، مجمع الزوائد، شذرات الذهب وفيات الأعيان لابن خلكان، البداية والنهاية لابن كثير، جامع الأصول لابن أثير الجزري، صفة الصفوة لابن الجوزي، تذكرة الحفاظ للذهبی، مقدمة ابن خلدون، تقريب مع التدريب، حجة الله البالغه، الإنصاف للشاه ولي الله، إتحاف النبلاء، حصول المأمول، أبجد العلوم للنواب، مقدمه تحفة الأحوذي، الروض الباسم، عجاله نافعه، دراسات اللبيب، الباعث الحثيث، غاية التحقيق شرح حسامی، ظفر الأماني، الرفع والتكميل، فتح الملهم شرح مسلم، رساله تراجم أبواب بخاری، رساله مستطرفه للكتاني، رساله الداء والدعاء للنواب وغير ذلك۔

مقام تشکر:

۱۔ مقدمہ فتح الباری، فتح المغیث، تاریخ صغیر اور تہذیب الأسماء للنووی کے لیے ناظم مدرسہ فیض عام جناب مولانا محمد احمد صاحب، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کا ممنونِ کرم ہوں، آپ حضرات نے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ کتب مذکورہ عطا فرمائی۔

۲۔ عینی و قسطلانی کے سلسلہ میں جناب مولانا عبدالسلام صاحب بستوی ثم دہلوی کا شکر گزار ہوں۔

۳۔ تقریب مع التدریب کے حوالے کے لیے مخدومنا العلام مولانا عبدالجلیل صاحب سامرودی کا بغایت درجہ ممنون ہوں۔ جزاه الله خير الجزاء

۴۔ موضوعات ملا علی قاری کے ایک حوالے کے سلسلے میں استاذنا العلام جناب مولانا نذیر احمد صاحب رحمانی مدظلہ العالی کے لیے سراپا سپاس ہوں۔

۵۔اور ردّ المنطقيين لابن تيميه، منهاج السنه لابن تيميه، شذرات الذهب لأبی الفلاح الحنبلي رحمه الله، فتاویٰ ابن تيميه، تهذيب التهذيب لابن حجر،

جامع الأصول لابن أثير الجزري، وفيات الأعيان لابن خلكان اور البداية والنهاية لابن کثير کے لیے حضرت العلام مولانا عبدالصمد صاحب [1] مالک دار القیّمہ بھمڑی کا بغایت درجہ شکر گزار ہوں کہ آپ نے کرم فرما کر میرے لئے پورا کتب خانہ کھول دیا۔

۶۔ کفایه للخطیب، فتح الملهم، معرفة علوم الحدیث اور مقدمہ ابن خلدون کے مطالعہ کا موقع کتب خانہ نذیریہ دہلی میں ملا۔

۷۔ أبجد العلوم، صواعق مرسلہ، الأحکام فی أصول الأحکام لابن حزم کے مطالعہ کا مجھے موقع نہیں ملا، ان کے حوالے بطل جلیل جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب گوجرانوالہ کے ایک علمی وتحقیقی رسالہ ''نظریہ حدیث وتحریک جماعت اسلامی'' سے ماخوذ ہیں۔

۸۔ اور دراسات اللبیب والباعث الحثیث کے حوالے مدیر ''رحیق'' شفیق جناب مولانا عطاء اللہ صاحب کے ایک گراں قدر مقالہ سے لئے گئے ہیں۔

ان کے علاوہ باقی کتب کے لیے مدرسہ سراج العلوم جھنڈا نگر کے کتب خانہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

کتاب ہذا کی ترتیب:

میں نے سب سے پہلے اسناد و روایت سے متعلق تھوڑی سی بحث بطور تمہید پیش کی ہے۔ اس کے بعد چند مضامین مشتمل بر صفاتِ بخاری ہیں، مثلاً معرفت رواۃ، حفظ

---

[1] مولانا کمال علم وفضل کے ساتھ زہد وتقویٰ، صفائے باطن و روشن ضمیری کے اوصاف سے متصف ہیں، ایک عارف خدا و ولی اللہ کی حیثیت سے وہ ایک فرد کامل ہیں، نماز آپ اس طرح اچھی اور اتنے طویل قیام وقراءت کے ساتھ ادا کرتے ہیں کہ اس کی مثال میرے علم میں اور کہیں نہیں ہے، رکوع وسجود میں ہمیشہ یہ خیال آتا رہا کہ شاید بھول گئے، بایں ہمہ وسعت نظر کا یہ کمال کہ عربی علوم وفنون پر دسترس کے علاوہ یورپ کی تمام علمی مطبوعات کے شناور ومتبحر ہیں اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ابن قیم کی تصنیفات کے شیدا ہیں، ایک عظیم کتب خانہ آپ کے پاس ہے، اس وقت آپ کی ذات بساغنیمت ہے، اہل علم و خواص میں بہت مشہور ومعروف ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کا علمی سایہ دراز فرمائے، آمین۔ (مؤلف)

not found.

احادیث، اخذ و روایت کے سلسلہ میں احتیاط، امام بخاری کی تصنیفی جدوجہد، جمع بخاری کے وقت ہر حدیث پر استخارہ، رؤیا میں صحیح بخاری کو میری کتاب فرمانے کی بشارت نبوی وغیرہ، پھر صحیح بخاری کے کمالِ صحت پر امام بخاری ؒ کا ذاتی بیان نقل کیا گیا ہے۔ پھر ائمہ حدیث کے وہ ارشادات نقل کیے گئے ہیں، جن میں صحیح بخاری کے صحیح ترین کتاب ہونے کا اعتراف کیا گیا ہے، پھر صحیح بخاری کے متلقی بالقبول ہونے کی بحث ہے، پھر امام بخاری کی ان دیگر کوششوں کا بیان ہے، جن کا تعلق کمال صحت و اتصال روایت سے ہے۔

اس کے بعد ائمہ سلف امام دارقطنی وغیرہ کی تنقیدات کا تذکرہ ہے اور اسی ضمن میں اصولی روایات و معلقات و متابعات پر ان کے جروح کا بیان اور جرح و تعدیل سے متعلقہ مباحث ہیں، اس کے بعد مسندات بخاری پر شبہات اور ان کے جوابات کا قدرے تفصیل سے تذکرہ ہے، اور اس میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ مسندات بخاری غایت صحت میں ہیں۔

اس کے بعد مولانا مودودی نے اپنے معتقدین و متاثرین کے حلقہ میں احادیث صحیحہ اور محدثین کرام کی تصریحات کے متعلق جو لب کشائی فرمائی ہے، ائمہ اصول کی توضیحات و تصریحات کی روشنی میں ان کے بیان پر ایک محققانہ تبصرہ کیا گیا ہے اور مختلف عناوین کے ذیل میں ثابت کیا گیا ہے کہ احادیث پر تنقید و رائے زنی کا منصب و حق صرف محدثین کرام کو حاصل ہے، ہر کس و ناکس اس فن کے رجال نہیں ہوسکتے۔ اس بحث میں حافظ ابن الصلاح، امام علائی، امام نووی اور حافظ ذہبی وغیرہ کے بیانات قابلِ دید ہیں، اور ائمہ متقدمین امام علی بن مدینی، امام بخاری وغیرہ کی کثرت اطلاع و کمال حافظہ کا تذکرہ ہمیشہ یاد رکھنے کے لائق ہے۔

اس کے بعد امام بخاری کی فن ’’درایت‘‘ اور ’’فقہ و معرفت‘‘ اور ’’ملکہ اجتہاد و استنباط‘‘ پر فائز ہونے کا تذکرہ مفصلاً کیا گیا ہے اور ائمہ حدیث کی شہادتوں سے امام بخاری کا جامع بین الروایت والدرایت ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ ضمنی بحث میں عقلِ انسانی کی

not found.

حیثیت واضح کی گئی ہے، آخر میں امام بخاری کا محقق و مجتہد ہونا واضح کیا گیا ہے۔ اس کے بعد امام بخاری یا صحیح بخاری کی توہین کرنے پر سلف امت کی ناراضگی کا بیان ہے، اسی ضمن میں امام بخاری کے اخلاقِ فاضلہ اور مقبولیتِ عامہ کا تذکرہ اور خاتمہ پر صحیح بخاری کے برکات وثمرات وفضائل کا بیان ہے۔ فنعم الختام!

اسناد و روایت

مکرم ناظرین! جامع صحیح بخاری کی نسبت مفصل معروضات پیش کرنے سے پہلے امام بخاری اور اسی طرح دیگر محدثین کے طرز عمل سے واقف ہونا ضروری ہے، محدثین نے روایات اور حدیثوں کو سندوں کے ساتھ بیان کرنے کا جو التزام کیا ہے، اس کی اہمیت اور ضرورت کو سمجھنے کے لیے قرآن کریم و حدیث شریف اور ائمہ کی تصریحات سے ہم مدلل بیان کر رہے ہیں، آپ اسے بغور ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ قرآن کریم میں ارشاد موجود ہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ [آل عمران: ١٠٤]

''یعنی ایک جماعت مسلمانوں میں سے ایسی ہونی چاہیے، جو لوگوں کو خیر و صلاح کی طرف بلائے اور معروفات شرعیہ کی تبلیغ و امر کرے۔''

۲۔ اسی طرح حدیث شریف میں بھی وارد ہے:

"بلغوا عني ولو آية" [1] یعنی اگر میری ایک بات بھی معلوم ہو تو اس کی تبلیغ کرو۔

۳ روایت اور دعوت و تبلیغ کے ان احکامات و تصریحات کے سلسلہ میں قرآن کریم نے بھی یہ ارشاد کیا کہ اگر کوئی شخص ادائے شہادت و روایت میں غلط بیانی کرے تو تم راوی کی مرویات کی تحقیق کر لیا کرو۔ ارشاد ہے:

﴿اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا﴾ [الحجرات: ٦]

---

[1] صحيح البخاري: كتاب الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل، رقم الحديث (٣٢٧٤)

''یعنی اگر کوئی فاسق خبر بیان کرے تو تم تحقیق کر لیا کرو۔''

۴۔ اور صدقِ روایت کے لیے اس سے دلیل و سند طلب کر لیا کرو، بموجب:

﴿قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ﴾ [البقرہ: ۱۱۱]

۵۔ امام ترمذی نے شمائل کے آخر میں نقل فرمایا ہے کہ محدثین کہتے تھے:

"هذا الحديث دين فانظروا عمن تأخذون دينكم." ❶

یہ تحدیث و روایت سرتا سر دینی کام ہے، اس لیے تم اخذ حدیث وقبولِ روایت سے پہلے یہ دیکھ لیا کرو کہ تم یہ دین یعنی اخبار و روایت کس سے حاصل کر رہے ہو؟

بنا بریں احادیث کے حاصل کرنے والوں پر فرض ہوا کہ اپنے شیوخ و اساتذہ کا نام بتلائیں، تاکہ ان حالات و معاملات پر غور کر کے یہ پتہ لگایا جا سکے کہ ان کی روایت پر اعتماد کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ توضیحِ معاملہ کے سلسلہ میں محدثین و جامعینِ احادیث نے شیوخ اور اساتذہ کا جو سلسلہ قائم کیا، اسی کا نام محدثین کی اصطلاح میں اسناد ہے۔ کما قیل:

"الإسناد حكاية طريق المتن" ❷ (شرح نخبه)

۶۔ چنانچہ عبداللہ بن مبارک نے فرمایا ہے:

" الإسناد من الدين، لولا الإسناد لقال من شاء ما شاء. "

(مقدمه ابن الصلاح: ۱۳۱ و فتح المغيث: ۳۳۵)

''یعنی اسناد دین کی چیز ہے، اگر اسناد کا سلسلہ نہ ہوتا تو ہر شخص جو چاہتا کہتا۔''

اسی طرح امام ابن سیرین فرماتے ہیں کہ پہلے اسناد کا اس قدر خیال نہ تھا، کیونکہ لوگ پاکباز و خدا ترس تھے، لیکن جب فتنوں کا دور شروع ہوا تو اسناد پر توجہ دی گئی اور اہل سنت اور متدین حضرات کی روایتوں کا اعتبار کیا گیا، اگر سند میں اہل بدعت میں سے کوئی ہوتا تو اس کی حدیث اور اس کی روایت سے صرف نظر کر لیتے۔

(لسان الميزان: ۱/ ۷ و جامع الأصول لابن أثير الجزري: ۷۲)

---

❶ الشمائل للترمذي (ص: ۳٥٤) برقم (٤١٥)

❷ نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر (ص: ۳۷)

not found.

۸۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

”لولا الإسناد لقال من شاء ما شاء.“ (جامع الأصول: ٥٩)

۹۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا:

”الإسناد سلاح المؤمن.“ (فتح المغيث: ٣٣٥ و جامع الأصول: ٥٩٠)

”یعنی اسناد دین والوں کے لیے ایک ہتھیار ہے۔“

۱۰۔ امام حاکم فرماتے ہیں:

”اگر محدثین اسناد پر توجہ نہ دیتے تو الحاد پسند اہل بدعت احادیث میں من مانی باتوں کے شامل کرنے میں کامیاب ہوجاتے۔“ (إرشاد الساري: ١/ ٥)

بلاشبہ سلسلہ اسناد کا اہتمام قائم کر کے حدیث کی حفاظت کا پوری طرح سے محدثین کرام سامان کر گئے، چونکہ سند میں ہر شخص کو اپنے شیوخ حدیث کا نام بتانا ضروری ہے، اس لئے اس کے معاصرین کی شہادتوں اور چشم دید گواہوں سے شیخ کے اعمال و اخلاق اور اس کی صداقت و عدالت کا پتا لگایا جاتا ہے، اور اس کے معتبر اور غیر معتبر ہونے کے متعلق رائے قائم کی جاتی ہے۔ اس لیے مختصر لفظوں میں راویوں کے حالات اور شیوخِ حدیث کے جرح وتعدیل کے اصول بھی ذیل میں تحریر کئے جاتے ہیں۔

جرح وتعدیل کے اصول:

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”جس مسلمان کے متعلق چار آدمی بھلائی کی گواہی دیں، اس کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کریں گے۔ ہم نے کہا: اگر تین کی گواہی ہو؟ تو فرمایا: تین کی بھی معتبر ہے۔ قلنا: اثنان؟ قال: واثنان. یعنی ہم نے پھر کہا کہ دو کی گواہی ہو، تو فرمایا: دو کی گواہی بھی کافی ہے۔ (بخاری: ١/ ٣٦٠)

خبر واحد عادل کی شہادت بھی معتبر ہے، اس کی بحث آگے آرہی ہے۔ اب سوال

یہ پیدا ہوتا ہے کہ راوی کی صداقت و عدالت کا پتہ کس اصول سے لگایا جائے گا؟ تو امام الائمہ مجتہد اعظم امام بخاری نے اس کو بھی حل فرمایا ہے، چنانچہ "باب الشهداء العدول" کے تحت امام بخاری نے حضرت عمر ♦ کا ایک واضح فرمان نقل کیا ہے، جس سے اس مسئلہ کی خوب وضاحت ہوجاتی ہے، حضرت عمر ♦ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں لوگوں کی اچھائی برائی وحی کے ذریعے سے معلوم ہوجاتی تھی، اب چونکہ سلسلہ وحی منقطع ہے، اس لئے ہر آدمی کی صداقت و امانت کا فیصلہ اس کے اخلاق و اعمال سے ہوگا، اگر کسی کے اعمال و اخلاق برے ہیں، تو ہم اس کو امین و صادق نہ سمجھیں گے، الفاظ یہ ہیں:

"إنما نأخذ الآن بما ظهر لنا من أعمالكم، فمن أظهر لنا خيراً أمناه وقربناه وليس علينا من سريرته شيء الله يحاسبه في سريرته، ومن أظهر لنا سوءا لم نأمنه ولم نصدقه." (بخاری: ۱/ ۳٦۰)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حقیقت حال و باطن کا علم تو بس اللہ کو ہے، لیکن ہم اعمالِ ظاہری پر فیصلہ کریں گے، خیر و صلاح کے اعمال سے صداقت کا ثبوت ہوگا اور برے اعمال سے صداقت و امانت دونوں کی نفی ہوگی۔

ان احادیث و آثار کی روشنی میں محدثین نے راویوں کی صداقت و عدالت کا پتہ ان کے اعمال و اخلاق سے لگایا اور امانت وصداقت کو جانچنے کے بعد ہی کسی روایت کو سندِ قبول عطا فرمائی۔

تعدیل وتوثیق ظنی امور نہیں ہیں:

اگر کسی دینی جماعت کے لیڈر یا تمنا عمادی یا کسی اور منکر حدیث کو یہ شبہ ہو کہ ''راویوں کی ثقاہت و عدالت اور ان کے ضبط و حفظ سے متعلق محدثین کرام نے جو رائے قائم کی ہے، وہ تو ان کا اپنا ظن و اجتہاد ہے، اس لیے روایات بہر حال مجموعہ ظنیات ہوں گی۔'' تو اس کا جواب یہ ہے کہ عدالت وصداقت کے جو معیار و علامات قرآن و حدیث

not found.

میں بیان کئے گئے ہیں، ان سب کا تعلق محسوسات و مشاہدات سے ہے، چنانچہ عباد صالحین کے ذکر میں ارشاد ہے:

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا﴾

[الفرقان: ٦٣، ٦٤]

''یعنی اللہ کے نیک بندے زمین پر وقار سے چلتے ہیں اور جاہلوں کے خطاب میں قول سلامتی اختیار کرتے ہیں اور راتیں اپنے رب کے لیے سجدہ و قیام میں گزارتے ہیں۔''

ایک جگہ مومنین صادقین کی علامات کے لیے فرمایا:

﴿ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ﴾ [المؤمنون: ٢، ٣]

''یعنی مومن بندے اپنی نماز میں خشوع و عاجزی کرتے ہیں اور لغو باتوں سے پرہیز کرتے ہیں۔''

ان آیات میں اور ان کے سوا دوسری آیات میں صداقت و عدالت کی جو نشانیاں بتائی گئیں ہیں، ان سب کا تعلق محسوسات سے ہے۔

اسی طرح احادیث میں وارد ہے، پوچھا گیا: "یا رسول اللّٰہ! أي الإسلام خیر؟" آپ نے فرمایا: "تطعم الطعام وتقرأ السلام على من عرفت ومن لم تعرف" (صحیح بخاری: ۱/ ٦)

یعنی بہترین مسلمان وہ ہے جو لوگوں کو کھانا کھلائے اور ہر ملاقاتی سے سلام کرے، خواہ پہلے تعارف ہو یا نہ ہو۔

ایک حدیث میں اس طرح ارشاد ہے:

not found.

”إذا رأيتم الرجل متعاهداً لمسجد فاشهدوا له بالإيمان “[1]

’’یعنی جب کسی کو دیکھو کہ مسجد میں بکثرت حاضری دیتا ہے، تو اس کے ایمان کی گواہی دو۔‘‘

ان احادیث اور ان کے علاوہ دیگر احادیث میں مسلمانوں کے جن اعمال و اخلاق کا بیان کیا گیا ہے اور امانت و صداقت کو ایک معیار قرار دیا گیا ہے، وہ سب محسوسات و مشاہدات سے تعلق رکھنے والی چیزیں ہیں۔ پس ان حسّی امارات اور چشم دید علامات سے جو چیز ثابت ہے، ان کو ظنی اور اجتہادی امور سے ملانا کسی طرح درست نہیں، بلکہ شرعاً منصوص اور ظاہراً محسوس ہیں۔ ان اماراتِ عدالت و صداقت کے ساتھ عدم ظہور فسق اور غیر متہم ہونے کی شرط لگائی ہے، جو علامات صداقت و عدالت کے لیے مزید توثیق کی موجب ہے۔

کتب اصول میں عدالت کی تعریف بھی اسی قدر ہے، حافظ ابن الصلاح فرماتے ہیں:

”فالعدالة أن يكون الراوي بالغا عاقلا سليما من أسباب الفسق وخوارم المروءة.“ (مقدمه ابن الصلاح: ٤٧ و ظفر الأماني: ٢٧٣)

’’یعنی عدالت یہ ہے کہ راوی سچا عاقل بالغ مسلمان ہو، اسباب فسق سے محفوظ ہو، اخلاق و مروءت کے اعتبار سے مستحسن ہو۔‘‘

یہ سب ایسے امور ہیں کہ ان کو سب محسوس کر سکتے ہیں اور ان اخلاق و اعمال کی عام شہرت و اشاعت بھی خوب ہوجاتی ہے۔ بہر حال راوی کی توثیق و تعدیل علامات منصوصہ اور امارات حسیہ کی بنیاد پر ہے، اسی بنا پر حضرت عمر ♦ نے فرمایا تھا کہ ہم لوگوں کے بواطن اور سرائر سے واقفیت نہیں رکھتے، لیکن ظاہری اعمال و اخلاق سے آدمی کی صداقت و عدالت کا فیصلہ کریں گے۔

---

[1] سنن الترمذي، برقم (٢٦١٧) سنن ابن ماجه، برقم (٨٠٦) مسند أحمد (٣/ ٧٦) سنن الدارمي (١/ ٣٠٢) اس کی سند ضعیف ہے، اس کی سند میں دراج راوی کے متعلق حافظ ابن حجر ؒ فرماتے ہیں: ”في حديثه عن أبي الهيثم ضعف “ (تقريب التهذيب: ٢٠١)

راوی حدیث کا ضبط و حفظ:

اب رہا راوی کے ضبط و حفظ کا معاملہ، اس میں بھی محدث کے ظن و اجتہاد کا کوئی دخل نہیں ہے، کیونکہ کسی رای کا جید الحافظہ ہونا حاضرین و ناقدینِ حدیث تجربہ و امتحان سے معلوم کرتے ہیں، اور غیر موجود اشخاص حاضرین کی شہادت اور عام شہرت سے پتہ لگا کر یقین کرتے ہیں، جس طرح کہ امام بخاری کی جودتِ حفظ اور قوت حافظہ کا تجربہ نقاد محدثین نے کیا کہ سو حدیثوں کی سند و متن کو مقلوب کر کے امام بخاری سے ان کی نسبت محدثین نے سوال کیا، امام بخاری نے پہلے تو ان کی پیش کردہ سو مقلوب روایتیں سنیں، اس کے بعد ان جعلی و مقلوب روایتوں و سندوں کو اصلی متن و سند پر واپس لا کر ان کی اصل روایتیں پڑھ کر سنائیں۔ تب اس زمانہ کے علمائے حدیث اور ائمہ حدیث کو امام بخاری کے کمال ضبط و حفظ کا تجربہ ہوا اور انہوں نے دوسروں کے لیے امام بخاری کی جودت حفظ و اتقان کی شہادت دی۔

(مقدمہ ابن الصلاح: ٤٥ و مقدمہ فتح الباری: ٥٧٣)

بہر حال راوی کی توثیق و تعدیل اور اس کے ضبط و حفظ کا معاملہ بھی ظنی و اجتہادی نہیں ہے اور اس میں کسی امام کسی مجتہد کے استنباط کی کوئی ضرورت نہیں ہے، یہ سب امور مشاہدات و محسوسات سے متعلق ہیں اور عام شہرت و اشاعت سے سب کو معلوم ہو سکتے ہیں۔ معاصرین کو تو تجربہ اور مشاہدہ سے اور غیر معاصرین کو عادلین کی روایت و شہادت نیز عام شہرت و اشاعت سے، بہر حال ان چیزوں کا ظنیات و اجتہادیات سے اصلاً کوئی تعلق نہیں ہے۔

امام بخاری کا التزام:

امام بخاری کی شرط یہ ہے کہ حدیث کے تمام راوی صحابہ تک ثقہ ہوں، صداقت و عدالت سے متصف ہوں اور ضبط و حفظ میں کامل ہوں، تدلیس اور اختلاطِ حافظہ سے محفوظ

not found.

ہوں، معنعن روایت ہو تو شیخ سے راوی کا لقاء ضروری ہے، اور علل وشذوذ سے خالی ہو، اس سلسلہ میں آپ کے سامنے امام بخاری کے طریقہ اخذ و روایت کے متعلق ہم حافظ سخاوی کا ایک بیان نقل کرتے ہیں، وہ اپنی مشہور کتاب فتح المغيث (ص: ۱۸) میں لکھتے ہیں:

''امام بخاری نے اپنے شیوخ و اساتذہ سے لے کر صحابی[1] رسول اللہ ﷺ تک ہر طبقہ میں دو عادل راویوں کی شرط قرار دی ہے، اور امام حاکم اور امام بیہقی کے حوالہ سے انہوں نے ان کی شرط کا تفصیل سے ذکر کیا ہے، لیکن بعض احادیث میں اس کا عموم باقی نہیں رہا، اس لئے شرط کے بجائے بالعموم التزام کے لفظ کا ذکر کیا جا سکتا ہے، کیونکہ جامع صحیح بخاری میں بعض غریب حدیثیں بھی موجود ہیں، جس کی طرفِ اول میں غرابت ہے۔ چنانچہ ''إنما الأعمال بالنيات'' طرف اول میں غرابت ہے اور آخر میں کثرت و تعدد ہے، اس لئے اس قسم کا نام غریب مشہور ہے۔''

(مقدمه ابن الصلاح: ۱۳۸ و ظفر الأماني: ۱٤۳)

اسی طرح بخاری کی آخری حدیث ''كلمتانِ خفيفتان على اللسان...'' کے طرف اول میں تفرد ہے۔ (ظفر الأماني: ۲۹)

لیکن اس تفرد کے باوجود وہ اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیثیں ہیں، ائمہ حدیث نے تسلیم کیا ہے کہ ہر طبقہ میں اثنینیت کا عموما التزام ہے، لیکن مدار علیہ اور شرط نہیں ہے، کیونکہ بعض صحابہ کرام سے صرف ایک ہی شخص راوی ہے اور اس کی حدیث بھی بخاری میں موجود ہے۔

(ظفر الأماني: ۷۲)

اس موقع پر حافظ ابن حجر نے یہ محاکمہ کیا ہے کہ بعض صحابہ کرام کے رواۃ میں تعددِ اثنینیت تو نہیں ہے، لیکن اس کے مابعد ہر طبقہ میں ہے۔

---

[1] صحابی کی تعریف امام بخاری اور دیگر محدثین نے یہ فرمائی ہے: كل ما رأى النبي صلى الله عليه وسلم ولو ساعة وإن لم يجالسه . یعنی جس نے بحالت اسلام نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہو، خواہ ہم نشینی کا شرف نہ ملا ہو۔ (تهذيب الأسماء للنووي: ۱/ ۱٤) (مؤلف)

not found.

(مقدمه فتح الباري: ٨ و إرشاد الساري : ١/ ٢٠ و ظفر الأماني: ٧٣)

اس موقع پر حافظ سخاوی لکھتے ہیں کہ میں نے امام حاکم کی ایک اور عبارت میں صحابہ کرام کا استثناء بھی دیکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے پہلے کلام سے رجوع کیا اور صحابہ کے حق میں اس شرط کو باقی نہیں رکھا۔ حافظ سخاوی لکھتے ہیں:

”وحینئذ فکلام الحاکم قد استقام .“ (فتح المغيث: ١٨)

یعنی امام حاکم کا کلام بجا درست رہ گیا، اور ثابت ہوا کہ بعض صحابہ ﷛ سے اگرچہ صرف ایک تابعی راوی تھے، لیکن اس کے بعد ہر طبقہ میں تعدد اثنینیت رواۃ میں موجود ہے۔ بہرحال ہر طبقہ میں تعدد ہو یا کسی خاص طبقہ میں وحدت وتفرد ہو، حدیث کی صحت اور ثبوت کے لیے کافی ہے۔

قرآنِ کریم نے بعض خبروں و شہادتوں کے لیے چار شہود کی ضرورت بتلائی ہے، بعض جگہ پر دو گواہوں کو کافی بتلایا ہے: کما قال اللّٰہ تعالیٰ:

﴿وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنكُمْ﴾ [الطلاق: ٢]

﴿مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ﴾ [البقرہ: ٢٨٢]

”یعنی دو گواہ عادلین پسندیدہ لوگوں میں سے مقرر کرلو۔“

بعض جگہ صرف ایک عادل ضابط شخص کے بیان کو معتبر قرار دیا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں متعدد مثالیں خبر واحد کے قبول کرنے کی موجود ہیں، جیسے حضرت موسیٰ ◆ نے خبر واحد کا اعتبار کیا اور مدین گئے، اور یعقوب ◆ نے بشیر کی خبرِ واحد پر کنعان سے مصر کا سفر قبول کیا۔ [1] وغیر ذلك

اعتبار خبر واحد:

١۔ حافظ ابن حجر ؒ لکھتے ہیں:

[1] دیکھیں: القصص: ٢٠، یوسف: ٩٦

"تقبل رواية الواحد إذا جمع أوصاف القبول. "

(لسان الميزان: ١/ ١٩و فتح المغيث: ١٣)

"یعنی جب اوصافِ قبول راوی میں جمع ہوں، تو خبر واحد کا اعتبار کیا جائے گا۔"

۲۔ علامہ ابن حزم لکھتے ہیں کہ جو روایت سلسلہ آحاد (الواحد عن الواحد) سے مروی ہو کر نبی ﷺ تک متصل ہو اور یہ آحاد عدول وثقہ ہوں:

"وجب العمل به ووجب العلم بصحته أيضاً . "

(الإحكام في أصول الأحكام: ١/ ١٠٨)

"تو اس کے مطابق عمل بھی واجب ہوگا اور اس کی صحت کا علمِ یقین بھی حاصل ہوگا۔"

۳۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ لکھتے ہیں کہ جب اخبار آحاد کے لیے قرائن صدق موجود ہوں، مثلاً اس کی سند صحیح ہو، مصنف نے صحت کا التزام کیا ہو، رواۃ کی ثقاہت معلوم ہو تو ایسے اخبار آحاد سے علم یقینی حاصل ہوگا اور اس پر عمل بھی واجب ہوگا۔

(رد المنطقيين: ٣٨)

۴۔ صاحب غاية التحقيق لکھتے ہیں:

"ذهب أكثر أصحاب الحديث منهم أحمد بن حنبل و داود الظاهري إلى أن الأخبار التي حكم أهل الصنعة بصحتها يوجب علم اليقين لأن خبر الواحد لو لم يفد العلم لما جاز اتباعه لقوله تعالى: ﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ﴾ وقد انعقد الإجماع على وجوب الاتباع فيستلزم إفادة العلم لا محالة." (غاية التحقيق: ١٥٥)

یعنی امام احمد بن حنبل وغیرہ محدثین نے اس خبر واحد کو جو سند صحیح سے مروی ہو مفید یقین سمجھا ہے، اگر یہ خبر واحد مفید یقین نہ ہوتی تو اس کے مطابق عمل واجب نہ ہوتا، حالانکہ وجوبِ عمل پر امت کا اجماع ہے۔

۵۔ خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

"خبر الواحد مقبولٌ، والعمل به واجب ." (كفايه: ٤٣٢)

''یعنی خبر واحد کا اعتبار کیا جائے گا اور اس کے مطابق عمل لازم ہوگا۔''

چنانچہ حدود، کفارات، ہلال رمضان، ہلال شوال اور احکام عتاق وغیرہ میں خبر واحد ہی سے فیصلہ ہوتا ہے۔

٦۔ امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"قد جاء الشرع بوجوب العمل بخبر الواحد ولم يزل الخلفاء الراشدون وسائر الصحابة فمن بعدهم من السلف والخلف على امتثال خبر الواحد." (مقدمه نووي شرح صحيح مسلم: ٢٢)

''یعنی خبر واحد کے مطابق وجوب عمل ایک امر شرعی ہے، صحابہ، خلفاء اور تمام سلف وخلف کا خبر واحد پر عمل رہا ہے۔''

بنا بریں صحیح بخاری کی وہ تمام فرد وغریب روایات جن کے سلسلہ سند میں کسی جگہ بھی راوی واحد کا تفرد ہو، ائمہ حدیث نے ان کو صحیح قرار دیا ہے۔

(مقدمه ابن الصلاح: ١٣٨ و ظفر الأماني: ١٤٢)

بہر حال ایسی اخبار آحاد جو بخاری میں موجود ہیں، وہ سنداً صحیح اور صحتِ سند و ثقاہتِ رواۃ کے بعد وہ یقیناً موجب علم وعمل ہیں۔

not found.

رواۃِ صحیح بخاری

گزشتہ مباحث سے یہ واضح ہوچکا ہے کہ رواۃ کی توثیق وتعدیل اور ضبط و حفظ مشہور عالم ہوتی ہے، جس کو معاصرین ائمہ مشاہدات وتجربات سے اچھی طرح جانتے ہیں، پس جن جن رواۃ سے امام بخاری ومسلم نے تخریج واحتجاج کیا ہے، یہ وہ رواۃ تھے جن کی صداقت و عدالت اور ضبط وحفظ پر علمائے امت اور جمہور کا گویا اجماع ہوچکا ہے، کیونکہ امام بخاری ومسلم کی احادیثِ مسندہ متصلہ کی صحت پر جمہور امت کا اتفاق ہوچکا ہے۔(جیسا کہ آگے چل کر آپ ملاحظہ کریں گے) تو صحیحین کی صحت پر اجماع بطریق التزام توثیقِ رواۃ پر اجماع کا موجب ہے، کیونکہ جب سے صحیح بخاری کا تذکرہ ائمہ فن کی زبان پر آیا، اس کی صحت ایک مسلمہ حقیقت تصور کی جانے لگی، یہ قبولیتِ عامہ اسے صدیوں سے حاصل ہے، اگر اسے عملی تواتر کہا جائے تو بجا ہے۔ یہ تواتر جس طرح صحیح بخاری کے متون کے متعلق معلوم ومسلّم ہے، اسی طرح اسانید و رجال کی صحت بھی اسے لازم ہے، امام بخاری رحمہ اللہ بحمداللہ بہترین رجال واسانید کے لانے پر قادر تھے، کیونکہ وہ معرفتِ رواۃ وعلل میں ماہر تھے۔

امام بخاری کی معرفتِ رواۃ وعلل احادیث:

۱۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ و حافظ ابن کثیر وغیرہ ناقل ہیں کہ حاشد بن اسماعیل نے بیان کیا کہ میں نے محدث کامل اسحاق بن راہویہ کو دیکھا کہ وہ منبر پر جلوہ گر ہیں، ایک حدیث کے اثناءِ بیان امام بخاری رحمہ اللہ نے کچھ اختلاف ظاہر کیا، تو امام ابن راہویہ نے فوراً امام بخاری کے قول کو قبول کرتے ہوئے فرمایا:

”لو كان في زمن الحسن البصري لاحتاج إليه لمعرفته بالحديث وفقهه .“

(مقدمه فتح الباري: ٥٧٠ و تهذيب الأسماء للنووي: ١/ ٦٩، تهذيب التهذيب: ٩/ ٩٣ و البدايه والنهايه: ١١/ ٢٥)

”یعنی اگر امام بخاری رحمہ اللہ حسن بصری کے زمانہ میں ہوتے تو حسن بصری بھی کمال معرفت وفقہ وبصیرت میں ان کے محتاج ہوتے۔“

۲۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ محدث عمرو بن علی فلاس کے اصحاب وتلامذہ نے مجھ سے ایک حدیث کے متعلق دریافت کیا، میں نے ان سے کہا: ”لا أعرفه“ کہ میں اس حدیث کو نہیں جانتا۔ فلاس کے تلامذہ نے اس کو میری لاعلمی پر محمول کیا اور مسرور ہو کر اپنے شیخ فلاس سے اس کا تذکرہ کیا، تو فلاس نے ان سے کہا یہ ان کی لاعلمی نہیں ہے:

”حديث لا يعرفه محمد بن إسماعيل ليس بحديث.“

(مقدمه فتح الباري: ٥٧٠ و تهذيب الأسماء للنووي: ١/ ٦٩)

”بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جس حدیث کے متعلق وہ فرمائیں کہ میں نہیں جانتا وہ دراصل ”حدیث“ ہوتی ہی نہیں۔“

۳۔ امام بخاری کی معرفت وبصیرت کا یہ حال ہے کہ اپنے شیوخ کے حالات کے علاوہ صحابہ کرام وتابعین عظام تک کے حالات سے پوری طرح باخبر تھے، چنانچہ آپ نے فرمایا:

”لا أجيء بحديث عن الصحابة والتابعين إلا عرفت مولد أكثرهم و وفاتهم ومساكنهم.“

”یعنی جن صحابہ وتابعین کی حدیثوں کو میں نے قبول کیا ہے، ان کی جائے ولادت اور مقام وفات اور ان کے وطن ومسکن تک سے خوب واقف ہوں۔“

نیز فرمایا:

"لست أروي حديثا من حديث الصحابة والتابعين إلا وله أصل أحفظ ذلك عن كتاب الله وسنة رسوله. "

(مقدمه فتح الباري: ٥٧٥، إرشاد الساري: ١/ ٣٤)

''یعنی میں صحابہ وتابعین کی جو حدیث موقوف یا مقطوع روایت کرتا ہوں، کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ سے اس کی اصل میرے علم میں محفوظ رہتی ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ جس قدر موقوف یا مقطوع روایات صحیح بخاری میں ہیں، امام بخاری کو ان کی اصل صحت پر اطمینان کامل ہوتا ہے۔

۴۔ امام بخاری کی کثرتِ معرفت اور تبحر کا حال اس واقعہ سے بھی معلوم ہوگا کہ جس کے ناقل محمد بن ابی حاتم وراقِ بخاری ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ امام وکیع کتاب الہبہ کے لیے صرف دو حدیث مسند لا سکے اور عبداللہ بن مبارک اپنی کتاب الہبہ میں صرف پانچ مسند حدیثوں کو لا سکے، لیکن امام بخاری نے کتاب الہبہ کے نام سے ایک مستقل تصنیف چھوڑی اور اس میں متعلقہ باب میں پانچ سو حدیثوں کو جمع فرمایا۔

(مقدمه فتح الباري: ٥٧٥)

۵۔ امام بخاری علل حدیث کے ماہر تھے، یعنی ان احادیث کی معرفت رکھتے تھے، جو ظاہر میں صحیح وسالم ہیں، مگر بعض خفی و غامض وجوہ اس کے قبول میں قادح ہوں، متفقہ طور پر امام بخاری رحمہ اللہ علل خفیہ کی معرفت میں تمام ائمہ حدیث کے مابین فرد فرید مانے گئے ہیں۔ امام ذہلی شیخ بخاری فرماتے ہیں کہ امام بخاری علل حدیث سے ایسے واقف ہیں، جیسے کوئی ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ سے واقف ہو۔

(تهذيب الأسماء: ١/ ٦٩)

ایک بار امام مسلم رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ایک حدیث کی سند کے متعلق امام مسلم نے کہا کہ سب سے بہتر اس حدیث کی سند ''جریج عن موسیٰ بن عقبہ'' کی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا: مگر یہ حدیث معلول ہے، امام مسلم کانپ اٹھے اور

لا إله إلا اللّٰہ پڑھنے لگے، پھر کہنے لگے مجھے اس کی علت خفیہ قادحہ سے مطلع فرمائیے، امام بخاری ﷬ نے فرمایا رہنے بھی دو، " فألح عليه وقبل رأسه و كاد أن يبكي " امام مسلم ﷬ بڑی عاجزی کے ساتھ امام بخاری ﷬ کے سر کو چومنے لگے اور رونے والی صورت بنالی۔امام بخاری ﷬ نے اس روایت کی ایک غیر معلول اور صحیح قوی سند بیان کر دی، امام مسلم ﷬ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"دعني حتى أقبل رجليك يا أستاذ الأستاذين و يا سيد المحدثين وطبيب الحديث في علله ."

(مقدمه فتح الباري: ٥٧٦ و تهذيب الأسماء: ١/ ٧٠ و إرشاد الساري: ١/ ٣٤ و البدايه والنهايه: ١١/ ٢٦)

"یعنی اے استاذ الکل اور سردار طائفہ محدثین اور اے طبیبِ علل حدیث مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے دونوں پاؤں کا بوسہ لوں۔ (امام حاکم نے تاریخ نیساپور اور امام بیہقی ﷬ نے مدخل میں اس واقعہ کونقل کیا ہے۔)

امام ترمذی ﷬ فرماتے ہیں:

"لم أر بالعراق ولا بخراسان في معنى العلل والتاريخ ومعرفة الأسانيد أعلم من محمد بن إسماعيل." (تهذيب الأسماء للنووي: ١/ ٧٠)

"یعنی امام بخاری سے بڑھ کر اسانید کی معرفت اور علل پر اطلاع اور کسی کو حاصل نہ تھی۔"

بلا ریب امام بخاری جیسی متبحر عالم اور عارف و حافظ الحدیث ہستی اب تک دنیائے ہست و بود میں پیدا نہیں ہوئی۔ ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا چمن میں دیدۂ ور پیدا

not found.

امام بخاری ؒ اور حفظِ حدیث

مشیت ایزدی نے احادیث کی حفاظت و اشاعت کے لیے ایک ایسا گروہ پیدا فرمایا جس کا کام سنن نبویہ کو سینوں اور صحائف میں محفوظ کر لینا تھا، میں نے اس بحث کو ''صیانۃ الحدیث'' میں مفصلاً لکھا ہے کہ کس طرح صحابہ کرام میں حضرت ابوہریرہ وغیرہ اور تابعین عظام میں امام زہری، اور اسحاق بن راہویہ، حافظ ابو زرعہ، حافظ دارقطنی اور امام ترمذی وغیرہ نے اپنے اپنے زمانہ میں احادیث نبویہ کو نوک زبان رکھا اور کس درجہ اس کا اہتمام رکھا، اس طرح کی تفصیلات کے لیے آپ اس رسالہ کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین تا بہ مصنفین صحاح ستہ ہر دور میں احادیث کو زبانی یاد رکھنے اور صحائف میں محفوظ رکھنے کا تسلسل موجود تھا۔

۱۔ امام بخاری ؒ کے مددگار کاتب محمد بن ابی حاتم بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری ؒ نے فرمایا کہ میں گیارہ برس کی عمر میں امام داخلی وغیرہ کے پاس درس حدیث کے سلسلہ میں آنے جانے لگا اور سولہ برس کی عمر میں میں نے حضرت عبداللہ بن مبارک ؒ اور امام وکیع وغیرہ کی کتب حدیث حفظ کر لیں۔ (مقدمہ فتح الباری: ٥٢٤)

۲۔ امام بخاری ؒ کے رفقائے درس بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری ؒ ہمارے ساتھ بصرہ کے شیوخ حدیث کے پاس جاتے، ہم سب تو احادیث قلم بند کر لیتے اور یہ کسی حدیث کو نہیں لکھتے، سولہ سترہ دن جب اسی حالت میں گزر گئے، تو ہم نے ان کو ملامت کی کہ جب تم احادیث کو ضبطِ تحریر میں نہیں لاتے، تو اس طرح وقت ضائع

کرنے کا کیا فائدہ؟ امام بخاری ﷬ نے فرمایا کہ جو کچھ ان سولہ سترہ دنوں میں میں نے شیخ سے سنا ہے مجھے بخوبی یاد ہے، آپ لوگ اپنی لکھی ہوئی کاپیاں نکالیے اور مجھ سے زبانی سنئے، چنانچہ امام نے اپنے حافظہ سے سنانا شروع کیا، پندرہ ہزار سے زائد حدیثیں (جو اس وقت تک ہم نے حاصل کی تھیں) امام بخاری ﷬ نے پوری صحت کے ساتھ ہم کو سنا دیں۔ (تذكرة الحفاظ: ٢/ ١٣٣ و مقدمه فتح الباري: ٥٦٤)

۳۔ امام بخاری کئی لاکھ احادیث کے حافظ تھے اور ان میں سے ایک لاکھ صحیح حدیثیں بھی نوک زبان تھیں، خود امام فرماتے ہیں:

"أحفظ مائة ألف حديث صحيح." (مقدمه ابن الصلاح: ٨ و تذكره: ٢/ ٣٣)

۴۔ جب امام بخاری ﷬ بغداد میں رونق افروز ہوئے تو آپ کے کمال ذکاوت و حافظہ کا جو غلغلہ بلند تھا، بغداد کے محدثین نے اس کا امتحان لینا چاہا، چنانچہ ان اصحاب حدیث نے سو حدیثوں کی اسانید و متون الٹ پلٹ کر آپ کے سامنے پیش کئے، امام بخاری ﷬ نے ہر متن کو اس کی اصل سند کے ساتھ اور ہر سند کو اس کے اصلی متن کے ساتھ ملحق کر کے ترتیب وار سنا دیا:

"فأقر الناس له بالحفظ وأذعنوا له بالفضل."

(مقدمه فتح الباري: ٥٧٣، إرشاد الساري: ١/ ٣٤ و فتح المغيث: ١١٦، مقدمه ابن الصلاح: ٤٥، وفيات الأعيان: ٣/ ٥٤١ و جامع بيان الأصول لابن أثير الجزري: ١٠٩ و مرآة الجنان: ٢/ ١٦٧ و إتحاف النبلاء: ٣٥٠ و ظفر الأماني: ٢٣٨)

یعنی علمائے دین و محدثین نے امام بخاری کو امتحان میں کامیاب پا کر آپ کے کمال حفظ اور فضل و منزلت کا کھلے دل سے اعتراف اور یقین کیا۔

یہاں کمال حافظہ کی سب سے قوی دلیل ہے کہ سو غلط سندوں کو جن کو امام بخاری نے ایک ہی بار اسی مجلس میں سنا تھا، لیکن کمال ہے کہ جس ترتیب سے سنا تھا، اسی ترتیب سے دہرا دیا۔

not found.

اعلام:

یہ بغداد وہی مقام ہے، جہاں محدث ابن ابی شیبہ آئے تو ان کے استقبال میں پورا بغداد اُمنڈ آیا، لیکن جب بیانِ حدیث کے لیے منبر پر جلوس فرما ہوئے تو حافظہ سے بیان کرنے سے ڈر گئے اور کتاب سامنے رکھ کر حدیثوں کو سنایا، حافظ سخاوی لکھتے ہیں کہ پہلے تو حافظہ سے بیان کرنا چاہا اور "حدثنا شريك" کہہ کر آگے بڑھنا ہی چاہتے تھے کہ فرمانے لگے: "هي بغداد، وأخاف أن تزل قدم بعد ثبوتها " یعنی یہ بغداد ہے، یہاں لغزشِ قدم کا مجھے خوف ہے۔ بہر حال حافظہ سے بیان کی ہمت نہ لا سکے۔ اسی طرح محدث علی بن مدینی ﵀ کا ایک واقعہ ہے کہ جب بغداد سے قریب مقام سامرّا میں پہنچے اور مجلسِ حدیث میں حافظہ سے بیان کرنے بیٹھے، تو پہلی ہی حدیث میں حافظہ کی غلطی پکڑ لی گئی۔

(فتح المغيث: ٢٦٩)

حالانکہ یہ ائمہ جلیل الشان حفاظ حدیث میں سے ہیں، لیکن حافظہ خطا کر گیا، اب اس کے مقابلہ میں امام بخاری ﵀ کے کمالِ حفظ کو دیکھئے کہ مقلوب الاسناد والمتن احادیث کو کس طرح ترتیب وصحت کے ساتھ بیان فرمایا کہ دنیا ان کے اس واقعہ کو آج تک ان کے کمال حافظہ پر شواہد عالیہ میں شمار کرنے پر مجبور ہے۔

۵۔ جب امام بخاری ﵀ سمرقند گئے، تو وہاں چار سو محدثین جمع ہوئے، امام بخاری ﵀ کو مغالطہ دینے کے لیے شامی رواۃ کا نام عراقی متن میں اور عراقی رواۃ کا نام شامی متن میں اور اسی طرح اہل یمن کا نام شامی رواۃ کے متن میں اور اہل شام کا نام یمنی رواۃ کے متن میں ڈال کر احادیث پیش کیں، امام بخاری ﵀ نے ہر اسناد کو اس کے متن کے ساتھ ملحق کر دیا، شامی رواۃ کو شامی متن، عراقی رواۃ کو عراقی متن اور یمنی رواۃ کو یمنی متن کے ساتھ وابستہ کر کے بیان کر دیا۔

"فما استطاعوا مع ذلك أن يتعلقوا عليه بسقطة. "

(مقدمه فتح الباري: ٥٧٤،إرشاد الساري: ١/ ٣٤ و البداية والنهاية: ١١/ ٢٥)

یعنی یہ امتحان لینے والے چار سو❶ محدثین کسی سند اور متن کے معاملہ میں امام بخاری ﷫ کی ادنیٰ لغزش نہ نکال سکے۔

۶۔ جب امام بخاری ﷫ بصرہ تشریف لے گئے، لوگوں نے مجلس املاء کی خواہش ظاہر کی، آپ نے منظور فرما لی، دوسرے دن اعلان عام ہوا، بصرہ کے تمام محدثین، حفاظ اور فقہا ہزار ہا ہزار کی تعداد میں جمع ہوئے، اس مجمع عام میں آپ نے فرمایا:

اے اہل بصرہ! میں آپ کے شہر بصرہ ہی کے راویوں سے آج وہ حدیثیں بیان کروں گا، جو اب تک آپ کے علم میں نہیں ہیں۔ چنانچہ بصرہ کے راویوں کے سلسلہ سے تمام روایتیں کمال حافظہ سے اسی مجلس میں املاء کرا دیں۔

(مقدمه فتح الباري: ٥٧٥ و إرشاد الساري: ١/ ٣٤)

۷۔ جب امام بخاری ﷫ بلخ گئے تو وہاں کے لوگوں نے املاءِ حدیث کے لیے آپ سے درخواست کی، امام بخاری ﷫ نے منظور کر لی اور ایک ہزار حدیثیں ان کو ایسی لکھوائیں، جو ہزار بلخی راویوں سے مروی تھیں، یہ رواۃ سب کے سب اہلِ بلخ ہی تھے۔ (إرشاد الساري: ١/ ٣٤)

مقام غور ہے کہ سمرقند جا کر اہلِ سمرقند کے حسب خواہش صرف شامی، عراقی، یمنی رواۃ سے، بصرہ جا کر صرف بصری رواۃ سے اور بلخ میں صرف بلخی رواۃ سے احادیث کو حافظہ سے بیان کرنا اور اس کا املاء کرانا آپ کی قوت استحضار اور اس کمالِ حفظ اور وسعتِ علم پر پوری طرح دلالت کر رہا ہے کہ طرق کثیرہ اور متون متعلقہ کس طرح ہزار ہا ہزار آپ کے خزانہ میں محفوظ تھے اور ان کے استخراج و استحضار پر کیسی عظیم قدرت تھی۔ بلاشبہ آج کے دور میں ایسے آدمی ہوتے تو قدرت کا ایک معجزہ متصور ہوتے۔

۸۔ امام بخاری ﷫ امام فریابی ﷫ کے درسِ حدیث میں شامل تھے، امام فریابی نے

❶ ایک ممتحن سیکڑوں طلبہ کا امتحان لے سکتا ہے اور یہاں ایک کے امتحان کے لیے چار سو ممتحن ہیں، اس فرق کو بھی ملحوظ رکھیے، تب امام بخاری کے کمال حفظ اور سختی امتحان میں ان کی کامیابی کا صحیح اندازہ ہو سکے گا۔ (مؤلف)

سلسلہ سند میں راویوں کے نام کے بجائے صرف ان کی کنیت پر اکتفا کیا، تو اس مجلس میں امام بخاری ؒ تنہا وہ شخص تھے، جنہوں نے ہر ایک کنیت کا نام بتا دیا۔

(مقدمه فتح الباري: ٥٦٤)

اس سے واضح ہوا کہ امام بخاری کو نہ صرف حدیثیں اور اس کی سندیں یاد رہتی تھیں، بلکہ سندوں میں آنے والے راویوں کے نام اور ان کی کنیت وغیرہ کے بھی آپ حافظ تھے۔

۹۔ امام داخلی کی مجلسِ حدیث منعقد تھی، امام داخلی نے سلسلہ سند میں ایک راوی کا نام ''أبو الزبیر عن ابراہیم'' بیان کر دیا، امام بخاری نے شیخ کو متوجہ کیا کہ صحیح ''عن زبیر بن عدی عن ابراہیم'' ہے، شیخ نے کتاب کی طرف مراجعت فرما کر کہا:
"صدقت " تم نے سچ کہا۔ (مقدمه فتح الباري: ٥٦٤)

۱۰۔ ایک بار امام بخاری ؒ ابن راہویہ کی مجلسِ درس میں تشریف فرما تھے، یکا یک محدث ابن راہویہ نے امام بخاری سے ایک راوی عطاء کیخارانی کے متعلق پوچھا: "أيش كيخاران " یعنی کیخاران کیا چیز ہے؟ امام بخاری کی وسعت حفظ دیکھئے، فی الفور جواب دیا کہ کیخاران یمن کے ایک گاؤں کا نام ہے، جب حضرت معاویہ ♦ نے فلاں صحابی کو یمن بھیجا تھا، تو اس حدیث کو عطاء کیخارانی نے ان سے وہیں سنا تھا۔

(مقدمه فتح الباري: ٥٧٠ و تهذيب التهذيب: ٩/ ٣٩)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ امام بخاری ؒ کے حافظہ میں احادیث، ان کے رواۃ، ان کے اسماء و کنیٰ، ان کے مقاماتِ سکونت، ان کے اساتذہ وشیوخ اور زمانہ اخذ حدیث وغیرہ متعلقہ چیزیں سب کچھ محفوظ رہتی تھیں۔ علامہ عینی امام بخاری ؒ کے انہی کمالات حافظہ پر کیا خوب ادیبانہ انداز میں لکھتے ہیں:

"الحافظ الحفيظ، الشهير المميز، الناقد البصير الذي شهدت بحفظه العلماء الثقات، واعترفت بضبطه المشائخ الأثبات."

(عمدة القاري: ١/ ٢)

''یعنی امام بخاری کے حافظ، حفیظ، ناقد اور بصیر ہونے پر بڑے بڑے ائمہ ثقات کی شہادت موجود ہے۔''

انسائیکلو پیڈیا کے مصنفین نے بھی امام بخاری رحمہ اللہ کے کمال حافظہ کی بابت لکھا ہے کہ:

''امام بخاری کا حافظہ و استحضار اس غضب کا تھا کہ ان کے معاصرین ائمہ تک کو وہ ایک کرامت نظر آتا تھا۔'' (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا: ۴/ ۰۷۷، طبع پانزدہم) ❶

امام بخاری رحمہ اللہ کے انتخاب پر ائمہ حدیث کا اطمینان:

۱۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے اساتذہ حدیث کی کتب حدیث سے صرف انہی حدیثوں کو جامع صحیح بخاری میں شامل کرنے کے لیے منتخب کیا جو ان کی شرائط کے مطابق تھیں، چنانچہ جب شیخ اسماعیل بن ابی ادریس کی کتاب سے امام بخاری رحمہ اللہ نے چند احادیث کا انتخاب کر لیا تو ان منتخب احادیث کو اسماعیل بن ابی ادریس نے اپنے لئے علیحدہ لکھ لیا اور اس پر یہ الفاظ لکھے:

"هذه الأحاديث انتخبها محمد بن إسماعيل من حديثي."

''یعنی یہ وہ حدیثیں ہیں، جن کو محمد بن اسماعیل (بخاری) نے میری حدیثوں میں سے منتخب کر لیا ہے۔''

اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کے شیوخ امام بخاری کے انتخاب کو ایک بہتر انتخاب سمجھتے تھے اور اس پر اطمینان فرماتے تھے۔

(مقدمه فتح الباري: ٥٦٨ و تهذيب التهذيب: ٩/ ٥٠)

۲۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے انہیں شیخ اسماعیل بن ابی ادریس نے امام بخاری سے فرمایا:

"انظر في كتبي، وجميع ما أملك لك، وأنا شاكر لك أبدا ما دمت حياً." (مقدمه فتح الباري: ٥٦٨)

''یعنی آپ میری کتب حدیث پر ناقدانہ نظر ڈال کر صحیح و سقیم کو ممتاز کر دیجئے،

---

❶ از افادات حضرت مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی رحمہ اللہ۔ (مؤلف)

not found.

میں حق الخدمت کے طور پر اپنی ملکیت بھی آپ کی نظر کروں گا اور تابقائے حیات آپ کا شکر گزار رہوں گا۔"

اس روایت سے معلوم ہوا کہ مشائخ حدیث و ائمہ فن امام بخاری ؒ کے علم و معرفت پر کامل اطمینان فرماتے اور ان کی نظر کو اپنی نظر سے زیادہ بہتر و قابل اعتماد سمجھتے تھے۔

۳۔ اسی طرح شیخ عبداللہ بن یوسف تنیسی نے امام بخاری ؒ سے فرمایا:

"يا أبا عبدالله! انظر في كتبي، وأخبرني بما فيها من السقط."

(مقدمه فتح الباري: ٥٦٩)

"یعنی آپ میری کتب حدیث کو دیکھئے اور اس میں جو کچھ لغزشیں ہوں ان سے مجھے مطلع فرمایئے۔"

۴۔ اسی طرح شیخ محمد بن سلام بیکندی نے امام بخاری ؒ سے فرمایا:

"اُنظر في كتبي فما وجدت فيها من خطأ فاضرب عليه."

(مقدمه فتح الباري: ٥٧٠ و مقدمه قسطلاني)

"یعنی آپ میری کتب حدیث کو دیکھئے اور اس میں جو خطا و غلطی ہو اس پر آپ نشان لگا دیجئے یا ان کو قلم زد کر دیجئے۔"

۵۔ امام بخاری ؒ کی خداداد ذہانت، بصیرت اور قوت حافظہ پر تمام ائمہ کو اعتماد تھا، اس لئے ان کی توثیق رواۃ اور تصحیح احادیث کا بھی ائمہ حدیث کو اعتبار ہوتا تھا۔ امام دارمی کے متعلق حافظ ابن حجر ؒ لکھتے ہیں:

"سئل الدارمي عن حديث قيل له: إن البخاري صححه، فقال: محمد بن إسماعيل أبصر مني، وأكيس خلق الله."

(مقدمه فتح الباري: ٥٧١)

"یعنی کسی نے امام دارمی (صاحب مسند دارمی) سے ایک حدیث کے متعلق سوال

not found.

کیا (معلوم نہیں امام دارمی نے کیا جواب دیا) اور سائل نے بتلایا کہ اس حدیث کو امام بخاری نے صحیح قرار دیا ہے، اس پر امام دارمی نے فرمایا کہ امام بخاری ؒ حدیث رسول اللہ ﷺ کے معاملہ میں مجھ سے زیادہ بصیرت رکھنے والے بلکہ ساری مخلوقِ خدا سے زیادہ علم ومعرفت والے ہیں۔''

انتباہ:

اس قسم کی صدہا شہادتیں موجود ہیں، ان میں سے کچھ واقعات آپ درایتِ بخاری کے ذیل میں آگے ملاحظہ کریں گے۔

امام بخاری ؒ کا اخذِ حدیث میں کمال احتیاط:

امام بخاری ؒ بلا شبہ طرق کثیرہ کے ساتھ لاکھوں احادیث کے حافظ تھے، لیکن جمع حدیث میں احتیاط کا یہ عالم تھا کہ جس کسی راوی کے وصف عدالت وصداقت سے متصف ہونے میں ذرا بھی رخنہ محسوس کرتے، اس کی کوئی بھی حدیث قبول نہ کرتے۔

۱۔ محمد بن حاتم ورّاقِ بخاری کا بیان ہے کہ امام بخاری ؒ نے فرمایا: ایک شخص سے میں نے اسّی ہزار حدیثوں کو حاصل کیا، لیکن وہ شخص بعض اسباب سے محل اعتراض ثابت ہوا تو میں نے اس کی ساری حدیثوں کو چھوڑ دیا۔ مزید فرمایا کہ بعض دوسرے رواۃ سے بھی اتنی ہی یا اس سے زیادہ حدیثوں کو محلِ نظر پانے کے بعد میں نے چھوڑ دیا۔ (مقدمه فتح الباري: ٥٦٨)

۲۔ اسی طرح حماد بن سلمہ اور سہیل بن ابی صالح سے باوجود ان کی جلالتِ شان کے امام بخاری نے ان کی کسی روایت کو قبول نہیں کیا، کیونکہ امام بخاری کو معلوم ہوا کہ حماد کے ایک عزیز حماد کی حدیثوں میں دوسری حدیثیں بھی شامل کر دیتے تھے، اور سہیل سے روایات اس لیے قبول نہیں کیں کہ ان کے سماع میں کلام ہے۔

(فتح المغيث: ١٧)

۳۔ عرب میں یہ مثل مشہور ہے: "الكذوب قد يصدق " کہ جھوٹا کبھی سچ بھی بولتا ہے، لیکن امام بخاری ﷬ اور اسی طرح دیگر ائمہ حدیث کے یہاں یہ قاعدہ ہے کہ پوری زندگی میں جس کا ایک مرتبہ بھی جھوٹ ثابت ہوجائے، اس سے کوئی روایت نہ لی جائے اور اس کی روایت کا قطعی اعتبار نہ کیا جائے۔ ہر صاحبِ ہوش وخرد انسان سمجھ سکتا ہے کہ اس قسم کی احتیاط اور نقد رجال کے بعد جو روایات امام بخاری ﷬ نے لی ہیں، وہ کس اعلیٰ معیارِ صحت پر ہوں گی؟ امام الائمہ سید الطائفہ جبل الحفظ امام بخاری ﷬ نے جس درجہ کمال احتیاط اور شرائط صحت کا التزام رکھا ہے، اس سے بڑھ کر مساعی انسانی وسعت سے خارج ہیں۔

امام بخاری کا طلبِ حدیث و اسفار:

طلبِ حدیث کے سلسلہ میں امام بخاری ﷬ نے طائف، جدہ، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا سفر فرمایا، بلکہ مکہ اور مدینہ کی مختلف مدتِ اقامت ہی میں صحیح بخاری ﷬ کو تصنیف فرمایا، اور بصرہ وکوفہ کے علاوہ بغداد کا بار بار سفر فرمایا، امام بخاری ﷬ نے خود فرمایا ہے:

"لا أحصي كم دخلت إلى الكوفة والبغداد." (مقدمه فتح الباري: ٤٧٨)

"یعنی میں بتا نہیں سکتا کہ بغداد اور کوفہ کتنی بار جانا ہوا ہے۔"

یہ بصرہ، کوفہ، بغداد وہ مقامات ہیں، جہاں ہر طرف سے اہل علم و اہل فضل جمع تھے اور حفاظتِ علم و اشاعتِ حدیث کے بڑے بڑے مرکز تھے۔

شام، مصر، خراسان، مرو، بلخ، ہرات وغیرہ کے صدہا شیوخ و اساتذہ حدیث سے آپ نے احادیث حاصل فرمائیں، اس طرح امام بخاری ﷬ نے صدہا مشائخ وفقہاء کے مجموعی علم وفضل کو جمع فرمایا، امام بخاری ﷬ نے خود فرمایا ہے:

"كتبت عن ألف شيخ من العلماء وزيادة . "

(مقدمه فتح الباري: ٤٧٩)

''یعنی میں نے ایک ہزار بلکہ اس سے زائد اساتذہ کی حدیثوں کو قلم بند کرلیا۔''

ہر مقام کے شیوخ کے نام تہذیب الأسماء للنووی، معرفۃ علوم الحدیث للحاکم اور تاریخ خطیب بغدادی میں تفصیل سے مذکور ہیں۔ مقدمہ بخاری میں مولانا احمد علی سہارنپوری محشی بخاری نے بھی قدرے بسط سے لکھا ہے۔

ان طول طویل مقامات کا شد رحال اور بکثرت اساتذہ سے طلبِ حدیث کے بعد بڑی جامعیت امام بخاری ﷫ میں پیدا ہوگئی تھی، اس وجہ سے آپ کی وسعتِ نظر اور کثرتِ اطلاع کا انکار بجز سفیہہ و بلید کے کوئی اور نہیں کرسکتا۔

مدح صحیح بخاری بحیثیت خوبی تصنیف:

۱۔ امام حاکم نیشا پوری ﷫ امام بخاری ﷫ کی تصنیفات کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ جس طرح امام بخاری احادیث کے ضبط و حفظ اور جمع و معرفت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، اسی طرح تصنیف کے معاملہ میں بھی یکتائے روزگار تھے، فرماتے ہیں:

"ولو قلت إني لم أر تصنیف أحد یشبه تصنیفه في الحسن والمبالغة لم أكن بالغت. "

(مقدمه فتح الباري: ۵۷۲ و مقدمه فتح الملهم: ۹۷)

''یعنی اگر میں یہ کہوں کہ امام بخاری ﷫ کی تصنیف کی مانند حسنِ تہذیب و کمال تنقیح میں مجھے اور کوئی بھی تصنیف نظر نہیں آئی، تو بلا شبہ ایسا کہنا کچھ مبالغہ نہ ہوگا۔''

۲۔ امام بخاری نے فرمایا کہ محدث یگانہ اسحاق بن راہویہ نے میری تصنیف کردہ کتاب تاریخ کو ملاحظہ فرمایا تو اس قدر خوش ہوئے کہ اسے امیر وقت عبداللہ بن طاہر کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا:

"ألا أریك سحراً ؟! " (مقدمه فتح: ۵۷۰)

کیا میں آپ کو ایک باکمال جادونگار کی جادوگری نہ دکھاؤں؟

ان کا مطلب یہ تھا کہ اس تصنیف کی بلاغت و لطافت تاثیر ونفوذ میں سحر ساحر کی مانند ہے۔ میں کہتا ہوں تاریخ صغیر وکبیر اگر سحر بخاری ہے تو تصنیف صحیح بخاری بجائے خود ایک معجزہ ہے۔ ؎

مضت الدهور وما أتين بمثله

ولقد أتیٰ فعجزن عن نظرائه

تاریخ صغیر وکبیر اور تاریخ اوسط کے علاوہ خلق افعال العباد، کتاب الضعفاء الصغیر، کتاب الھبہ، کتاب الکنی، الأدب المفرد، جزء رفع الیدین، جزء القراءة وغیرہا کتبِ حدیث بھی امام بخاری کی تصنیفات ہیں، مگر جو خوبی اور جو کمالِ صحت وتہذیب صحیح بخاری کو حاصل ہے، وہ اور کسی تصنیف کو حاصل نہ ہوئی۔

۳۔ بلاشبہ امام بخاری رحمہ اللہ نے تصنیفِ کتب میں ہمیشہ کمال درجہ محنت اور مسلسل تنقیح و تہذیب سے کام لیا ہے، فرمایا لوگ سمجھ نہ سکے کہ میں نے اپنی تاریخ کی تصنیف میں کیا کیا محنت وتعب اٹھائی ہے: "صنفته ثلٰث مرات" (مقدمه فتح الباري: ۵۷۵)

یعنی میں نے پہلے تاریخ کا مسودہ تیار کیا، پھر اس پر نظر ثانی میں حک و اضافہ ہوا، پھر اس دوسرے مسودہ پر سہ بارہ نظر کی، غرض تین تین بار لکھنے اور صاف کرنے اور ترتیب دینے کے بعد تصنیف تاریخ کی نوبت آئی ہے، لیکن اصل بلندیٔ مرتبت تو صحیح بخاری کے لیے طے تھی۔

۴۔ علامہ قسطلانی جامع صحیح بخاری کی خوبی تصنیف کے متعلق لکھتے ہیں:

"فللّٰه دره من تاليف رفع علم علمه بمعارف معرفته فيا له من تصنيف تسجد له جباه التصانيف فهو قطب سمآء الجوامع ومطالع الأنوار اللوامع." (إرشاد الساري: ۱/ ۳۱)

not found.

یعنی امام بخاری ؒ نے جامع صحیح بخاری کو تالیف فرما کر اپنے علوم و معارف کا جھنڈا بلند کر دیا، سبحان اللہ ان کی تصنیف کی خوبی کا کیا کہنا؟ جس کے سامنے بڑی بڑی تصنیفات کی پیشانیاں سجدہ ریز ہیں، دراصل فلکِ مسندات و جوامع پر صحیح بخاری بمثال ''قطب تارہ'' کے ثبت وفروزاں ہے، اور انوارِ حدیث کے لیے مطلع منور کی حیثیت سے نمایاں ہے۔

۵۔ نواب صدیق الحسن خاں صاحب نے صحیح بخاری نیز صحیح مسلم کے متعلق لکھا ہے کہ مؤلفات اسلامیہ اور تصنیفات دینیہ میں بلحاظ خوبی تصنیف ان کی نظیر عالم میں موجود نہیں ہے۔ (السراج الوھاج: ۳)

تصنیف صحیح بخاری کے وقت عمر شریف:

اب دیکھنا یہ چاہیے کہ صحیح بخاری شریف کی ترتیب وتسوید کے وقت امام بخاری ؒ کی عمر کیا تھی، مجھے صراحت تو کسی روایت سے نہ معلوم ہو سکی، لیکن بعض قرائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحیح بخاری کی تسوید کے وقت آپ کی عمر شریف جوانی کی تھی۔

اس سلسلے میں ایک قوی شہادت یہ ہے کہ امام بخاری ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۵۶ھ میں رحلت فرما گئے، کل عمر شریف ۶۳ برس کی ہوئی۔

اب مزید یہ امر ملحوظ رہے کہ جب امام بخاری ؒ نے صحیح بخاری کو تصنیف فرما لیا تو اپنے شیخ علی بن مدینی ؒ کے سامنے برائے ملاحظہ پیش کیا، یہ امام ۲۳۴ھ میں وفات پا گئے تھے۔

اسی طرح اپنی بخاری شریف کو امام بخاری ؒ نے امام احمد بن حنبل ؒ پر پیش کیا جو ۲۴۱ھ میں وفات فرما گئے۔

اسی طرح امام بخاری ؒ نے اسی کتاب کو امام یحییٰ بن معین ؒ کے سامنے پیش کیا جن کا سنہ وفات ۲۳۳ھ ہے۔

پس ان مضبوط قرائن سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ امام بخاری ؒ اپنی کتاب صحیح بخاری کی تصنیف سے ۲۳۳ھ سے قبل ہی فارغ ہو گئے تھے۔

not found.

اس حساب کے روشنی میں امام بخاری ﷬ کی عمر اس وقت تقریباً ۳۶۔۳۷ سال نکلتی ہے۔

افادہ:

بطور افادہ یہ بھی معلوم ہوا کہ امام بخاری ﷬ تصنیف بخاری کے وقت روایت و درایت کے جامع تھے، حافظ سخاوی ﷬ لکھتے ہیں کہ قاضی عیاض مشائخ اہل علم کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ صحت روایت بیس سال کی عمر میں اور درایت چالیس سال کی عمر میں حاصل ہوجاتی ہے۔ (فتح المغيث: ١٦٦)

چونکہ امام بخاری نے جوانی کے زمانہ میں بخاری شریف لکھی اس لئے تصنیف کے وقت درایت کا زمانہ بھی آپ کو حاصل رہا۔

نظر انصاف:

اب آپ اندازہ لگایئے کہ امام بخاری صحیح بخاری کی تیاری وتسوید کے وقت کیسی محنت وشب بیداری اور اجتہاد مسائل میں کس طرح سے دماغ سوزی ومسلسل خوشہ چینی میں سالہا سال شب ہائے دراز تک مصروف رہے، تب جا کر یہ کتاب جامع صحیح بخاری کی صورت میں جلوہ گر ہوئی ؎

بقدر الكد تكتسب المعالي   ومن طلب العلى سهر الليالي

مدّتِ تصنیف:

امام بخاری ﷬ نے صحیح بخاری میں بحذف مکررات تقریباً چار ہزار حدیثوں کو جمع فرمایا، مگر ان چار ہزار حدیثوں کی تہذیب وتنقیح میں عمر عزیز کا ایک طویل حصہ مصروف رکھا، جیسا کہ امام نووی ﷬ لکھتے ہیں:

۱۔ ”وبقي في تهذيبه وانتقائه ست عشرة سنة، وجمعه من ألوف مؤلفة من الأحاديث الصحيحة .“

not found.

(تهذيب الأسماء للنووي: ١/ ٧٤ و مقدمه نووي على شرح مسلم: ١١)

''یعنی ہزارہا ہزار احادیث صحیحہ سے صحیح بخاری کی حدیثوں کا انتخاب فرمایا اور اس کے مسودہ کو مرتب ومہذب کرنے پر سولہ برس صرف فرمائے۔''

۲۔ علامہ عینی ♋ لکھتے ہیں:

"وهو أول كتاب صنف في الحديث الصحيح المجرد، وصنفه في ست عشرة سنة." (عمدة القاري: ١/ ٥)

۳۔ علامہ قسطلانی ♋ نے لکھا ہے کہ صحیح بخاری کی تیاری وتصنیف پر سولہ برس کا زمانہ صرف ہوا۔ (إرشاد الساري: ١/ ١٣٤)

۴۔ ابو الفلاح حنبلی لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری کی تالیف وتکمیل میں سولہ برس صرف ہوئے۔
(شذرات الذهب: ٢/ ١٣٤)

۵۔ خود امام بخاری ♋ کا مقولہ مؤرخین نے نقل کیا ہے، آپ نے فرمایا:

"صنفت كتاب الصحيح في ست عشرة سنة."

(وفيات الأعيان: ٣/ ٣٣٠ و مرآة الجنان: ٢/ ١٦٨ و إتحاف النبلاء: ٥٠ و ظفر الأماني: ٣١ و مقدمه بخارى: ٤)

۶۔ مولانا نور الحق بخاری لکھتے ہیں: ♋

(تيسير القاري: ٤)

ظاہر ہے کہ جس کتاب کی تیاری میں غزارتِ علم، وسعتِ حافظہ، کثرت استحضار و معرفت عظیمہ کے باوجود سولہ برس کا زمانہ صرف ہوا ہے، اس کی تیاری وتنقیح وتہذیب میں انسانی حد تک کوئی کوتاہی اور بے احتیاطی عقلاً تسلیم نہیں کی جا سکتی، کیا سچ ہے۔ ع

گل است سعدی و در چشمِ دشمناں خار است

مقام تصنیف:

امام بخاری ♋ نے صحیح بخاری کے مسودہ کو کسی ایک جگہ بیٹھ کر نہیں لکھا، بلکہ حضر وسفر میں جہاں پہنچے مسودہ ساتھ رکھتے اور اس میں جمع وترتیب فرمایا کرتے۔ بلاشبہ

آخری تہذیب مکہ مکرمہ اور آخری تبویب وتبییض مدینہ منورہ میں انجام دی گئی ہے، لیکن مسودہ کے جمع وترتیب پر جو سولہ برس کا زمانہ صرف ہوا، وہ وقت دیگر مختلف بلاد میں بھی صرف ہوتا رہا۔

۱۔ امام حاکم نے فرمایا: محمد بن علی ؒ امام بخاری ؒ کا مقولہ نقل کرتے ہیں کہ امام نے فرمایا: ''أقمت بالبصرة خمس سنين مع كتبي أصنف.''

(تهذيب الأسماء للنووي: ۱/ ۷۵، مقدمه بخاری للسهارنپوری: ٤)

''میں نے پانچ برس بصرہ میں قیام کیا اور کتابیں میرے ساتھ تھیں، تصنیف کا سلسلہ جاری تھا۔''

۲۔ علامہ عینی ؒ لکھتے ہیں کہ ابن طاہر نے فرمایا کہ امام بخاری نے صحیح بخاری، بخارا میں تصنیف فرمائی، ابن بجیر ؒ نے کہا کہ مکہ میں تصنیف فرمائی، کسی نے کہا کہ بصرہ میں تصنیف فرمائی، کسی نے کہا کہ مدینہ میں تصنیف فرمائی۔ (عمدة القاری: ۱/ ٥)

میں کہتا ہوں کہ بعض اجزاء کو مقام فربر میں بھی تصنیف فرمایا۔ امام نووی ؒ و علامہ عینی ؒ لکھتے ہیں کہ اس میں باہم کچھ اختلاف نہیں ہے، بلکہ اصل یہ ہے کہ صحیح بخاری کی تصنیف ان میں سے ہر جگہ پر ہوتی رہی ہے، کچھ حصہ بصرہ اور کچھ حصہ بخارا میں اور کچھ حصہ مکہ اور مدینہ میں لکھا گیا، کیونکہ امام بخاری ؒ نے صحیح بخاری کی تسوید وتبییض کے مراحل سے گزرنے میں سولہ برس کا زمانہ صرف فرمایا تھا۔

۳۔ اسی طرح جن روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحیح بخاری کی تصنیف مسجد الحرام مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں ہوئی، اس میں بھی حافظ ابن حجر ؒ وغیرہ نے یہی تطبیق پیدا فرمائی ہے کہ مسودہ پر نظر ثانی مکہ مکرمہ میں ہوئی اور اصل تبییض مع الحاق ترجمۃ الابواب کا کام مسجد نبوی (مدینہ منورہ) میں انجام پذیر ہوا۔

(مقدمه فتح الباري: ۵۷۷ و إرشاد الساري: ۱/ ۲۹ و تيسير القاري: ٤)

not found.

تنقیح وتہذیبِ صحیح بخاری:

امام بخاری ؒ نے صحیح بخاری کی تصنیف میں کافی محنت اور جانفشانی فرمائی، آپ کا قاعدہ تھا کہ ہر مسودہ پر نظر ثانی فرماتے، ترمیم و اضافات کے بعد وہ نیا مسودہ بن جاتا، پھر آخری بار اس پر نظر ڈالتے، زیادہ سے زیادہ مہذب و منقح بنا کر اسے تصنیف کی آخری شکل دیتے۔ چنانچہ امام بخاری ؒ کا مقولہ محمد بن ابی حاتم ورّاق البخاری نے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: " صنفت جميع كتبي ثلث مرات" کہ میں نے ہر کتاب کی تصنیف تین مرتبہ میں کی ہے، یعنی اصل مسودہ پر دوبارہ سہ بارہ نظر ڈال کر مسودہ کو تصنیف کی شکل میں لاتا ہوں۔

ملا علی قاری ؒ مرقاۃ میں مقولہ بخاری: "قد صنفت كتبي ثلث مرات" نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "وكأنه أراد بالتكرير التنقيح" [1] یعنی تکرار تصنیف سے امام بخاری کی مراد نظر ثانی ونظر ثالث کی تنقیح وتہذیب ہے کہ ہر نظر ثانی اس کو گویا مستقل تصنیف کی شکل دیتی رہی۔ یہی معاملہ مزید اہمیت کے ساتھ صحیح بخاری کی تصنیف کے وقت پیش آیا، پہلا مسودہ بڑی تصنیفی کدّ و کاوش کے ساتھ مختلف بلادِ اسلامیہ میں لکھا اور مرتب کیا گیا اور اس پر نظر ثانی مسجد الحرام خانہ کعبہ میں ہوئی، جیسا کہ حافظ ابن حجر ؒ لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے فرمایا ہے:

"صنفت كتابي الجامع في المسجد الحرام " (مقدمه فتح الباري: ٧٧)

پھر اس پر نظر ثانی کے وقت آپ نے استخارہ فرمایا اور بہ برکت صلوۃ استخارہ اشارہ غیبی سے جن احادیث کی صحت پر یقین ہوا، ان کو اس تصنیف میں شامل فرمایا۔

(مقدمه فتح الباري: ٥٧٧)

غرض اس طرح نظر ثانی ہوجانے کے بعد جامع صحیح بخاری کے تراجم و ابواب کو مدینہ میں نبی اکرم ﷺ کی قبر ومنبر کے درمیان لکھ کر نظر ثانی والے مسودہ میں ملحق فرمایا۔

---

[1] مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح (١/ ٣٠)

not found.

چنانچہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ابن عدی کی روایت مشائخِ حدیث کے توسط سے یہ ہے کہ امام بخاری ؒ نے جامع صحیح کے تراجم و ابواب کو مدینہ میں منبر و قبر نبوی کے درمیان مرتب فرمایا۔ تو حاصل یہ نکلا کہ پہلا مسودہ امام بخاری ؒ نے مختلف بلاد و اسفار میں تیار فرمایا، اس کی مزید تنقیح و تہذیب استخارہ کے بعد مسجد الحرام میں ہوئی، یہ اس کی نظر ثانی تھی، پھر اس مسودہ ثانیہ میں ترجمۃ الابواب کا الحاق و ترتیب کا کام آپ نے مسجد نبوی میں انجام دیا، یہ اس کی نظر ثالث و آخری تصنیفی شکل تھی۔

(مقدمه فتح البارى: ٥٧٧ و إرشاد الساري: ١/ ٢٩)

ان تفصیلات کو نواب صدیق الحسن خان صاحب ؒ نے حوالہ جات بالا کی روشنی میں اِتحاف میں بھی نقل فرمایا ہے۔ (إتحاف النبلاء: ٥٠)

بلاشبہ اس تصنیف کے سلسلہ میں امام بخاری ؒ کو دو تین بار صحیح بخاری کے مسودہ پر نظر ڈالنے اور اس کے مہذب و منقح کرنے میں ایک عظیم و طویل مجاہدہ سے گزرنا پڑا، لیکن امام بخاری ؒ کی تصنیفی کاوش و اہتمام کے عام معمول کو دیکھتے ہوئے یہ کچھ تعجب خیز امر نہیں ہے، وہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے ہر کتاب کو تین تین بار تصنیف کیا ہے۔

(مقدمه فتح البارى: ٥٧٥)

نواب صدیق الحسن خاں صاحب لکھتے ہیں:

(إتحاف النبلاء: ٥٠ و تيسير القاري: ٥٠)

پس جب عام تصنیفات میں دوبارہ سہ بارہ نظر کا عام معمول تھا اور اس کو بہتر سے بہتر منقح و مہذب بنا کر پیش کرنے کا اہتمام رہتا تھا، تو جامع صحیح جیسے سدا بہار گلزار نبوی کے لیے کیوں ایسی مساعی جمیلہ اور ایسا حسنِ اہتمام نہ ہوتا؟ خداوند کریم نے ان کے اس عظیم مجاہدہ اور حسنِ نیت کو پسند فرمایا اور حسب ارشاد "وكان سعيكم مشكوراً" اس کو حسن

قبول بخشا اور ہر طرح مشکور ومقبول عام وخاص بنایا۔

تصنیف صحیح بخاری میں نماز دعائے استخارہ وغیرہ کا مقدس اہتمام:

یوں تو امام بخاری رحمہ اللہ نے ہر کتاب کی تیاری اور تصنیفی شکل کے لیے ہر مسودہ پر دوبارہ سہ بارہ نظر فرمائی، لیکن صحیح کے مسودہ پر نظر ثانی کے وقت یہ اعتنائے مزید و اہتمام خاص مبذول کیا کہ:

اول: تو اس مسودہ کو خانہ کعبہ میں لے گئے۔

دوم: ہر حدیث کو جامع صحیح میں رکھنے نہ رکھنے کے مسئلہ میں دعائے استخارہ فرمائی اور قاعدہ مسنونہ کے مطابق نماز دوگانہ ادا کی۔

سوم: دعا صلوۃ استخارہ سے پہلے ہر حدیث کے لیے تازہ غسل وطہارت حاصل کی۔

چہارم: اشارہ غیبی سے حدیث کی صحت پر یقین کرنے کے بعد اسے جامع صحیح میں شامل فرمایا۔

چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ اور علامہ ابن الجوزی بروایت محمد بن یوسف فربری نقل کرتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

”ما وضعت في كتاب الصحيح حديثاً إلا اغتسلت قبل ذلك، وصليت ركعتين.“ (تهذيب الأسماء للنووي : ١/ ٧٤ و صفة الصفوة: ٤/ ١٤٣)

معلوم ہوا کہ ہر حدیث کے اندراج سے پہلے غسل فرمایا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بھی امام بخاری رحمہ اللہ کا مقولہ اس طرح نقل کرتے ہیں:

”قال: صنفت كتاب الجامع في المسجد الحرام، وما أدخلت فيه حديثاً حتى استخرت الله، وصليت ركعتين، وتيقنت صحته.“

(تهذيب التهذيب: ٩/ ٣٩ و مقدمه فتح الباري: ٥٧٧)

حافظ ابو الفلاح حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”قال البخاري: ما وضعت في كتابي الصحيح حديثاً إلا وقد

not found.

اغتسلت قبله وصليت ركعتين ... الخ‘‘ (شذرات الذهب: ٢/ ١٣٦)

اسی طرح ابن خلکان بھی غسل واستخارہ کی روایت نقل کرتے ہیں۔

(وفيات الأعيان: ٣/ ٣٣٠)

اسی طرح امام ابن الاثیر جزری نے بھی نقل فرمایا ہے۔ (جامع الأصول: ١٠٩)

فخر المحدثین نواب صدیق الحسن ؒ لکھتے ہیں کہ امام بخاری ؒ نے فرمایا:

(إتحاف النبلاء: ٤٨)

معلوم ہوا کہ امام بخاری ؒ نے جامع صحیح بخاری کے مسودہ پر مسجد حرام میں نظر ثانی فرمائی اور ہر حدیث کو جامع صحیح میں رکھتے وقت تازہ غسل فرمایا اور ہر حدیث کے لیے دعائے استخارہ وصلوٰۃ استخارہ پر عمل فرمایا اور جب یقینِ صحت حاصل ہوا تو اس حدیث کو جامع صحیح بخاری میں شامل فرمایا۔

امام ابوالفتح عجلی ؒ نے امام بخاری کے انہی پاکیزہ ترین اہتمامات کے سبب فرمایا کہ امام بخاری ؒ نے صحیح بخاری میں احادیث نبویہ کا جو سرمایہ جمع کیا ہے اور الہامِ خداوندی واشارہ غیبی کے بعد ہر حدیث کے درج کرنے کا جو اہتمام رکھا ہے اس سے وہ احادیث اس قدر پایہ صحت کو پہنچ گئی ہیں کہ گویا امام بخاری ؒ نے براہِ راست نبی اکرم ﷺ سے سن لیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

كأن البخاري في جمعه تلقى من المصطفىٰ ما اكتسب

(إرشاد الساري: ١/ ٣٠)

افادہ:

محدثین نے استخارہ کے متعلق لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کسی امر خیر میں مشورہ خیر طلب کرنے کا نام استخارہ ہے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

’’جو شخص اپنے معاملات میں استخارہ کیا کرے گا، کبھی شرمندہ نہ ہوگا، نہ نقصان

اٹھائے گا۔‘‘ ❶

آنحضرت ♏ دعائے استخارہ صحابہ کرام کو سکھاتے تھے، حضرت انس ♦ (خادمِ خاص) سے فرمایا:

”یا أنس! إذا هممت بأمر فاستخر ربك فيه، ثم انظر إلى الذي يسبق إلى قلبك فإن الخير فيه.“ ❷

’’یعنی اے انس! جب تم کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرو تو اپنے رب سے استخارہ کرلیا کرو، اس کے بعد دیکھو جو چیز تمہارے دل میں آتی ہے، اسی میں بھلائی ہے۔‘‘

مختصر دعا ”اللهم سخر لي واختر لي “ ہے۔ ❸ طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر دعائے استخارہ پڑے، پھر دل میں جو چیز آئے اس کو اشارہ غیبی اور مشورہ ربانی سمجھے۔

بہر حال امام بخاری ♋ نے کمال احتیاط فرما کر ہر حدیث کے اندراج سے پہلے دعائے استخارہ پر عمل فرمایا، پھر اپنے قلبی واردات اور غیبی اشارہ کے مطابق اس حدیث کو جامع صحیح میں داخل فرمایا۔ دیگر تصنیفات کے مقابلہ میں امام بخاری کا یہ اہتمام صرف جامع صحیح بخاری ہی میں ہمیں نظر آتا ہے، بلاشبہ اس اہتمام و اعتناء خصوصی کے باعث وہ خاص عظمت کا استحقاق رکھتی ہے اور قبولِ عام کا وہ درجہ اسے حاصل ہوا کہ بلا اختلاف اصح

---

❶ المعجم الأوسط للطبراني (٣٦٥/٦) المعجم الصغير (١٧٥/٢) اس کی سند سخت ضعیف ہے، حافظ ابن حجر ♋ فرماتے ہیں: ”أخرجه الطبراني في الصغير، بسند واه جدا “ (فتح الباري: ١١/ ١٨٤) علامہ ناصر الدین البانی ♋ نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ السلسلة الضعيفة (ص: ٦١١)

❷ عمل اليوم والليلة لابن السني: باب كم مرة يستخير الله عزوجل، برقم (٥٩٧) اس کی سند میں ابراہیم بن العلاء سخت ضعیف ہے، تفصیل کے لیے دیکھیں: عمدة القاري (٢٢٥/٧)

❸ سنن الترمذي، برقم (٣٥١٦) اس کی سند ضعیف ہے، امام ترمذی ♋ فرماتے ہیں: ”هذا حديث غريب، لا نعرفه إلا من حديث زنفل، وهو ضعيف عند أهل الحديث... تفرد بهذا الحديث ولا يتابع عليه.“

الکتب کے لقب سے نوازی گئی۔

کمالِ تنقیح وتہذیب:

مشہور ہے کہ صاحب ہدایہ نے بدایۃ المبتدی کی شرح اسی جلدوں میں لکھی تھی اور تیرہ برس تک مسلسل روزہ رکھ کر وہ اس شغل تصنیف میں مشغول رہے، پھر سوچا کہ ایسی طویل وضخیم کتاب کو لوگ پڑھ نہ سکیں گے، اس لئے انہوں نے اس کا اختصار چار جلدوں میں لکھا، اب اسی کا نام ہدایہ ہے۔ (إتحاف النبلاء: ٣٢٤)

اس کے مقابلہ میں امام بخاری کی تالیف وتدوین کے سارے مناظر سامنے رکھئے کس طرح انہوں نے ہزارہا احادیث کو ہزاروں رکعات ادا فرما کر لکھا اور کس طرح سولہ برسوں تک مسلسل شب و روز فکر مندی وشب بیداری کے ساتھ لاکھوں احادیث میں سے احادیث صحیحہ کا انتخاب فرمایا اور پھر کس طرح مسجد الحرام مکہ مکرمہ اور پھر مدینہ منورہ میں دوبارہ سہ بارہ نظر فرما کر عبادتوں کی فضا میں تصنیف کو تمام کیا۔ امام بخاری ؒ کی اس تصنیفی محنت اور ایسے عظیم مجاہدہ وریاضت اور ایسی قدوسیت وللّٰہیت کے بعد یہ جلیل الشان کتاب جامع صحیح بخاری کی شکل میں آج ہمارے سامنے ہے، صاحب ہدایہ کا اسی جلدوں کا لکھنا، پھر اس میں تنقیح وتہذیب کر کے گھٹاتے گھٹاتے چار جلدوں پر بس کرنا، پھر بھی احادیث واہیہ کا اس میں رہ جانا، [1] امام بخاری کی تصنیفی محنت اور ان کی تنقیح وتہذیب کی بلند حیثیت کو خوب واضح کرتا ہے۔ ان کے کمال تنقیح وتہذیب اور حسن تصنیف تک ہر ایک کی رسائی کہاں؟ ؎

امام الائمہ امام بخاری ؒ کی تصنیف صحیح کے متعلق ان تمام مجاہدات اور التزاماتِ صحت کی موجودگی کے سبب جمہور امت کا فیصلہ ہے کہ جامع صحیح بخاری تمام کتبِ احادیث

[1] تفصیل کے لیے دیکھیں: احادیث ہدایہ کی فنی وتحقیقی حیثیت از محدث العصر مولانا ارشاد الحق اثری ﷾۔

not found.

پر مقدم و فائق تر ہے۔ فللّٰه الحمد في الأولیٰ والآخرة

سببِ تصنیف:

۱۔ امام بخاری ♋ نے خواب دیکھا کہ میں آنحضرت ♏ کے سامنے کھڑا ہوں اور میرے ہاتھ میں ایک پنکھا ہے، اس سے آنحضرت ♏ کے چہرہ وغیرہ سے مکھی اڑا رہا ہوں، خواب کی تعبیر بتانے والوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ آنحضرت ♏ کی طرف جو غلط باتیں منسوب ہوگئی ہیں، ان کو کانٹ چھانٹ کر الگ کر دیں گے، فرماتے ہیں:

"فهو الذي حملني على إخراج الصحيح، وما أدخلت في كتاب الجامع إلا ما صح، وتركت من الصحاح لحال الطول."

(تهذيب الأسماء: ١/ ٧٤)

یعنی بس اس خواب نے مجھے صرف احادیث صحیحہ کے جمع و انتخاب پر آمادہ کیا، چنانچہ میں نے صحیح بخاری میں صرف احادیث صحیحہ کو جمع کیا اور بخوف طوالت بہت سی صحیح حدیثوں کو میں نے چھوڑ بھی دیا۔

۲۔ امام بخاری ♋ فرماتے ہیں کہ ایک دن امام اسحاق بن راہویہ نے بھی فرمایا:

کاش کوئی شخص نبی اکرم ♏ کی صرف صحیح حدیثوں کے جمع کرنے کا التزام کرتا! میرے جی میں یہ بات اتر گئی اور میں نے اسی وقت سے اپنی کتاب میں احادیث صحیحہ کو جمع کرنا شروع کر دیا۔ (تهذيب الأسماء: ١/ ٧٤)

صحیح بخاری کی صحت پر مہرِ نبوت:

امام بخاری ♋ نے جامع صحیح بخاری کی تصنیف میں جس قدر بلیغ اہتمام اور عظیم سعی جمیل سے کام لیا، اس کو خدا نے قبول فرمایا اور اہل علم میں اسے متلقی بالقبول بنایا، لیکن اس جگہ ہم یہ عرض کریں گے کہ آنحضرت ♏ نے بھی صحیح بخاری کو پسند فرمایا اور اسے اپنی کتاب قرار دیا۔ حافظ ابن حجر ♋ نے بسند صحیح نقل فرمایا ہے کہ شیخ ابو زید مروزی فرماتے

ہیں کہ میں مقام ابراہیم اور رکنِ یمانی کے درمیان سویا ہوا تھا کہ میں نے نبی اکرم ♏ کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ♏ نے مجھ سے فرمایا:

"يا أبا زيد! إلى متىٰ تدرس كتاب الشافعي ولا تدرس كتابي؟"

''اے ابو زید! تم کب تک کتاب شافعی کا درس دو گے اور میری کتاب کا درس آخر کب دو گے؟''

میں نے عرض کیا: "ما كتابك يا رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ "

کہ حضور ♏ آپ کی کتاب کونسی ہے؟ فرمایا: "جامع محمد بن إسماعيل البخاري " (مقدمه فتح الباري: ٥٧٧ و تهذيب الأسماء واللغات: ٢/ ٢٣٤)

اس واقعہ کو تمام ائمہ حدیث نے قابل اعتناء سمجھا ہے، امام قسطلانی نے بھی اس رؤیا صالحہ کو نقل کیا ہے۔ (إرشاد الساري: ١/ ٢٩)

مولانا نور الحق بخاری نے بھی اس واقعہ کو شرح بخاری میں نقل کیا ہے۔

(تيسير القاري: ٥)

دورِ آخر میں حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ نے بھی اسے نقل فرمایا ہے۔

(حجة الله البالغه: ١/ ١٥١)

بہر حال اس سے بھی یہ استناد کیا جا سکتا ہے کہ امام بخاری کی جامع صحیح سعی مشکور ہے اور بشارت نبوی کے مطابق یہ جامع صحیح بخاری نبی کریم ♏ کی کتاب کہے جانے کے شرف سے ممتاز ہے۔

اعلام:

میں نے اس قسم کا رؤیائے صالحہ اور بشارت نبوی اور کسی دوسرے صحیفہ حدیث کے متعلق نہیں دیکھا ہے، غالبًا یہ بھی جامع صحیح بخاری کے لیے ایک خاص وجہ امتیاز ہے۔ امام نووی ♋ نے یہ نقل فرمایا ہے کہ امام ابوجعفر ترمذی ♋ نے مسجد نبوی میں ایک خواب دیکھا اور ائمہ حدیث کے متعلق حضور ♏ سے سوال کیا کہ امام مالک ♋ کے ملفوظات کو

لکھیں؟ فرمایا: "ما وافق حديثي" یعنی جو احادیث کے مطابق ہوں اس کو لکھ سکتے ہو، البتہ امام شافعی ؒ کے ملفوظات کو نسبتاً پسند فرمایا۔ (تهذيب الأسماء: ٢/ ٢٠٣)

لیکن صحیح بخاری کے جلوہ گر ہونے کے بعد اس کو سب پر ترجیح و تقدیم حاصل ہوگئی، کیونکہ صحیح بخاری امام شافعی اور امام مالک کی کتابوں کے بعد لکھی گئی ہے اور اس خواب میں صراحتاً کتب شافعی پر اس کو ترجیح و تقدیم دی گئی ہے، پس یہ بشارت مطلقہ اور کسی کے لئے حاصل نہیں ہے۔

سات ہزار حدیث کی صحت پر غلط توہّم:

ان حقائق مذکورہ بالا کے مقابلہ میں مولانا مودودی کی اس تقریر وتنقید کا کیا وزن رہ جاتا ہے، جو انہوں نے لاہور برکت علی محمڈن ہال میں کی تھی؟ آفتاب عالمتاب کے مقابلہ میں کسی بھی کرمک شب تاب کی جس طرح رونق باقی نہیں رہ سکتی، اسی طرح ان وہمی ملفوظات کی بھی قدر و قیمت اہلِ علم کی نظر میں نہیں ہے۔ ؎

بازار حسن میں رخِ یوسف کے سامنے
رونق کسی گلاب کی باقی نہیں رہی

مولانا مودودی کے الفاظ ملاحظہ ہوں، وہ فرماتے ہیں:

''بخاری جس کے بارے میں اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا جملہ کہا جاتا ہے، حدیث میں کوئی بڑے سے بڑا غلو کرنے والا بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں جو چھ سات ہزار حدیثیں درج ہیں، وہ ساری کی ساری صحیح ہیں۔''

(بحوالہ الاعتصام لاہور، ۲۷ مئی ۱۹۵۵)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت صحیح بخاری کی احادیث میں غیر صحیح روایتوں کو بھی داخل وشامل تصور فرما رہے ہیں اور غالباً چھ سات ہزار عدد کی تصریح سے عوام کو مرعوب کرنا چاہتے ہیں کہ بھلا چھ سات ہزار حدیثیں سب کی سب کس طرح صحیح ہوسکتی ہیں؟! مولانا جیسے صاحب فکر ونظر عالم کس قدر باعث حیرت ہے کہ وہ چھ سات ہزار

not found.

حدیثوں کے صحیح ہونے پر تعجب و انکار کا اظہار فرما رہے ، ہیں حالانکہ امام بخاری ؒ چھ سات ہزار کے بجائے کئی لاکھ حدیثوں کے حافظ تھے، اگر وہ چاہتے تو ابھی کئی گنا صحیح حدیثوں کا اضافہ کرتے، مگر کتاب کے ضخیم وطویل ہوجانے کے خوف سے جامع صحیح کومختصر ترین مرتب فرمایا۔ امام بخاری کا بیان ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

"ما أدخلت في كتابي الجامع إلا ما صح، وتركت كثيرا من الصحاح حتى لا يطول الكتاب."

(مقدمه ابن الصلاح: ٨ و تهذيب الأسماء: ١/ ٧٤ و مقدمه فتح الباري: ٦ و فتح المغيث: ١١ و شذرات الذهب: ٢/ ١٣٥ و تهذيب التهذيب: ٣٩/٩)

اسی طرح امام بخاری ؒ نے خود فرمایا ہے:

"أحفظ مائة ألف حديث صحيح ."

(مقدمه ابن الصلاح: ٨ تذكرة الحفاظ: ٢/ ١٣٣ و تهذيب الأسماء للنووى: ١/ ٦٨)

''یعنی میں ایک لاکھ حدیثوں کو یاد رکھتا ہوں۔''

علامہ عینی کتاب "الجهر بالبسملة" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"نقل عن البخاري أنه صنف كتابا أورد فيه مائة ألف حديث صحيح." (عمدة القاري: ٦)

''یعنی امام بخاری ؒ نے ایک کتاب ایسی بھی تصنیف کی تھی، جس میں ایک لاکھ صحیح احادیث کو جمع فرمایا تھا۔''

حافظ ابن کثیر نے امام بخاری ؒ کا قول نقل کیا ہے کہ صحیح بخاری اور اسی طرح دوسری تصنیفات میں میں نے دو لاکھ حدیثوں کو جمع کر دیا ہے۔

(البدايه والنهايه: ١١/ ٢٥)

پس امام بخاری ؒ جیسے جبل الحفظ وسیع الحافظہ امام کے لیے نہ ان کے ایک لاکھ صحیح حدیثوں کے حافظ ہونے پر تعجب کیا جا سکتا ہے اور نہ ان کی چھ سات ہزار احادیث

مندرجہ کی صحت پر انکار و استکبار کو درست قرار دیا جا سکتا ہے۔ ؎

تو اے گرد توہّم شوکت دریا چہ می دانی
اسیرِ عذر لنگی وسعت صحرا چہ می دانی

خلاصہ بحث:

ان تصریحات کی روشنی میں یہ خوب ظاہر و باہر ہوا کہ جامع صحیح بخاری کی احادیث کی صحت سے انکار اور اس کی تخفیف وتضحیک ایک ناجائز مکابرہ اور مغالطہ وتشکیک کا وہ مظاہرہ ہے، جو عدوان اور اتباع غیر سبیل المؤمنین کے مصداق ہے، مولانا مودودی کا اس مبحث میں خاموش رہنا اور ایسے افادات سے محروم رکھنا ہی احسن تھا، لیکن جب وہ جیل خانہ سے مجلسی خاموشی کا زمانہ گزار کر رہا ہوئے تو ایسی بات فرمائی کہ اس تکلم کے مقابلہ میں ان کی خاموشی کو ترجیح دینی ناگزیر ہوگئی۔

ایک لطیفہ:

ایک بڑھیا نے اپنے ایک نوجوان لڑکے کی ایک اچھی کنواری لڑکی سے شادی کر دی، لڑکی بڑے ارمانوں کے ساتھ بیاہ کر کے گھر لائی گئی، بڑھیا نے ''بہو'' کی بڑی خاطر مدارات کی ، لیکن لڑکی مسلسل خاموش رہنے لگی، ہزار طرح سے اس کے خوش کرنے کے سامان کیئے گئے، مگر اس کو نہ بولنا تھا، نہ بولی، ایک دن اس نے خود بخود بڑھیا کو ''اماں'' کہہ کر مخاطب کیا، بولی اماں! میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتی ہوں، بڑھیا کا دل باغ باغ ہوگیا، اس نے کہا: بیٹی! ایک بات کیا ہزار بات پوچھو، میں تم پر قربان جاؤں کہ تم آج مہینوں کے بعد بھلا بولنے تو لگی ہو، اس نے کہا اچھا اماں جان ! یہ بتایئے کہ آپ نے اپنے جس اکلوتے بیٹے کے ساتھ میرا نکاح کر دیا ہے، اگر وہ وفات پا جائے تو آپ میری دوسری شادی پھر کیا اسی دھوم دھام سے کر دیں گی یا نہیں؟ بڑھیا سن کر رونے لگی اور رو رو کر کہنے لگی، تم بولیں بھی تو کیا دل خراش بات بولیں، اس سے تو تمہارا خاموش رہنا ہی بھلا

not found.

تھا۔ وہی حال مولانا مودودی صاحب پر صادق ہے، مولانا جیسی سنجیدہ اور صاحبِ قلم ہستی کو ایسی غیر سنجیدہ بات زبان سے نہ نکالنی چاہیے، صدق من قال ؎

آنکہ چشم برگل تحقیق وا کنند
از ہر چہ فہم رنگ نگیرد حیا کنند
در مبحثے کہ غیر خموشی علاج نیست
پر ہرزہ است تکیہ بچوں و چرا کنند

صحیح بخاری کی صحت پر امام بخاری ؒ کا بیان:

کان البخاري حافظاً ومحدثاً   جمع الصحيح مكمل التحرير
(إتحاف النبلاء: ٣٥٤)

قاعدہ مقررہ ہے کہ کسی معاملہ کی تفتیش میں پہلے مدعی کا بیان ہوتا ہے، پھر گواہان (شاہدین عادلین) کا بیان وثبوت لیا جاتا ہے، اس لئے ہم جامع صحیح بخاری کے دعویٰ صحت سے متعلق پہلے امام بخاری کا دعویٰ نقل کرتے ہیں پس سنئے:

۱۔ امام بخاری ؒ فرماتے ہیں:

"لم أخرج في هذا الكتاب إلا صحيحاً." (مقدمه فتح الباري: ٦)

''یعنی میں نے اس کتاب جامع صحیح میں صرف صحیح حدیثوں کی تخریج کی ہے۔''

۲۔ حافظ ابن الصلاح ؒ اور امام نووی ؒ لکھتے ہیں کہ امام بخاری ؒ نے فرمایا:

"ما أدخلت في كتابي الجامع إلا ما صح."

(تهذيب الأسماء: ١/ ٧٤ و مقدمه ابن الصلاح: ٨)

۳۔ حافظ سخاوی اور حافظ ابو الفلاح حنبلی اپنی اپنی کتابوں میں نقل کرتے ہیں کہ امام بخاری نے فرمایا کہ میں نے صحیح بخاری میں صرف احادیث صحیحہ کو داخل کیا ہے۔

(فتح المغيث: ١١ و شذرات الذهب: ٢/ ١٣٥)

امام بخاری ؒ نے مزید فرمایا ہے کہ میں نے تقریباً چھ لاکھ طرق سے جامع صحیح

not found.

کی احادیث کو منتخب کیا ہے۔

(شذرات الذهب: ۲/ ۱۳٤ و جامع الأصول لابن أثير الجزري رحمه الله: ۱۰۹ و تهذيب الأسماء للنووي: ۱/ ۷٤ و ظفر الأماني: ۲۱ و مقدمه بخاری: ٤)

۴۔ علامہ ذہبی ﵀ نے بھی تاریخ الاسلام میں امام بخاری ﵀ کے اس مقولہ کو نقل کیا ہے کہ میں نے اس کتاب کو اپنے اور اللہ کے درمیان حجت قرار دیا ہے۔

(إرشاد الساري: ۱/ ۲۹، و تهذيب الأسماء: ۱/ ۷٤)

۶،۵: علامہ یافعی ﵀ اور حافظ ابن الجوزی ﵀ نے بھی چھ لاکھ احادیث میں سے تخریج بخاری کے اس منقولہ کو سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

(مرآة الجنان: ۲/ ۱٦۸ و صفة الصفوة: ٤/ ۱٤۳)

۷۔ حافظ ابن الصلاح ﵀ نقل کرتے ہیں کہ امام بخاری ﵀ نے خود فرمایا ہے:

"أحفظ مائة ألف حديث صحيح"

(مقدمه ابن الصلاح : ۸ و فتح الغيث للسخاوي: ۱۲ و تذكرة الحفاظ: ۲/ ۱۳۳)

''میں ایک لاکھ حدیثوں کو زبانی یاد رکھتا ہوں۔''

مقام غور:

خیال فرمایئے کہ جب امام بخاری ﵀ کو ایک لاکھ صرف احادیث صحیحہ (باختلاف طرق) یاد تھیں اور پھر اس میں سے بھی انتخاب کر کے صرف چار ہزار حدیثوں کو اپنی جامع صحیح میں درج فرمایا، تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ غایت درجہ صحیح ہوں گی۔ حافظ ابن الصلاح ﵀ نے لکھا ہے کہ تمام مسند حدیثیں مع المکرّرات سات ہزار دو سو پچھتر ہیں اور مکررات کے بغیر کل چار ہزار حدیثیں رہ جاتی ہیں۔

(مقدمه ابن الصلاح: ۸ و فتح المغيث: ۱۲)

اسی طرح مولانا احمد علی سہارنپوری ﵀ نے مقدمہ بخاری میں نقل کیا ہے۔

(مقدمه بخاری: ٤)

حافظ ابن حجر ﵀ نے لکھا ہے کہ جملہ مسندات مع معلقات و متابعات نو ہزار بیاسی

احادیث ہیں اور غیر مکرر خالص مرفوع متصل حدیثیں دو ہزار سات سو اکسٹھ ہیں۔
(مقدمه فتح الباری: ٥٥٤ ، ظفر الأماني: ٥٨، إتحاف النبلاء: ٤٩)

ازالۂ وہم:

اگر جمعِ احادیث صحیحہ کے اس اہتمام کے باوجود منکرین حدیث یا کسی آزاد خیال لیڈر کو شبہ ہو کہ صحت کے ساتھ جمع احادیث قدرت بشری سے خارج ہے، تو اسی انداز میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ جمع قرآن کا کام بھی قدرتِ بشری سے باہر ہوگا، جسے اَجلّہ صحابہ حضرت زید بن ثابت ♦ وغیرہ نے بعہد خلافتِ ابوبکر ♦ جمع کیا تھا، کیونکہ وہ بھی بشر تھے اور بہر حال معصوم نہ تھے۔ پس چلیئے اسلام کی عمارت جو کتاب و سنت کے دو ستونوں پر قائم تھی، ان دونوں ستونوں کے ساقط ہو جانے سے خود بھی منہدم ہوگئی، اب حدیث کے ساتھ قرآن کو بھی رخصت مل گئی۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

بے شک امام بخاری ؒ معصوم نہ تھے، لیکن جس شخص نے ایک لاکھ احادیث صحیحہ میں سے صرف تین چار ہزار احادیث مسندات (غیر مکررہ) کا انتخاب سولہ برسوں میں کیا اور بلفظ دیگر ایک ایک حدیث کو ڈیڑھ ڈیڑھ دن تک جانچا پرکھا، استخارہ کیا، تب اس حدیث کو جامع صحیح میں رکھا، تو پھر تنقید و تحقیقِ روایت اور ضبطِ صحت کے لئے اس سے زیادہ احتیاط اور اس سے زیادہ اچھی سعی اور کیا ہوسکتی ہے؟

صحّتِ بخاری پر اجماع امت

اب اس عنوان کے تحت ہم جامع صحیح بخاری کی صحت سے متعلق ثقات محدثین و ناقدین حدیث کی گواہیاں پیش کر رہے ہیں، آپ گواہوں کی عدالت و جلالت شان کو دیکھئے اور پھر ان کے بیانات پڑھیے، جو انہوں نے امام بخاری کے زمانہ میں اور امام بخاری کے بعد بھی صحیح بخاری کی صحت کے بارہ میں دیئے ہیں۔ اگرچہ یہ فہرست طویل ہے، لیکن مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر ائمہ حدیث کے بیانات ملاحظہ فرمائیے۔

۱،۲،۳۔ امام احمد بن حنبل، امام یحیٰ بن معین اور امیر المحدثین علی بن مدینی ؒ:

امام ابو جعفر عقیلی ؒ کا بیان ہے کہ جب امام بخاری ؒ نے صحیح بخاری کو مرتب فرما لیا تو اسے امام احمد بن حنبل اور امام یحیٰ بن معین اور امیر المحدثین علی بن مدینی ؒ وغیرہ کے سامنے پیش کیا:

"فاستحسنوه وشهدوا له بالصحة إلا في أربعة أحاديث، قال العقيلي: والقول فيها قول البخاري، وهي صحيحة."

(مقدمه فتح الباري: ٥٧٨ و تهذيب التهذيب: ٩/ ٥٤)

یعنی سب نے اس کتاب کی تحسین و تعریف فرمائی اور اس کے صحیح ہونے کی گواہی دی، صرف چار حدیثوں کے متعلق ان حضرات کو کچھ تأمل ہوا، لیکن امام عقیلی فرماتے ہیں کہ امام بخاری ہی کا قول ان چار حدیثوں کے بارہ میں درست نکلا اور وہ چار حدیثیں بھی صحیح ثابت ہوئیں۔

اسی طرح امام مسلم ؒ نے بھی امام عقیلی کے حسب روایت بیان کیا ہے کہ جب

not found.

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی جامع صحیح کو امام احمد، یحیٰی بن معین اور ابن مدینی رحمہم اللہ کے سامنے پیش کیا، تو ان ائمہ نے ان کی کتاب کو اچھی طرح جانچا، پھر سب نے کہا:

"كتابك صحيح "یعنی آپ کی کتاب صحیح ہے۔(تهذيب التهذيب لابن حجر: ٩/ ٥٤)

۴۔امام عقیلی رحمہ اللہ:

امام عقیلی رحمہ اللہ بڑے زبردست حافظ الحدیث تھے، فرماتے ہیں کہ ''بخاری کی تمام احادیث مسندہ صحیح ہیں۔'' (مقدمه فتح الباری: ٥٧٨)

افادہ:

امام عقیلی رحمہ اللہ بڑے زبردست حافظ الحدیث تھے، بعض حفاظ حدیث نے آپ کی مرویات و احادیث میں الفاظ بدل کر اور کچھ بڑھا کر اور بعض الفاظ چھوڑ کر آپ کا امتحان لیا، آپ نے سب اغلاط پر نشان لگا دیا اور جو الفاظ کم تھے انہیں زائد کیا اور زائد الفاظ کو کاٹ دیا اور بدلے ہوئے الفاظ کو درست کیا، جب اہل علم کے اس امتحان میں آپ پورے اترے تو انہوں نے آپ کے کمال حفظ کا اعتراف کرتے ہوئے "إنه من أحفظ الناس " کا خطاب دیا۔(فتح المغيث: ١١٦)

''یعنی وہ اس عہدِ حاضر کے سب سے بڑے حافظ الحدیث ہیں۔''

۵۔دیگر مشائخ عصر رحمہم اللہ:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ جب امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کی تالیف مکمل کر لی تو اسے امام احمد بن حنبل و ابن معین اور ابن مدینی رحمہم اللہ کے علاوہ وقت کے دوسرے مشائخ وفقہاء ومحدثین کے سامنے بھی پیش کیا تو سب نے صحت بخاری کی تصدیق وتوثیق کی۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں کہ جب امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری کو اپنے زمانہ کے مشائخ حدیث کے سامنے پیش کیا تو سب نے صحت کی گواہی دیتے ہوئے یہ بھی کہا: "إنه لا نظير له في بابه " (مرقاة: ١/ ١٥) کہ یہ کتاب اپنے باب میں بے نظیر ہے۔

not found.

٦۔امام دارقطنی ؒ:

ابو العباس قرطبی ؒ شارح صحیح مسلم امام دارقطنی ؒ کا مقولہ اس طرح نقل کرتے ہیں کہ جب امام موصوف کے پاس صحیح بخاری وصحیح مسلم کا تذکرہ آیا تو فرمایا:

”لولا البخاري لما ذهب مسلم ولا جاء، وأي شيء صنع مسلم؟ إنما أخذ كتاب البخاري فعمل عليه مستخرجا، وزاد فيه زيادات.“

(مقدمه فتح : ١٠، و جامع الأصول لابن أثير الجزري: ١١١)

اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ امام بخاری ؒ کو امام مسلم ؒ پر خاص مزیت و فضیلت حاصل ہے اور امام مسلم ؒ نے جو کچھ کیا وہ طفیل ہے امام بخاری کا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام دارقطنی ؒ کے نزدیک بھی صحیح بخاری، صحیح مسلم و دیگر کتب صحاح پر مقدم وافضل ہے۔ امام مسلم کے معاملہ میں یہی بات امام حاکم نیساپوری نے بھی فرمائی ہے۔

(مقدمه فتح: ٥٧٨)

٧۔امام حاکم نیساپوری ؒ:

یہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

”فظهر الإمام البخاري، وبرع في علم الحديث، وحصل له فيه المنزلة العليا، فأراد أن يجرد الصحيح، ويجعله في كتاب علٰحدة، فألف كتابه المشهور بصحيح البخاري، و أورد فيه ما تبين له صحته.“ (مقدمه معرفة علوم الحديث)

”یعنی امام بخاری ؒ نے علم حدیث میں درجہ کمال اور مرتبہ علیا حاصل کیا اور صرف صحیح احادیث کو اپنی اس کتاب صحیح میں درج کیا جو صحیح بخاری سے مشہور ہے۔“

not found.

۸۔امام نسائی ♋:

امام نسائی ♋ فرماتے ہیں:

”أجود هذه الكتب كتاب البخاري، وأجمعت الأمة علىٰ صحة هذين الكتابين۔“ (تهذيب الأسماء واللغات: ١/ ٧٤)

”یعنی امت کا صحیح بخاری ومسلم کی صحت پر اجماع ہو چکا ہے اور مسلم اور دوسری کتب حدیث کے مقابلہ میں صحیح بخاری سب سے اجود وافضل ہے۔“

۹۔امام ابوالفتح عجلی ♋:

امام ابوالفتح عجلی ♋ فرماتے ہیں ؎

صحيح البخاري يا ذا الأدب
قوي المتون على الرتب
كأن البخاري في جمعه
تلقى من المصطفى ما اكتتب

یعنی صحیح بخاری کا متنِ حدیث قوی اور رجال اسناد عالی مرتبہ ہیں اور صحت میں وہ بلند مقام حاصل ہے، گویا ہر حدیث کو امام بخاری ♋ نے محمد رسول اللہ ♏ سے براہِ راست خود حاصل کیا اور درج فرمایا۔

۱۰۔امام فضل بن اسماعیل جرجانی ♋:

امام فضل بن اسماعیل جرجانی فرماتے ہیں:

صحيح البخاري لو أنصفوه
لما خط إلا بماء الذهب
أسانيد مثل نجوم السمآء
أمّا متون كمثل الشهب

not found.

به قام ميزان دين النبي
ودان له العجم بعد العرب
فيا عالما أجمع العالمون
على فضل رتبته في الرتب

(البدايه والنهايه: ۱۱/ ۲۸)

یعنی صحیح بخاری سنداً و متناً اس قدر اعلیٰ مرتبہ کی کتاب ہے کہ اس کی افضلیت پر پوری دنیائے علم کا اتفاق و اجماع ہے اور نبی اکرم ﷺ کے دین کے لیے یہ کتاب وہ میزان عدل ہے جس کے لیے عرب وعجم سب کے سر تسلیم خم ہیں، بلا شبہ صحیح بخاری آب زر سے لکھے جانے کی مستحق ہے۔ ❶

۱۱۔ امام بلقینی ﷫:

شیخ الاسلام امام بلقینی ﷫ فرماتے ہیں ۔

فجاء كتاب جامع من صحاحها — لحافظ عصرٍ قد مضى في التقادم
وفي سنة المختار يبدي صحيحها — بإسناد أهل الصدق من كل حازم
أصح كتاب بعد تنزيل ربنا — وحسب بالإجماع في مدح حازم

(إرشاد السارى: ۱/ ٤٤)

یعنی صحیح بخاری حافظ العصر امام بخاری ﷫ کی تصنیف ہے، جس میں انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی سنن صحیحہ کو جمع کیا ہے، رجال اسناد سب صدوق وثقات ہیں، فضائل وخصوصیات کے سبب امت کا اجماع ہے کہ خدائی کتاب کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب صحیح بخاری ہے۔

❶ امام فضل جرجانی کی تمنا کے مطابق صحیح بخاری کو لوگوں نے آب زر سے لکھا بھی ہے، چنانچہ مفتاح السعادۃ میں ایک عالم دین ابو محمد مزنی کے تذکرہ میں لکھا ہے: أمر بكتاب الله عزوجل و بصحيح البخاري فكتبوا له بماء الذهب من الأول إلى الآخر. (مفتاح السعادة: ۱/ ۷) یعنی قرآن مجید اور صحیح بخاری کے متعلق انہوں نے حکم دیا تو دونوں کتابیں تمام و کمال آب زر سے لکھ کر ان کی خدمت میں پیش کی گئیں۔ (مؤلف)

۱۲۔ حافظ ابن الصلاح ؒ:

حافظ ابن الصلاح صحیح بخاری ومسلم کے ذکر میں لکھتے ہیں:

"وكتاباهما أصح الكتب بعد كتاب الله العزيز، ثم إن كتاب البخاري أصح الكتابين صحيحا وأكثرهما فوائد."

(مقدمہ ابن الصلاح: ۷ و مقدمہ فتح الباری: ۹)

"یعنی اللہ کی کتاب کے بعد صحیح بخاری وصحیح مسلم سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے، پھر ان دونوں میں سے صحیح بخاری کا درجہ باعتبار صحت مقدم اور کثرت فوائد کے لحاظ سے ممتاز ہے۔"

۱۳۔ ابو اسحاق اسفرائنی ؒ:

استاذ ابو اسحاق اسفرائنی ؒ نے فرمایا ہے:

"أهل الصنعة مجمعون على أن الأخبار التي اشتمل عليها الصحيحان مقطوع بصحة أصولها ومتونها." (فتح المغیث: ۱۹)

"یعنی فن حدیث کے ماہرین و متبحرین اس پر متفق ہیں کہ صحیح بخاری ومسلم کی احادیث قطعی الصحت ہیں اور اس کے اصول ومتون کی صحت میں کچھ بھی شبہ نہیں۔"

۱۴۔ امام الحرمین ؒ:

امام الحرمین ؒ نے صحیحین کی غیر متواتر احادیث کے مقبول و مفید یقین ہونے کے سلسلہ میں لکھا ہے:

"لإجماع علماء المسلمين على صحتها." (فتح المغیث: ۱۹)

"یعنی صحیح بخاری ومسلم کی صحت پر علماءِ اسلام کا اجماع ہے۔"

۱۵۔ امام نووی ؒ:

امام نووی ؒ نے امام الحرمین ؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام الحرمین ؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص حلف اٹھائے کہ اگر صحیح بخاری کی حدیثیں صحیح نہ ہوں تو میری بیوی کو

طلاق پڑ جائے تو اس کی بیوی پر طلاق نہ ہوگی، اس لیے کہ صحیح بخاری کی صحت پر علماء اسلام کا اجماع موجود ہے۔ (مقدمہ نووی علی شرح مسلم: ۱۲)

۱۶۔ امام ابو الفلاح حنبلی ﷫:

اسی طرح امام ابو الفلاح حنبلی ﷫ نقل کرتے ہیں:

”لو حلف حالف بطلاق زوجته بأن ما في صحيح البخاري حديث مسند إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا وهو صحيح عنه كما نقله، ما حكم بطلاق زوجته، نقل ذلك غير واحد من الفقهاء وقرروه.“ (شذرات الذهب: ۲/ ۱۳۵)

۱۷۔ ابو الفتح قشیری ﷫:

شیخ ابو الفتح قشیری ﷫ فرماتے ہیں:

”اتفق الناس بعد الشيخين على تسمية كتابيهما بالصحيحين.“

(مقدمہ فتح الباری: ۳۸٤)

”یعنی امام بخاری و مسلم کے بعد لوگوں نے ان کی کتابوں کو بر بناء صحت صحیحین کہنے پر اتفاق کیا ہے۔“

۱۸۔ امام ابو عبداللہ الحمیدی ﷫:

امام ابو عبداللہ الحمیدی ﷫ اپنی تالیف ”الجمع بين الصحيحين“ میں لکھتے ہیں:

”لم نجد من الأئمة الماضين رضي الله عنهم من أفصح في جميع ما جمعه بالصحة إلا هذين الإمامين.“ (مقدمہ ابن الصلاح: ۱۱)

”یعنی گزشتہ ائمہ حدیث کے مقابلہ میں صرف انہی دونوں اماموں (امام بخاری ﷫ و امام مسلم ﷫) کی یہ شان ہے کہ انہوں نے اپنی کتابوں میں احادیث صحیحہ کے لانے کا التزام کیا اور تمام حدیثوں کے صحیح ہونے کا صاف طور پر اظہار کیا۔“

not found.

۱۹۔ حافظ ابونصر سجزی رحمہ اللہ:

حافظ ابونصر سجزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری کی جمیع مرویات کی صحت پر اہل علم اور فقہائے امت کا اجماع ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”أجمع أهل العلم الفقهاء وغيرهم على أن رجلا لو حلف بالطلاق أن ما في كتاب البخاري مما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم قد صح عنه، ورسول الله صلى الله عليه وسلم قاله، لا شك فيه أنه لا يحنث، والمرأة بحالها في حبالته.“

(مقدمه ابن الصلاح: ۱۱)

”یعنی اگر کوئی شخص یہ کہے کہ صحیح بخاری میں نبی اکرم ﷺ کی جملہ مروی احادیث اگر صحیح نہ ہوں اور وہ حقیقتاً حضور ﷺ کا فرمودہ نہ ہوں تو اس کی عورت پر طلاق واقع ہوجائے، تو تمام علماء وفقہاء نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ اس کی عورت پر طلاق نہ واقع ہوگی اور وہ عورت بدستور عقد میں رہے گی۔“

۲۰۔ امام شمس الدین کرمانی رحمہ اللہ:

امام شمس الدین کرمانی رحمہ اللہ شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

”كان الجامع الصحيح للإمام أبي عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري أجل الكتب الصحيحة نقلاً وروايةً وفهماً ودرايةً.“

(نموذج من الأعمال الخيريه، بيان شرح البخاري: ۱۵۵۶ مطبوعه منيريه مصر)

”یعنی صحیح بخاری تمام کتب صحیحہ میں سب سے فائق و افضل ہے باعتبار سند و روایت کے بھی اور باعتبار فقہ و درایت کے بھی۔

۲۱۔ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ:

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"إن كتاب البخاري الجامع أتى من صحيح الحديث وفقهه بما لم يسبق إليه، فلذا رجح على غيره من الكتب بعد كتاب اللّٰه... الخ"
(إرشاد الساري: ١/ ٢٠)

''یعنی صحیح بخاری حدیث وفقہ پر ایک جامع و بے مثل کتاب ہے، اسی لئے کتاب اللہ کے بعد حدیث کے دوسرے تمام مصنفات پر اس کا رتبہ فائق ہے۔''

دنیائے اسلام نے اس کی کمال صحت پر پوری طرح سے خراج عقیدت ادا کیا ہے۔
(ارشاد الساري: ١/ ٢٠)

۲۲۔ حافظ ابن حجر ﷫:

حافظ ابن حجر ﷫ لکھتے ہیں:

"إن العلماء متفقون على القول بأفضلية البخاري في الصحة على كتاب مسلم." (مقدمه فتح الباري: ١/ ٢٠)

''یعنی علماءِ اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ صحیح بخاری باعتبارِ صحت صحیح مسلم سے بڑھ کر ہے۔''

۲۳۔ حافظ ابن کثیر ﷫:

حافظ ابن کثیر صحیح بخاری کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

"لا يوازيه فيه غيره، لا صحيح مسلم ولا غيره." (البدايه والنهايه: ١١/ ٢٨)

''یعنی صحیح بخاری کا مقابلہ کوئی کتاب نہیں کر سکتی، نہ صحیح مسلم نہ کوئی دوسری کتاب۔''

۲۴۔ علامہ عینی ﷫:

علامہ عینی ﷫ لکھتے ہیں:

"اتفق علماء الشرق والغرب على أنه ليس بعد كتاب اللّٰه أصح من صحيح البخاري، فرجح البعض صحيح مسلم على صحيح البخاري، والجمهور على ترجيح البخاري على مسلم."(عمدة القاري: ٥)

not found.

’’یعنی مشرق ومغرب کے تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کے بعد صحیح بخاری ومسلم سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں، بعض ائمہ نے مسلم کو بخاری پر مقدم قرار دیا ہے، لیکن جمہور علماءِ امت نے صحیح بخاری کو مسلم کے مقابلہ میں افضل ومقدم ٹھہرایا ہے۔‘‘

۲۵۔ امام نووی رحمہ اللہ:

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”اتفق العلماء على أن كتاب البخاري أصحهما صحيحا، وأكثرهما فوائد و معارف ظاهرةً وغامضة.“

(مقدمہ نووی شرح مسلم: ١١ و تهذيب الأسماء واللغات: ١/ ٧٣)

’’یعنی علماء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ صحیح بخاری، صحیح مسلم سے زیادہ صحیح اور اس سے زیادہ فوائد ومعارف پر مشتمل ہے اور اس کے فوائد باریک بھی ہیں جو بنظر غائر معلوم ہوسکتے ہیں۔‘‘

امام نووی رحمہ اللہ کا یہ مقولہ فتح الباری (ص: ۱۱) واتحاف النبلاء (ص: ۲۸) وظفر الأمانی (ص: ٦١) وغیرہ میں بھی موجود ہے۔

۲٦۔ حافظ سخاوی رحمہ اللہ:

حافظ سخاوی[1] رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ روئے زمین کے سب لوگوں نے بخاری ومسلم کو صحیحین سے یاد کیا ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں:

”الدهماء أطبقت على تسمية الكتابين بالصحيحين.“ (فتح المغيث: ١٢٦)

[1] حافظ سخاوی کا اسم گرامی محمد بن عبدالرحمٰن ہے، ابو الخیر کنیت ہے، سخاوی سے معروف ہیں، حافظ ابن حجر کے شاگرد ہیں، حافظ ابن حجر نے آپ کی مدح فرمائی ہے، چار سو کے قریب حافظ سخاوی کی تصنیفات ہیں، ان میں سے مقاصد حسنہ، الضوء اللامع، فتح المغيث وغیرہ بہت مشہور ہیں، آپ کی تمام تصانیف مفید و نافع ہیں، آپ کے تلامذہ میں ارشاد الساری کے مصنف علامہ قسطلانی وغیرہ ہیں، مکہ میں ۹۰۲ھ میں آپ نے وفات پائی۔ (خاتمه فتح المغيث: ٥٠٢) (مؤلف)

اس سے معلوم ہوا کہ صحت بخاری پر امت کا اجماع و اتفاق ہے۔ اور خاص طور پر صحیح بخاری کے تقدم سے متعلق لکھتے ہیں:

"لتقدم البخاري في الفن ومزيد استقصائه خُصَّ ما أسنده في صحيحه بالترجيح على سائر الصحاح." (فتح المغيث: ١٠)

''یعنی امام بخاری کی فنی معرفت و کمالِ جہد کے سبب مسندات صحیح بخاری تمام کتب حدیث پر باعتبار درجہ فائق و برتر ہیں۔''

۲۷۔ امام ابن تیمیہ ؒ:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ لکھتے ہیں:

"قد نظر أئمة هذا الفن في كتابيهما، ووافقوهما على صحة ما صححاه إلا مواضع يسيرة." (منهاج السنة: ٤/ ٥٨)

''یعنی ائمہ حدیث و ناقدین فن نے صحیح بخاری و صحیح مسلم کو بنظر غور دیکھا اور ان دونوں کتابوں کی صحت پر اتفاق کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحیح بخاری کی صحت پر ائمہ فن کو کامل اطمینان ہے۔

۲۸۔ حافظ ابن کثیر ؒ:

حافظ ابن کثیر ؒ لکھتے ہیں:

"أجمع العلماء على قبوله وصحة ما فيه، وكذلك سائر أهل الإسلام." (البداية والنهاية: ١١/ ٢٤)

''یعنی جامع صحیح بخاری کی صحت اور مقبولیت پر تمام علمائے اسلام اور اہل اسلام کا اجماع ہے۔''

۲۹۔ حافظ ابو الفلاح حنبلی ؒ:

حافظ ابو الفلاح حنبلی ؒ لکھتے ہیں:

not found.

"أجمع الناس على صحة كتابه." (شذرات الذهب: ۲/ ۱۳۵)

''پوری دنیائے اسلام کا صحیح بخاری کی صحت پر اجماع واتفاق حاصل ہے۔''

۳۰۔ حافظ ذہبی ﷫:

حافظ ذہبی ﷫ لکھتے ہیں:

"وأما جامع البخاري الصحيح فأجل كتب الإسلام، وأفضلها بعد كتاب الله." (إرشاد الساری: ۲۹)

''یعنی کتاب اللہ کے بعد اسلامی کتابوں میں سب سے جلیل القدر اور سب سے افضل کتاب جامع صحیح بخاری ہے۔''

۳۱۔ علامہ محمد بن ابراہیم الیمانی ﷫:

علامہ محمد بن ابراہیم الیمانی ﷫ لکھتے ہیں:

"فقد اشتهر القول بصحة مسندات صحيح البخاري و مسلم، ادعى غير واحد من ثقات المحدثين انعقاد الإجماع على ذلك.

(الروض الباسم: ۱/ ۷۸، مطبوعہ مصر)

''یعنی تمام محدثین میں مشہور ہے کہ صحیح بخاری ومسلم کی تمام مسند روایات صحیح ہیں اور اس پر بہت سے ائمہ حدیث نے اجماع امت کا قول نقل کیا ہے۔''

۳۲۔ علامہ جزائری ﷫:

علامہ جزائری ﷫ لکھتے ہیں:

"ورجحان كتاب البخاري على كتاب مسلم أمر ثابت، أدى إليه بحث جهابذة النقاد واختبارهم." (فتح الملهم: ۹۷)

یعنی صحیح بخاری کا امام مسلم کی کتاب پر من حیث الصحت راجح ومقدم ہونا ایک ایسی حقیقت ہے جس کا اعتراف بڑے بڑے ناقد وکامل ائمہ فن نے کیا ہے اور یہ اعتراف کچھ تقلیدی طور پر نہیں کیا گیا، بلکہ کافی بحث و مذاکرہ اور غور وتحقیق کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے

not found.

کہ مدارِ صحت ثقہ رواۃ، اتصال سند اور علل سے سلامتی پر ہے اور ان تینوں معیارِ صحت میں صحیح بخاری صحیح مسلم پر فائق تر ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں:

”ولدى البحث تبين أن كتاب البخاري أرجح على كتاب مسلم في الأمور الثلاثة التي عليها مدار صحة الحديث.“

(فتح الملهم شرح صحيح مسلم: ٩٧)

۳۳۔ علامہ محمد معین سندھی ؒ:

علامہ محمد معین صاحب سندھی ؒ لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری ومسلم کی تمام احادیث صحیح اور واجب العمل ہیں، تمام اصحاب بصیرت اور علماء ومحدثین کا اس پر اتفاق ہے۔

(دراسات اللبيب: ٢٨٤)

۳۴۔ سید شریف جرجانی ؒ:

سید شریف جرجانی ؒ لکھتے ہیں:

”أول من صنف في الصحيح المجرد الإمام البخاري ثم مسلم، وكتاباهما أصح الكتب بعد كتاب الله.“ (ظفر الأماني: ٥٥)

یعنی صرف احادیث صحیحہ پر مشتمل جو کتاب سب سے پہلے دنیائے حدیث میں منصۂ شہود پر آئی، وہ امام بخاری ؒ کی صحیح بخاری ہے، پھر اس کے نقش قدم پر مسلم ہے، اور یہ کتابیں کتاب اللہ کے بعد سب سے زیادہ صحیح ہیں۔

۳۵۔ علامہ یافعی ؒ:

علامہ یافعی ؒ لکھتے ہیں:

”الحافظ الإمام، قدوة الأنام، وعالي المقام، جامع أصح الكتب المصنفة في السنن والأحكام، إمام المحدثين وشيخ الإسلام أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري.“

(مرآة الجنان: ٢/ ١٦٧)

not found.

’’یعنی حافظ العصر شیخ الاسلام امام بخاری رحمہ اللہ نے جس کتاب صحیح کو جمع اور مرتب فرمایا ہے، وہ سنن واحکام پر لکھی ہوئی تمام کتب حدیث میں سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے۔‘‘

۳۶۔نواب صدیق الحسن رحمہ اللہ:

صاحب کشف الظنون کا مقولہ نواب صدیق الحسن صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

(اتحاف النبلاء: ۱۲۷)

’’یعنی علمائے متقدمین ومتاخرین کا اس پر اجماع واتفاق ہے کہ اللہ کی کتاب کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری ہے، پھر اس کے بعد مسلم ہے۔‘‘

۳۷۔امام محمد بن جعفر کتانی رحمہ اللہ:

امام محمد بن جعفر کتانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”هو أصح كتاب بين أظهرنا بعد كتاب الله .“

(الرسالة المستطرفه للكتانى: ۹)

’’یعنی امام بخاری رحمہ اللہ کی کتابِ بخاری اللہ کی کتاب کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے۔‘‘

۳۸۔حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ:

حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”أما الصحيحان فقد اتفق المحدثون على أن جميع ما فيهما من المتصل المرفوع صحيح بالقطع.“ (حجة الله البالغه: ۱/ ۱۳٤)

’’یعنی صحیح بخاری وصحیح مسلم کے بارہ میں تمام محدثین امت کا اس پر اتفاق ہے کہ بخاری ومسلم کی مسند روایات یعنی مرفوع متصل حدیثیں تمام کی تمام قطعی صحیح ہیں۔‘‘

not found.

۳۹۔حضرت شاہ عبدالعزیز ﷫:

حضرت شاہ عبدالعزیز ﷫ فرماتے ہیں:

(عجاله نافعه: ٦)

’’یعنی بخاری ومسلم ومؤطا (امام مالک) کی حدیثیں نہایت صحیح حدیثیں ہیں اور جامع صحیح بخاری میں بلحاظ اغلب خود مؤطا کی بھی مرفوع حدیثیں موجود ہیں۔‘‘ اس لحاظ سے صحیح بخاری زیادہ جامع وصحیح ترین کتاب ہے۔‘‘

۴۰۔مولانا نورالحق بخاری ﷫:

مولانا نورالحق بخاری ﷫ لکھتے ہیں:

(تيسير القاري شرح بخاری: ١/ ٥)

’’یعنی جمہور علماء نے صحیح بخاری کو حدیث کی تمام تصنیفات پر باعتبار صحت بلند و بالا قرار دیا ہے اور اس کے لیے أصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری کا مقولہ ضرب المثل ہوچکا ہے۔‘‘

۴۱۔شاہ عبدالحق محدث دہلوی ﷫:

شاہ عبدالحق محدث دہلوی ﷫ لکھتے ہیں:

"فاعلم أن الذي تقرر عند جمهور المحدثين أن صحيح البخاري مقدم على سائر الكتب المصنفة، حتى قالوا: أصح الكتب بعد كتاب الله صحيح البخاري." (مقدمه مشكوة، جلد: ١)

not found.

’’یعنی جمہور محدثین کے نزدیک صحیح بخاری احادیث کی تمام کتابوں سے زیادہ صحیح اور اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح البخاری کا صحیح طور پر مصداق ہے۔‘‘

۴۲۔نواب صدیق الحسن خان صاحب رحمہ اللہ:

علامہ زمان نواب صدیق الحسن خان صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”اتفق أهل العلم على أن أصح الكتب بعد كتاب الله العزيز الصحيحان البخاري و مسلم، وقال الحاكم: كتاب مسلم أصح، والصحيح أن كتاب البخارى أصحهما صحيحا وأكثرهما فوائد.“
(السراج الوهاج: ٥ وكذا في إتحاف النبلاء: ١٠٤)

’’تمام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ کتاب اللہ کے بعد صحیح بخاری و مسلم سب سے زیادہ صحیح کتاب اور پھر ان دونوں میں سب سے زیادہ صحیح کتاب صحیح بخاری ہے، جس کے فوائد و لطائف بھی مسلم کے مقابلہ میں بہت زائد ہیں۔‘‘

۴۳۔علامہ عبدالحی فرنگی محلّی لکھنوی رحمہ اللہ:

علامہ عبدالحی فرنگی محلّی لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”فالذي عليه الجمهور وصوّبه النووي وغيره هو أن صحيح البخاري أصح من صحيح مسلم.“ (ظفر الأماني: ٥٩)

۴۴۔مولانا احمد علی سہارنپوری رحمہ اللہ:

مولانا احمد علی سہارنپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”واتفق العلماء على أن أصح الكتب المصنفة صحيحا البخاري و مسلم، واتفقوا على أن صحيح البخاري أصحهما صحيحا وأكثرهما فوائد.“ (مقدمه سهارنپوری على البخاري: ٤)

’’یعنی علماء امت کا اس پر اتفاق ہے کہ کتب حدیث میں سب سے زیادہ صحیح

کتاب صحیح بخاری ومسلم ہے، پھر اس پر بھی اتفاق ہے کہ ان دونوں میں صحیح بخاری صحت میں بڑھ کر اور زیادہ فوائد کی جامع ہے۔''

۴۵۔مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی ♋:

ہندو پاکستان کے مشہور عالم و فاضل حضرت مولانا انور شاہ دیوبندی ♋ لکھتے ہیں کہ حافظ ابن الصلاح، حافظ ابن حجر ♦، شیخ الاسلام ابن تیمیہ ♋، شمس الائمہ سرخسی وغیرہ اجلہ محدثین وفقہاء وغیرہ کا اس پر اتفاق ہے کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم کی سب حدیثیں حجت کے لیے قطعی ہیں۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:''إن رأيهم هو الرأي'' [فيض الباري: ١/ ٤٥]

یعنی ان اجلہ اصحاب الحدیث ومحققین کا فیصلہ میرے نزدیک بالکل درست فیصلہ ہے۔

۴۶۔مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری ♋ :

مرشدنا العلام حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری ♋، صاحب تحفۃ الأحوذی مقدمہ میں نقل فرماتے ہیں:

''اتفق العلماء على أن أصح الكتب بعد القرآن العزيز الصحيحان البخاري و مسلم، وتلقتهما الأمة بالقبول، وكتاب البخاري أصحهما صحيحاً وأكثرهما فوائد.'' (مقدمه تحفة الأحوذي: ٥٦)

''یعنی علماء کا اتفاق ہے کہ قرآن عزیز کے بعد صحیح ترین کتاب بخاری ومسلم ہے، امت نے دونوں کو باتفاق قبول کیا ہے اور ان دونوں میں سب سے زیادہ صحیح، صحیح بخاری ہے اور اس کے فوائد بھی زائد ہیں۔''

۴۷۔علامہ شبیر احمد عثمانی ♋:

علامہ شبیر احمد عثمانی ♋ شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

''أول من صنف في الصحيح المجرد إملاءً أبو عبد الله محمد

بن إسماعيل البخاري، وتلاه الإمام أبو الحسين مسلم بن حجاج النيسابوري، وكتابا هما أصح كتب الحديث."

(فتح الملهم شرح مسلم: ٥٤)

"یعنی سب سے پہلے صرف احادیث صحیحہ پر جس نے کوئی تصنیف تیار کی وہ امام بخاری ہیں، پھر ان کے نقشِ قدم کی پیروی امام مسلم ﷫ نے کی اور یہ دونوں کتابیں مصنفات حدیث میں سب سے زیادہ صحیح کتابیں ہیں۔"

۴۸۔ علامہ احمد محمد شاکر:

ممالک عربیہ میں مصر کے ایک جلیل القدر محدث علامہ احمد محمد شاکر مدظلہ العالی (صاحب التعلیق علی مسند احمد بن حنبل) اپنے ایک رسالہ میں لکھتے ہیں:

"إن أحاديث الصحيحين صحيحة كلها ليس في واحد منها مطعن ولا ضعف." (الباعث الحثيث: ٢٢)

"یعنی صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیثیں تمام کی تمام صحیح ہیں، نہ ان میں سے کوئی ضعیف ہے نہ کسی میں کوئی طعن و جرح ہے۔"

اجماع علی الصحت پر ایک شبہ اور اس کا جواب:

بعض لوگوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اجماع تو اس امر پر منعقد ہوا ہے کہ صحیحین کی حدیثیں واجب العمل ہیں، ان کی احادیث کی صحت پر اجماع نہیں ہوا ہے، اس کا جواب حافظ ابن حجر ﷫ نے شرح نخبہ میں اور مولانا عبدالحی نے ظفر الامانی میں بہت خوب دیا ہے، لکھتے ہیں کہ اگر معاملہ اتنا ہی ہے تو پھر اس میں صحیحین کی باقی کتب حدیث پر مزیت وفضیلت کیا ہوئی؟ کیونکہ اجماع تو ہر صحیح حدیث کے واجب العمل ہونے پر ہے، خواہ وہ حدیث صحیح بخاری ومسلم کی نہ ہو، چونکہ بخاری ومسلم کی باقی کتب حدیث کے مقابلہ میں مزیت وفضیلت ایک مسلّمہ امر ہے، اس لیے معلوم ہوا کہ وجہ فضیلت صرف صحت ہے، اس موقع کے الفاظ یہ ہیں:

not found.

”فإن قيل: إنما اتفقوا على وجوب العمل به لا على صحته، منعناه، وسند المنع أنهم متفقون على وجوب العمل بكل ما صح، ولو لم يخرجه الشيخان، فلم يبق للصحيحين مزية، والإجماع حاصل علىٰ أن لهما مزية فيما يرجع إلى نفس الصحة.“ (ظفر الأماني: ٦٤)

یعنی علمائے امت نے اس پر اجماع کیا ہے کہ صحیح بخاری ومسلم کی حدیثوں کو دوسری کتب حدیث کی احادیث صحیحہ پر بھی خاص فوقیت اور افضلیت ہے اور یہ افضلیت صحیحین کی احادیث کی صحت ہی کی بنا پر ہے، ورنہ واجب العمل ہونے میں سب برابر ہیں۔

بخاری ومسلم کی احادیث پر علماء سلف ومعاصرین کا اتفاق:

۱۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں وہ احادیث مندرج کی گئیں، جن کی صحت پر امام بخاری و امام مسلم کے ہم زمانہ ائمہ وعلماء ومعاصر محدثین بھی متفق تھے، چنانچہ امام مسلم نے خود فرمایا ہے: ”إنما وضعت ههنا ما أجمعوا عليه.“

(مقدمه نووی: ٥ و صحيح مسلم: ١/ ١٧٤ و ظفر الأماني: ٦٦)

”یعنی میں نے مسلم میں ان ہی حدیثوں کو رکھا جس پر دوسرے ائمہ کا بھی اتفاق تھا۔“

۲۔ حافظ ابن الصلاح ﷫ نے لکھا ہے کہ امام مسلم ﷫ نے فرمایا ہے:

”ليس كل شيء عندي وضعته ههنا، إنما وضعت ههنا ما أجمعوا عليه.“ (مقدمه ابن الصلاح: ٨)

ہر وہ روایت جس کو میں نے صحیح سمجھا، مسلم میں نہیں داخل کیا، بلکہ اس میں صرف ان روایات کو درج کیا ہے، جن کی صحت پر دوسرے ائمہ کی بھی تصدیق حاصل ہے۔

۳۔ امام نووی ﷫ نے لکھا ہے کہ امام مسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنی کتاب کے مسودہ کو حافظ الحدیث امام ابوزرعہ رازی ﷫ پر پیش کیا، جس روایت میں امام نے کوئی علت خفیہ بتائی، میں نے مسودہ سے اس کو الگ کر دیا:

not found.

”وكل ما قال: إنه صحيح، خرجته“

اور ان تمام روایتوں کو صحیح مسلم میں باقی رکھا، جن کی صحت کی انہوں نے تصدیق فرمائی۔ (مقدمہ نووی: ۱۱)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ جن حدیثوں کی صحت پر ائمہ وقت نے اتفاق کیا، انہی حدیثوں کو امام مسلم ؒ نے صحیح مسلم میں درج فرمایا ہے۔

۴۔ اسی طرح علامہ ابن خلدون ؒ لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری ومسلم میں صرف اجماع شدہ احادیث صحیحہ کا اندراج فرمایا گیا ہے، وہ مقدمہ میں لکھتے ہیں:

”وجاء محمد بن إسماعيل البخاري إمام المحدثين في عصره، فخرج أحاديث السنة على أبوابها في مسنده الصحيح، واعتمد منها ما أجمعوا عليه دون ما اختلفوا فيه، ثم جاء الإمام مسلم بن حجاج القشيري فألف مسنده الصحيح، حذا فيه حذو البخاري في نقل المجمع عليه.“ (مقدمہ ابن خلدون: ۳۸۶)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام بخاری ؒ نے اپنی کتاب صحیح میں انہیں حدیثوں کو جمع کیا جن پر معاصرین ائمہ ومحدثین کا اتفاق تھا، ان حدیثوں کو شامل نہیں کیا، جن کی صحت میں کچھ لوگوں کا اختلاف تھا، اسی طرح امام مسلم نے بھی امام بخاری ہی کے طور پر چل کر انہی حدیثوں کو درج فرمایا، جن پر اس وقت کے علماء وائمہ کا اجماع واتفاق تھا۔

۵۔ اسی طرح شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ ؒ منہاج السنہ میں فرماتے ہیں کہ امام بخاری ومسلم نے انہی احادیث صحیحہ کو صحیح بخاری ومسلم میں درج فرمایا ہے، جن کی صحت پر ہر دور کے علماء وشیوخ کا اتفاق موجود تھا، ان کے الفاظ یہ ہیں:

”وما صححاه كان قبلهما عند أئمة الحديث صحيحا، تتلقى بالقبول ، وكذلك في عصرها، وكذلك بعدهما... فلم ينفردا لا برواية ولا بتصحيح.“ (منهاج السنة: ٤/ ٥٨)

یعنی صحیح بخاری ومسلم میں جو حدیثیں ہیں، وہ ان اماموں کے پہلے بھی صحیح مانی ہوئی تھیں اور ان دونوں کے زمانہ میں اور ان کے زمانہ کے بعد بھی وہ صحیح مانی گئی ہیں، بہرنوع امام بخاری ومسلم ان روایات کی تخریج وتصحیح میں منفرد نہیں ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحیح بخاری ومسلم کی حدیثوں کی صحت پر ائمہ حدیث کا ہر دور میں اتفاق واجماع حاصل رہا ہے۔

۶۔ اسی طرح حضرت شاہ ولی صاحب ؒ لکھتے ہیں کہ شروع شروع میں محدثین کرام کی فن سنت، فن تفسیر، فن سیر ومغازی اور فن زہد ورقاق پر الگ الگ کتابیں تھیں:

"فأراد البخاري أن يجمع الفنون الأربعة في كتاب، ويجرده لما حكم العلماء بالصحة قبل البخاري وفي زمانه، ويجرده للحديث المرفوع المسند، وما فيه من الآثار وغيرها أنها جاء بها تبعا لا بإصالة، ولهذا سمىٰ كتابه بالجامع الصحيح."

(رساله شرح تراجم أبواب بخارى: ۱۳)

یعنی امام بخاری نے چاہا کہ ہر چہار فنون کو ایک ہی کتاب میں جمع فرمادیں اور اس سلسلہ میں صرف ان احادیث کا انتخاب کریں جن کی صحت پر علماء سابقین ومعاصرین کا اتفاق ہو، پھر اس میں بھی مزید احتیاط اس طرح فرمائی کہ صرف مرفوع مسند ومتصل حدیثوں کو درج فرمایا، اب رہے آثار وتعلیقات کی روایتیں تو وہ اصالتاً نہیں بلکہ تبعاً و تائیداً وارد ہوئی ہیں۔ بہر حال چاروں قسم کے فنون کی جامعیت اور احادیث کی متفق علیہ صحت کے سبب امام بخاری ؒ نے اپنی کتاب کا نام جامع صحیح رکھا۔

۷۔ اسی طرح جامع العلوم والسنن نواب صدیق الحسن خاں صاحب ؒ لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ ؒ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

"الشيخان لا يذكران إلا حديثاً قد تناظر فيه مشائخهما، وأجمعوا على القول به والتصحيح له." (إتحاف النبلاء: ۱۳۸)

not found.

یعنی امام بخاری ؒ و امام مسلم ؒ ہر حدیث کی صحت و تحقیق کے سلسلہ میں اپنے مشائخ سے مباحثہ کرتے اور جب سب کا ایک رائے پر اتفاق ہوجاتا اور سب کے سب اس کی تصحیح کرتے تو اس کو قبول کرتے۔

بہر حال جس طرح بخاری و مسلم کی وہ احادیث جو دونوں کتابوں میں موجود ہیں، متفق علیہ کے نام سے مشہور ہیں اور اقسامِ حدیث میں اعلیٰ ترین حدیثوں میں ان کا شمار ہے، اسی طرح صحیح بخاری و صحیح مسلم کی منفرد روایات دوسری کتب حدیث کے مقابلہ میں اعلیٰ درجہ کی شمار ہوں گی، کیونکہ ان دونوں کتابوں کی روایات و احادیث کی صحت پر امام بخاری سے پہلے کے ائمہ کرام نیز ان کے ہم زمانہ محدثین اور اسی طرح متاخرین کا اجماع و اتفاق حاصل رہا ہے۔

افادہ:

صحیح بخاری کی صحت سے متعلق غیر مسلم محققین نے انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا وغیرہ میں جو کچھ لکھا ہے، وہ منکرین حدیث کی غیرت و بصیرت کے لیے کافی ہے۔
(انسائیکلو پیڈیا آف اسلام: ۱/۸۴۷، از افادات مولانا عبدالماجد صاحب دریا بادی ؒ)

تلقی بالقبول

معروضات بالا کے بعد ہم جبل الحفظ امام الائمہ امام بخاری ؒ کی جامع صحیح بخاری کی مقبولیت عامہ سے متعلق بھی کچھ باتیں عرض کریں گے،اس لیے کہ امت کا تلقی بالقبول بجائے خود صحت کے لیے ایک معتمد علیہ پیمانہ ہے۔

۱۔ صاحب فتح الملہم لکھتے ہیں:

”ثم إن تلقي الأمة بالقبول أصل كبير و معيار عظيم لقبول الأخبار كما بسطه الإمام الشاطبي في مواضع من موافقاته، وكما قال ابن عبد البر في الاستذكار.“ (فتح الملهم: ١٦)

”یعنی کسی خبر کی مقبولیت وصحت کے لیے امت کا تلقی بالقبول ایک مستقل اصل وضابطہ اور ایک بہترین کسوٹی ہے، امام شاطبی ؒ اور ابن عبدالبر ؒ نے تلقی بالقبول کی اس حیثیت پر بسط وتفصیل سے اپنی کتابوں میں بحث کی ہے۔“

۲۔ چنانچہ حافظ ابن عبدالبر ؒ اپنی کتاب استذکار میں صحیح بخاری کی حدیث ”البحر هو الطهور ماؤه“ کے تحت لکھتے ہیں:

”الحديث عندي صحيح لأن العلماء تلقوه بالقبول.“ (فتح الملهم: ١٦)

”یعنی یہ حدیث میرے نزدیک صحیح ہے، اس لئے کہ علماء نے اس حدیث کے ساتھ تلقّی بالقبول کیا ہے یا یہ مراد ہے کہ صحیح بخاری کو قبولِ عام حاصل ہے، اس لیے یہ حدیث صحیح ہے۔ بہر حال تلقی بالقبول صحت حدیث کو مستوجب ہے۔

۳۔ حافظ سخاوی ؒ لکھتے ہیں کہ جب امت میں کوئی خبر ضعیف بھی قبول عام حاصل کرے

اور وہ متلقی بالقبول ہوجائے تو اس پر عمل واجب ہوتا ہے، حتی کہ اس تلقی بالقبول کی قوت سے یہ خبر ضعیف نص قطعی کی ناسخ بھی بن سکتی ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

”وكذا إذا تلقت الأمة الضعيف بالقبول يعمل به على الصحيح حتى إنه ينزل منزلة المتواتر في أنه ينسخ المقطوع به.“

۴۔ امام شافعی ؒ نے بھی اس اصول کی توثیق فرمائی ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ ”لا وصية لوارث“[1] کی حدیث محدثین کے نزدیک ثابت نہیں ہے، لیکن چونکہ اس روایت کو تلقی بالقبول حاصل ہے اور امت میں یہ عام طور پر متداول ہے، تو اس تلقی بالقبول نے اس کمزور خبر کو یہ قوت دے دی کہ اس کے مقتضیٰ پر عمل واجب ہوگیا اور یہ نص قطعی یعنی آیت وصیت کا ناسخ بھی بن گیا۔ (فتح المغيث: ١٢٠)

۵۔ قبول امت و اجماع عام کے سلسلہ میں خطیب بغدادی نے حضرت عبداللہ بن مبارک کا مقولہ نقل کیا ہے کہ صحت حدیث کے لیے قبول عام بجائے خود ایک مستقل دلیل ہے، فرماتے ہیں:

”إجماع الناس على شيء أوثق في نفسي عن سفيان عن منصور عن إبراهيم عن علقمة عن ابن مسعود.“ (كفايه: ٤٣٤)

یعنی دنیا کی صحیح ترین سند از سفیان از منصور تا ابن مسعود کے مقابلہ میں لوگوں کا کسی امر پر اجماع و اتفاق ہی زیادہ قابل وثوق ہے۔

۶۔ اسی طرح حافظ ابن تیمیہ ؒ لکھتے ہیں:

[1] سنن أبي داود، برقم (٣٥٦٥) سنن الترمذي، برقم (٢١٢١) سنن النسائي، برقم (٣٦٤١) سنن ابن ماجه، برقم (٢٧١٣) وقال الترمذي: ”هذا حديث حسن صحيح“ حافظ ابن حجر ؒ فرماتے ہیں ”وهو حسن الإسناد“ ابن ترکمانی حنفی اس کی ایک سند کے متعلق فرماتے ہیں: ”هذا سند جيد“ نیز فرماتے ہیں: قد ذكرناه من ثلاثة أو جه كلها قوية“ (التلخيص الحبير: ٣/ ٩٢، الجوهر النقي: ٦/ ٢٦٥) مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: إرواء الغليل (٦/٨٧)

"معنى الإجماع أن يجتمع علماء المسلمين علىٰ حكم من الأحكام، ولم يكن لأحد أن يخرج عن إجماعهم."

(فتاویٰ ابن تیمیه: ۱/ ٤٠٦)

''یعنی جب علمائے اسلام کا کسی حکم پر اجماع ہوجائے تو اس کا یہ وزن ہے کہ پھر اس سے مجالِ انکار کسی کے لیے باقی نہیں رہتا۔''

اس روشنی میں آپ صحیح بخاری کے متلقی بالقبول ہونے پر ائمہ حدیث کی تصریحات کو ملاحظہ کیجئے اور اس عنوان سے بھی صحیح بخاری کی مقبولیت وصحت پر اطمینان فرمائیے:

۱۔ حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری ومسلم کی منفرد روایات قطعی الصحت کے ذیل میں داخل ہیں، سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ امت محمدیہ (علی صاحبها الصلوة والتحية) نے ان دونوں کتابوں میں سے ہر ایک کتاب کو باتفاق قبول کیا ہے، امت کے اس اجماع وقبول عام پر ایک نفیس نکتہ کی طرف اشارہ کر گئے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

"والأمة في إجماعها معصومة عن الخطأ، ولهذا كان الإجماع المبتنى على الاجتهاد حجة مقطوعا بها، وهذه نكتة نفيسة نافعة."

(مقدمه ابن الصلاح: ١٢)

وكذا صرح بعصمة الأمة الإمام ابن القيم عن شيخه ابن تيمية في الصواعق المرسلة، وهذا الإمام ابن تيمية صرح بأن الأمة لا تجتمع على ضلالة. (فتاویٰ ابن تيمية رحمه الله: ١/ ٤٠٦)

''یعنی امت محمدیہ کا اجماع خطا وضلالت پر نہیں ہوسکتا، لہٰذا امت کا کسی چیز پر بربنائے اجتہاد جو اجماع اور کسی امر پر تلقی بالقبول ہے، وہ حجت قطعی ہے۔''

۲۔ استاذ ابو اسحاق اسفرائنی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"فمن خالف حكمه خبرا منها، وليس له تأويل سائغ للخبر نقضنا حكمه، لأن هذه الأخبار تلقتها الأمة بالقبول."(فتح المغيث: ١/ ٥١)

یعنی جس کسی محدث کا حکم بخاری ومسلم کی حدیث کے خلاف ہو تو ہم اس کے مخالف حکم کو توڑ دیں گے، کیونکہ ان دونوں کتابوں کو امت محمدیہ نے باتفاق قبول کیا ہے۔

تو ایسی متفق علیہ کتاب کی صحت پر ہر مخالف جرح وقدح بلفظ دیگر اتفاق امت پر جرح کے مرادف ہے، بنا بریں اجماع امت کے غلط اور ساقط الاعتبار قرار دینے کے مقابلہ میں اس مخالف حکم لگانے والے کے حکم توڑ دینا اور اس کو مطرود و مدفوع ٹھہرانا ہی تقاضائے عقل ہے۔

۳۔ امام نووی ؒ لکھتے ہیں کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآنِ عزیز کے بعد حدیثوں میں سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری پھر مسلم ہے اور یہ دونوں کتابیں امت مسلمہ میں متلقی بالقبول ہیں۔ (مقدمه نووی علی شرح مسلم: ١١)

۴۔ علامہ جزائری لکھتے ہیں:

"لكن اتفاق الأمة لازم، وحاصل معه لاتفاق الأمة على تلقي ما اتفقا عليه بالقبول." (فتح الملهم: ١٠٦)

یعنی لفظ متفق علیہ سے بخاری ومسلم کا اتفاق مراد ہے کہ ان دونوں نے اپنی اپنی کتاب میں اس روایت کی تخریج کرنے پر اتفاق کیا ہے، لیکن اس سے پوری امت کا اتفاق بھی مراد ہوسکتا ہے، کیونکہ پوری امت نے صحیحین کو باتفاق ہاتھوں ہاتھ لیا اور قبول کیا ہے۔

۵۔ حافظ ابن حجر ؒ لکھتے ہیں کہ بخاری ومسلم میں درجہ صحیح بخاری کا مقدم ہے، لیکن تلقی بالقبول کے اعتبار سے متساویۃ الاقدام ہیں:

"لاتفاق العلماء على تلقي كتابه بالقبول أيضاً." (شرح نخبه: ٧٦)

"یعنی صحیح بخاری کی طرح صحیح مسلم کو بھی علماء امت نے بالاتفاق ہاتھوں ہاتھ لیا اور قبول کیا ہے۔"

٦۔ علامہ قسطلانی ؒ لکھتے ہیں:

"قد اتفق الأمة على تلقي الصحيحين بالقبول." (إرشاد الساري: ١/ ٢٠)

آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

"أصح الكتب المؤلفة في هذا الشأن، والمتلقى بالقبول في كل أوانٍ." (ارشاد الساري: ٢٨)

"یعنی صحیح بخاری ومسلم کے لیے امت مسلمہ اور علمائے حدیث کا تلقی بالقبول حاصل ہے اور ہر زمانہ میں ائمہ حدیث نے صحیح بخاری کو ہاتھوں ہاتھ لیا ہے۔"

۷۔ علامہ عینی ؒ صحیح بخاری کے متلقی بالقبول ہونے کے متعلق بڑے ادیبانہ انداز میں لکھتے ہیں:

"قد دون في السنة كتابا فاق على أمثاله، وتميز على أشكاله بحيث قد أطبق على قبوله بلا خلاف علماء الأسلاف والأخلاف."

(عمدة القاری شرح بخاری: ١/ ٢)

"یعنی امام بخاری ؒ نے سنن نبویہ پر ایسی جامع کتاب لکھی جو اپنی ہم صنف وہم موضوع کتابوں پر سب سے زیادہ فائق وممتاز ہے اور ائمہ سلف وخلف نے اتفاق واجماع کے ساتھ (بلا خلاف احد) صحیح بخاری کو قبولِ عام بخشا ہے۔"

۸۔ شارح بخاری امام شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی ؒ لکھتے ہیں:

"هو أصح الكتب المؤلفة فيه على الإطلاق والمقبل عليه بالقبول من أئمة الآفاق." (نموذخ الأعمال الخيريه: ١٥٥٦، مطبوعه منيريه مصر)

"یعنی صحیح بخاری تمام مؤلفات میں سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے اور پوری دنیا کے ائمہ نے اس کو قبول عام بخشا ہے۔"

۹۔ حافظ ابن تیمیہ ؒ نے منہاج السنہ میں صحیحین کے متلقی بالقبول ہونے کے سلسلہ میں لکھا ہے:

"ما صححاه كان قبلهما عن أئمة الحديث صحيحا متلقى بالقبول."

(مقدمه فتح الملهم: ٩٦)

''یعنی بخاری و مسلم نے جن حدیثوں کو صحیح کہا ہے، وہ اس سے پہلے کے ائمہ حدیث کے نزدیک صحیح مانی ہوئی تھیں اور ان کو تلقی بالقبول حاصل تھا۔''

اور اپنے فتاویٰ میں بھی صحیحین کی احادیث کے متعلق لکھا ہے کہ علمائے حدیث یہ سمجھتے ہیں کہ یہ متون و روایات قطعی طور پر آنحضرت ﷺ کے فرمودہ ہیں، کیونکہ ان روایات کے لیے صفت تواتر اور تلقی امت بالقبول حاصل ہے۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ: ۱/ ۴۰۹)

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک یہ کہ صحیحین کے اخبار آحاد حکماً متواتر ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ صحیحین کی احادیث کو امت کا تلقی بالقبول حاصل ہے۔

۱۰۔ علامہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ جیسے جلیل الشان فقیہ اور عظیم محدث صحیحین کے متلقی بالقبول ہونے کے متعلق لکھتے ہیں:

"إن من اتفق الشيخان على التخريج لهم ثبتت عدالتهم بالاتفاق بطريق الاستلزام لاتفاق العلماء على تصحيح ما أخرجاه. "

(فتح الباری، پارہ ۳،ص: ۷۶۰)

یعنی جن رواۃ سے امام بخاری نے تخریج کیا ہے، ان کی ثقاہت و عدالت بطریق التزام ثابت ہے، کیونکہ علمائے حدیث نے صحیح بخاری و مسلم کی روایات کو صحیح قرار دیا ہے اور اس تصحیح پر سب علماء کا اتفاق ہے، پس اس صحت روایت پر اتفاق ثقاہت رواۃ کو مستلزم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحیح بخاری و مسلم کی صحت پر اتفاق و اجماع و تلقی بالقبول حاصل ہے۔

افادہ:

ابن دقیق العید رحمہ اللہ حافظ الحدیث فقیہ العصر امام و مجتہد گزرے ہیں، خاندانی سفید پوشی کے سبب آپ اسی لقب سے مشہور ہوگئے، دقیق العید ان کے دادا وہب کا لقب تھا، ہمیشہ سفید اور اجلا کپڑا پہننے کے سبب لوگوں نے کہا: "قماش هذا يشبه دقيق العيد " یعنی ان کے کپڑے عید کے کپڑوں کے مشابہ ہیں، یہ امام اپنے دادا کے اسی لقب کی طرف منسوب ہوکر ابن دقیق العید سے مشہور ہوگئے۔ (فتح المغیث: ۴۲۸)

not found.

حدیث میں کتاب الإلمام في أحادیث الأحکام وشرح عمدہ وغیرہ آپ کی عمدہ اور مفید ترین تصنیفات ہیں، اجتہاد و استنباط کا یہ عالم تھا کہ حضرت براء بن عازب ◆ کی ایک حدیث "أمرنا بسبع ونهانا عن سبع"[1] سے چار سو فوائد کا بلا تکلف استنباط فرمایا تھا۔ مصر میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز تھے، کمال ورع وتقویٰ کے ساتھ صاحب کشف وکرامات بھی تھے۔ (إتحاف النبلاء: ٣٦٠)

١١۔ حافظ ابن کثیر ؒ لکھتے ہیں:

"کتاب البخاري الصحیح یستسقیٰ بقراءته الغمام، وأجمع علی قبوله وصحة ما فیه أهل الإسلام." (إرشاد الساري: ١/ ٢٩)

"یعنی جامع صحیح بخاری کی قراءت سے نزول رحمت ونزول غیث ہوتا ہے اور اس کی جمیع احادیث کی صحت اور قبول عام پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے۔"

١٢۔ حضرت شاہ ولی اللہ ؒ لکھتے ہیں:

"ولعمري نال من الشهرة والقبول درجة لا ترام فوقها."

(حجة اللّٰہ البالغه، باب الفرق بین أهل الحدیث وأهل الرأي)

"یعنی صحیح بخاری کی شہرت اور مقبولیت اس درجہ تک پہنچ گئی ہے کہ اس سے زیادہ خیال کی بلند پروازی نہیں ہوسکتی۔

١٣۔ شاہ عبدالعزیز ؒ فرماتے ہیں کہ:

(عجاله نافعه: ٥)

"یعنی بخاری ومسلم کی دونوں کتابیں تمام اہل علم کی منظورِ نظر ہیں اور شہرت و مقبولیت میں درجہ کمال تک پہنچ چکی ہیں۔"

١٤۔ علامہ شوکانی ؒ لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری ومسلم کی ہر حدیث سے بلا بحث استدلال

---

[1] صحیح البخاري، برقم (١١٨٢)

not found.

درست ہے، کیونکہ ان کی حدیثوں کے لیے التزام صحت اور تلقی بالقبول دونوں ہی موجود ہیں، ان کے الفاظ یہ ہیں:

"ما كان من الأحاديث في الصحيحين أو في أحدهما جاز الاحتجاج به من دون بحث، لأنهما التزما الصحة، وتلقت ما فيهما الأمة بالقبول." (نيل الأوطار: ١٢)

۱۵۔ قاموس العلم علامہ زمن نواب صدیق الحسن صاحب ؒ لکھتے ہیں:

(إتحاف النبلاء: ٤٨)

''یعنی صحیح بخاری ومسلم کی صحت پر تلقی بالقبول وتسلیم عام حاصل ہے، کیونکہ امام بخاری ؒ ومسلم ؒ اپنے زمانہ اور اپنے ما بعد کے زمانہ کے ائمہ پر احادیث کے علل اور اس کی باریکیوں کی معرفت وتمیز میں سب سے مقدم وفائق ہیں۔''

۱۶۔ اور شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

"واتفق جمهور أهل العلم بتلقيهما بالقبول، وتقديمهما بعد القرآن الكريم على جميع المصنفات." (السراج الوهاج: ٣)

''یعنی جمہور اہل علم کا صحیح بخاری ومسلم کے تلقی بالقبول پر اتفاق ہے اور سب نے قرآنِ کریم کے بعد انہی کا درجہ بلند قرار دیا ہے۔''

۱۷۔ علامہ محقق مولانا عبدالحی فرنگی محلی ؒ نے تصریحاتِ حافظ ابن حجر ؒ کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے اخبار آحاد اور غیر متواتر روایات محفوف بالقرائن ہو کر مفید یقین ہیں، پہلا قرینہ یہ ہے کہ ان روایات کو امام بخاری و امام مسلم ؒ جیسے جلیل الشان ائمہ نے قبول کیا ہے اور دوسرا قرینہ یہ ہے کہ ان دونوں

کتابوں کو علماء نے باتفاق قبول کیا ہے۔ (ظفر الأماني: ٦٤)

۱۸۔ شارح ترمذی سیدی حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارک پوری ؒ لکھتے ہیں کہ علمائے امت کا اتفاق ہے کہ قرآن کریم کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب بخاری و مسلم کی ہے: "وتلقتهما الأمة بالقبول" اور جمہور امت نے ہاتھوں ہاتھ لے کر ان کو قبول عام بخشا ہے۔ (مقدمه تحفة الأحوذي: ٥٦)

۱۹۔ علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

"إن ما تفرد به البخاري و مسلم مندرج في قبيل ما يقطع بصحته لتلقي الأمة كل واحد من كتابيهما بالقبول." (فتح الملهم: ١٠٦)

''یعنی بخاری و مسلم کی منفرد روایات بھی قطعی الصحت احادیث کے زمرہ میں شامل ہیں، اس لیے کہ امت مسلمہ نے صحیح بخاری و مسلم میں سے ہر ایک کتاب کو سند قبول سے نوازا اور باتفاق تسلیم کیا ہے۔''

اب امت مسلمہ اور علمائے اسلام کی اس اجماعی رائے سے الگ رائے رکھنے کی صرف ایک صورت ہے کہ یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ساری امت محمدیہ نے اس حکم اور اس اجماع میں غلطی کی ہے اور یہ بات بداہتاً غلط ہے۔

۲۰۔ تلقی امت بالقبول کے سلسلہ میں اس ابتدائی کڑی کا ذکر بھی کچھ ناموزوں نہ ہوگا جو امام بخاری کے مشہور ترین راوی محمد بن یوسف فربری ؒ کی روایت سے منقول ہے، فربری کہتے ہیں کہ امام بخاری ؒ کے زمانہ میں جامع صحیح بخاری کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ صحیح بخاری کا درس خود براہِ راست امام بخاری ؒ سے نوے ہزار آدمیوں نے حاصل کیا تھا، جس میں سے اب میں تنہا باقی رہ گیا ہوں۔

(مقدمه فتح الباري: ٥٨٠ و تهذيب الأسماء: ١/ ٧٠ و نيل الأوطار: ٩)

معاصرت سبب منافرت کے مشہور ضرب المثل اور ایک حقیقت ہونے کے باوجود کس طرح بڑے بڑے معاصرین اور ائمہ حدیث ہزارہا ہزار تعداد میں آپ سے درس

حدیث حاصل کرتے ہیں اور کس طرح بیک وقت ایک ایک مجلس میں بیس بیس ہزار طلبہ درس میں شامل ہوتے ہیں۔ (تهذيب الأسماء: ١/ ٧٠)

اس سے معلوم ہوا کہ صحیح بخاری ہر زمانہ میں متلقی بالقبول رہتی آئی ہے، صدق من قال ؎

نہ من بریں گل عارض غزل سرائم و بس
کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار انند

:N

صحیح بخاری کے متلقی بالقبول ہونے کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ کتب حدیث میں جس قدر صحیح بخاری کی شرحیں وحواشی وتعلیقات لکھی گئی ہیں، آج تک حدیث کی کسی اور کتاب پر اس کی نصف بلکہ اس کی ربع بھی نہیں لکھی گئیں، یہ بات بوقت مقابلہ بالکل ظاہر ہے۔

اعلام:

فربری کا اپنے متعلق یہ کہنا کہ آخری راوی میں ہوں، صحیح نہیں ہے، حافظ ابن حجر ؒ ابن ماکولا کے حوالہ سے اس پر تنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایسا انہوں نے اپنے علم کی بنیاد پر کہا ہے، ورنہ آخری راوی ابوطلحہ منصور بن محمد علی ؒ ہیں، جو فربری کے انتقال کے بعد نو برس تک زندہ رہے۔ (مقدمه فتح الباري: ٥٨٠ و إرشاد الساري: ١/ ٣٩)

حافظ ابن حجر ؒ نے لکھا ہے کہ یہ تحقیق ابن ماکولا کی ہے، جو رواۃ ورجال کے اسماء واعلام کے بڑے ماہر ہیں، ضبط اسماء کے سلسلہ میں حافظ ابن حجر ؒ نے بارہا ابن ماکولا کا نام پیش کیا ہے۔ (مقدمه فتح الباري: ٥٦٣)

افادہ:

ابن ماکولا کا مختصر تعارف ملاحظہ فرمایئے:

ابن الصلاح نے ابن ماکولا کے سلسلے میں لکھا ہے:

not found.

"ومن كتب الضبط لمشكل الأسماء، ومن أكملها كتاب الإكمال لأبي نصر ابن ماكولا." (مقدمه ابن الصلاح: ۱۲۹)

یعنی راویوں کے مشکل اسماء ولغات کے ضبط میں ابن ماکولا نے بڑی جامع ومفصل کتاب کتاب الاکمال لکھی تھی۔

امام نووی ؒ نے بھی ضبط اسماء کی کتابوں میں ابن ماکولا کی کتاب کو مستند ٹھہرایا ہے۔
(تهذيب الأسماء: ۲/ ۲۹۰)

حافظ سخاوی ؒ لکھتے ہیں:

"كان كتابه، وهو في مجلدين، أكمل التصانيف في ذلك الباب، وكتابه في ذلك عمدة كل محدثٍ بعده." (فتح المغيث: ٤٢٩)

یعنی ابن ماکولا کی تصنیف کتاب الاکمال رواۃِ حدیث کے اسماء اور ان کی کنیت و القاب کے باب میں ایک بڑی جامع اور مکمل تصنیف ہے اور ان کی کتاب متاخرین و محدثین کے لیے مضبوط وثیقہ ہے۔

ضبط روایت میں یہ حال تھا کہ مقلوب المتن والاسناد احادیث کے ہر متن کو اس کی اصلی سند اور ہر سند کو اس کے اصلی متن کے ساتھ فی الفور لاحق کر دیتے تھے۔
(فتح المغيث: ۱۱٦)

مشتبہ الفاظ اور مشترک اسماء واعلام کی تحقیق پر یگانہ روزگار تھے۔
(إتحاف النبلاء: ۳۱۸)

خلاصہ مباحث:

گزشتہ بیانات کو دیکھ کر ہمارے انصاف پسند ناظرین نے اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا کہ صحیح بخاری کی صحت پر علماء ومحدثین کا اجماع ہوچکا ہے اور یہ کہ جمہور امت میں صحیح بخاری متلقی بالقبول ہے۔ اسی طرح یہ بھی واضح ہوچکا ہے کہ بخاری ومسلم کی متفق علیہ روایات بھی قطعی الصحت ہیں، اب آئندہ سطور میں صحیح بخاری ومسلم کی منفرد روایات کی حیثیت بھی واضح کی جارہی ہے۔

not found.

صحیح بخاری و مسلم کی منفرد روایات

۱۔ حافظ ابن الصلاح ؒ لکھتے ہیں کہ صحت کے اعتبار سے سب سے بلند درجہ ان احادیث کا ہے جن پر علمائے حدیث ''متفق علیہ'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں، لیکن جس طرح یہ متفق علیہ احادیث قطعی الصحت ہیں، صحیح بخاری و مسلم کی منفرد روایات بھی اسی سلسلہ میں داخل ہیں، الفاظ یہ ہیں:

"ما انفرد به البخاري أو مسلم مندرج في قبيل ما يقطع بصحته."

(مقدمہ ابن الصلاح: ۱۳)

۲۔ حافظ سخاوی ؒ نے اس کی تائید میں لکھا ہے کہ صحیح بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایات اور اسی طرح منفرد روایات (چند منتقد اور معلق روایات کے علاوہ ساری مسند روایات) جو تقریباً سات ہزار تین سو ستانوے ہیں، سب کی سب قطعی الصحت ہیں، کیونکہ دونوں کتابوں کو امت کا تلقی بالقبول حاصل ہے اور ان کی متفق علیہ اور منفرد روایات کے قطعی الصحت ہونے کے بارے میں جمہور محدثین اور اصولیین اور ائمہ سلف سب متفق ہیں، سخاوی ؒ کے الفاظ یہ ہیں:

"فقد سبقه إلى القول بذلك في الخبر المتلقى بالقبول الجمهور من المحدثين والأصوليين وعامة السلف، ولفظ الأستاذ أبي إسحاق الأسفرائني: أهل الصنعة مجمعون علىٰ أن الأخبار التي اشتمل عليها الصحيحان مقطوع بصحة أصولها ومتونها."

(فتح المغیث: ۱۲)

البتہ امام نووی ؒ نے فرمایا کہ صحیحین کی منفرد روایات سے ظنی صحت حاصل ہوتی

ہے، لیکن ائمہ حدیث نے ابن الصلاح کی تائید کی ہے، چنانچہ شیخ ابو اسحاق اسفرائنی اور امام الحرمین اور شیخ ابن طاہر اور امام عطاء وغیرہ نیز جماعت متاخرین سب اسی کے قائل ہیں۔

چنانچہ حافظ سخاوی رحمہ اللہ کے الفاظ اس موقع پر یہ ہیں:

"قد وافق اختيار ابن الصلاح جماعة من المتأخرين مع كونه لم ينفرد بنقل الإجماع على التلقي بل هو في كلام إمام الحرمين، وكذا هو في كلام ابن طاهر وغيره، وكما قال عطاء: أن ما أجمعت عليه الأمة أقوىٰ من الإسناد و نحوه قول شيخنا." (فتح المغيث: ١٩)

٣۔ حافظ سخاوی رحمہ اللہ کے شیخ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے جو کچھ لکھا ہے، اس کا خلاصہ یہی ہے کہ بخاری ومسلم کی منفرد اور غیر متواتر روایات بھی محفوف بالقرائن ہو کر قطعی الصحت ہیں۔[1] (قرائن کا ذکر تلقی بالقبول کی بحث میں گزر چکا ہے)

٤۔ حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ کی تائید حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے استاذ علامہ بلقینی رحمہ اللہ اور اسی طرح امام الحدیث ابو عبد اللہ الحمیدی رحمہ اللہ نے بھی کی ہے، چنانچہ مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

"وانتصر لابن الصلاح البلقيني وقال: ممن صرح بإفادة ما أخرجه الشيخان العلم النظري الأستاذ أبو اسحاق الإسفرائيني ومن أئمة الحديث أبو عبد الله الحميدي وأبو الفضل ابن طاهر وغيرهما."
(ظفر الأماني ٦٣)

''یعنی امام بخاری ومسلم کی منفرد روایات سے علم یقینی نظری (بعد الاستدلال بالقرائن) حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ استاد ابو اسحاق اسفرائنی اور امام حمیدی اور شیخ ابن طاہر وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے۔''

[1] دیکھیں: فتح المغيث (١/ ٥١)

not found.

۵۔ اسی طرح حافظ ابن کثیر ؒ نے حافظ ابن الصلاح کی تائید کرتے ہوئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے حوالہ سے اکابر سلف کے متعلق لکھا ہے کہ صحیح بخاری و مسلم کی منفرد روایات متلقی بالقبول ہونے کی وجہ سے قطعی الصحت ہیں۔

(اختصار علوم الحديث: ۸)

افادہ:

اصل تصنیف ''علوم الحدیث'' حافظ ابن الصلاح کی ہے اور امام نووی ؒ اور حافظ ابن کثیر ؒ وغیرہ نے اس کو مختصر کر کے ''اختصار علوم الحدیث'' لکھی اور حافظ زین الدین عراقی نے اس کی منظوم تلخیص بنام ''الفیۃ الحدیث'' لکھی، حافظ سخاوی ؒ نے اس کی شرح ''فتح المغیث'' لکھی۔ جو عراقی کی شرح الفیہ پر فائق ہے۔ حافظ ابن حجر ؒ نے بھی علوم الحدیث کے نکات پر ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے۔

۶۔ صاحب فتح الملہم بخاری و مسلم کی منفرد روایات کے سلسلہ میں پہلے حافظ ابن الصلاح کا خیال نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا ہے:

"المتواتر وما أخرجه الشيخان متساويان في حصول العلم بهما."

''یعنی متواتر احادیث اور شیخین کی روایات علم یقینی کا فائدہ پہنچانے میں یکساں حیثیت رکھتی ہیں۔''

اس کے بعد انہوں نے لکھا ہے کہ امام نووی ؒ نے اس مسئلہ میں حافظ ابن الصلاح کی مخالفت کی ہے، پھر حافظ ابن حجر ؒ کے حوالہ سے امام بلقینی کا یہ مقولہ نقل کیا ہے:

"وقال البلقيني: ما قاله النووي وابن عبد السلام ومن تبعهما ممنوع، فقد نقل بعض الحفاظ المتأخرين قول ابن الصلاح... الخ"

یعنی امام نووی ؒ اور عز الدین بن عبد السلام اور ان کے بعض ہم خیال اصحاب نے اس بارہ میں جو یہ اختلاف کیا ہے کہ صحیحین کی منفرد روایات سے صحت ظنی طور کی

not found.

حاصل ہوتی ہے، وہ درست نہیں ہے، حافظ ابن الصلاح کی تائید میں مختلف مسلک کے علماء وائمہ بھی شامل ہیں۔ چنانچہ شافعیہ کے جلیل القدر علماء ابو اسحاق اسفرائنی، ابو حامد اسفرائنی، قاضی ابوطیب اور شیخ ابو اسحٰق شیرازی، اور حنفیہ میں سے امام سرخسی ؒ اور مالکیہ میں سے قاضی عبدالوہاب اور حنابلہ میں سے امام ابو یعلیٰ، ابو الخطاب اور ابن الزاغوانی اور اشعریہ میں سے ابن فورک اور اکثر متکلمین اور اسی طرح اصحاب الحدیث تمام کے تمام اور اسی طرح ائمہ سلف عموماً حافظ ابن الصلاح کے ہم نوا ہیں اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ نے بھی صحیحین کی منفرد روایات کے موجب علم اور قطعی الصحت ہونے کے مسئلہ میں حافظ ابن الصلاح کی شد و مد سے تائید فرمائی ہے۔ (فتح الملهم: ۱۰۷)

۷۔ علامہ شوکانی ؒ نے بھی حافظ ابن الصلاح کی تائید میں لکھا ہے کہ ائمہ متقدمین بھی صحیحین کی منفرد روایات کے مفید یقین ہونے کے قائل ہیں، ان کے الفاظ یہ ہیں:

"وقد سبقه إلىٰ مثل ذلك محمد بن طاهر المقدسي و أبو نصر عبد الرحيم بن عبد الخالق بن يوسف، واختاره ابن كثير، وحكاه ابن تيمية عن أهل الحديث وعن جماعة كثيرة من الشافعية والحنابلة والأشاعرة والحنفية وغيرهم." (نيل الأوطار: ١٤)

''یعنی حافظ ابن الصلاح سے پہلے دیگر متقدمین نے بھی اس کو پسند فرمایا ہے، جیسے ابن طاہر مقدسی اور ابونصر عبدالرحیم بن عبدالخالق وغیرہ اور یہی حافظ ابن کثیر ؒ کا بھی مختار مذہب ہے، اور ابن تیمیہ ؒ نے تمام ائمہ حدیث اور شافعیہ وحنابلہ وحنفیہ واشاعرہ کا یہی مسلک بتایا ہے۔''

۸۔ ناصر السنن علامہ زمن نواب صدیق الحسن ؒ اپنی مشہور تصنیف "حصول المأمول" میں لکھتے ہیں:

"خبر الآحاد إذا انضم إليه ما يقويه فلا يجري فيه الخلاف، ولا نزاع في أن خبر الواحد إذا تلقته الأمة بالقبول، ومن هذا القسم

أحاديث صحيحي البخاري و مسلم." (حصول المأمول: ٢٨)

''یعنی خبر واحد اس وقت مفید یقین ہے جب کہ قوت دینے والے قرائن اس کے ساتھ شامل ہوں جیسے صحیح بخاری و مسلم کی خبر آحاد کہ ان کے لیے امت کا تلقی بالقبول اور اجماع حاصل ہے، پس ایسی خبر آحاد بلاشبہ مفید یقین ہیں۔''

الحاصل:

حوالہ جات بالا کی روشنی میں صحیح بخاری و مسلم کی جملہ روایات منفردہ اور متفق علیہا کا یقینی اور قطعی الصحت ہونا صاف طور سے ظاہر ہوا، البتہ متفق علیہ روایات منفردہ روایات پر درجہ میں مقدم ہیں۔ [1]

افادہ:

اس سلسلہ میں ابو اسحاق اسفرائنی، امام الحرمین اور بلقینی وغیرہ کا نام آیا ہے، مختصر تعارف حاصل فرمائیے:

امام الحرمین رحمہ اللہ:

امام الحرمین کا اسم گرامی عبدالملک اور لقب ضیاء الدین ہے، امام الحرمین کے لقب سے مشہور ہیں، متاخرین علمائے شافعیہ میں ایک بڑے پایہ کے امام گزرے ہیں، ان کی امامت و سیادت پر علمائے زمانہ کا کامل اتفاق تھا،''نهاية المطلب في دراية المذهب'' ان کی بلند پایہ تصنیف ہے، علمائے محققین نے لکھا ہے ''ما صنف في الإسلام مثله ''کہ اسلام کی تاریخ میں ایسی بے مثل کتاب تصنیف نہ ہوسکی، شیخ ابو اسحاق شیرازی امام الائمہ کے لقب سے ان کو مخاطب کرتے۔ مفصل تعارف کے لیے ملاحظہ ہو: إتحاف النبلاء (ص: ٢٩٣)

امام بلقینی رحمہ اللہ:

امام بلقینی رحمہ اللہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے استاذ ہیں، حافظ نے مقدمہ فتح الباری میں ''شیخ

---

[1] مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: أحاديث الصحيحين بين الظن واليقين لفضيلة الشيخ حافظ ثناء الله الزاهدي حفظه الله۔

not found.

الإسلام أبي حفص عمر البلقيني تغمده الله برحمته" کے الفاظ سے آپ کو یاد کیا ہے۔
(مقدمه: ٥٥٨)

حافظ سخاوی ؒ نے بلقینی کے کمال حافظہ کی بڑی مدح وتوصیف کی ہے۔
(فتح المغيث: ٣٨)

آپ کا نام نامی عمر بن رسلان ؒ ہے سراج الدین لقب ہے، شیخ الاسلام بلقینی سے معروف ہیں، آٹھویں صدی ہجری کے زبردست عالم اور مجتہد اعظم گزرے ہیں، صحیح بخاری وسنن ترمذی کی مستقل شرحیں آپ نے لکھی ہیں، حافظ سیوطی ؒ نے اپنے حج میں ماء زمزم پی کر یہی دعا مانگی تھی کہ اے خدا! مجھے ابن حجر ؒ کی نظر اور فقہ الحدیث میں شیخ بلقینی ؒ کا فہم عطا فرما۔ (إتحاف النبلاء: ٢٩ و ٣٣٨)

امام ابواسحاق اسفرائنی ؒ:

امام ابواسحاق اسفرائنی کا نام نامی ابراہیم بن محمد ہے، بڑے متبحر امام اور مجتہد العصر شیخ ہیں، نیشا پور میں شیخ الحدیث کے درجہ پر فائز تھے، علم کلام کو کتاب وسنت کے ماتحت رکھا، بکثرت مجلدات کے مصنف ہیں، جس میں حدیث وعلوم حدیث کی پوری طرح نصرت فرمائی۔ (تهذيب الأسماء: ٢/ ١٧٠)

ابواسحاق شیرازی ؒ:

ابواسحاق شیرازی کا اسم گرامی ابراہیم بن علی ہے، بڑے محقق و متبحر عالم گزرے ہیں، تصانیف نافعہ کتاب المہذب وکتاب التنبیہ وغیرہ کے مصنف ہیں، ورع و زہد اور کثرت عبادت میں معروف ومستجاب الدعوات تھے، خواب میں آنحضرت ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے شیخ الحدیث کا لقب دیا۔ بڑے مہمان نواز ومنکسر المزاج امام ہیں، فرماتے ہیں میں ہر سبق کو روزانہ سو دفعہ دہراتا تھا، آپ علوم جدل ومناظرات کے ماہر تھے، اور ہر تصنیف کو دوگانہ رکعات کے ساتھ شروع فرماتے تھے، آپ کو حج کا موقع نہیں مل سکا، ۴۷۶ھ میں وفات پا گئے۔
(تهذيب الأسماء: ٢/ ١٧٣)

روایت بالمعنی اور التزام صحت

صحیح بخاری کی صحت کے متعلق ابھی آپ ائمہ حدیث کی شہادتیں و بیانات پڑھ چکے ہیں اور اس سے پہلے امام بخاری ؒ کی ان کوششوں کو بھی دیکھ چکے ہیں جو انہوں نے صحیح بخاری کے سلسلہ میں فرمائی ہیں۔ اب روایت بالمعنی کے سلسلہ میں امام بخاری ؒ کے طریقِ کار کو دیکھئے کہ روایت بالمعنی کو درست سمجھتے ہوئے امام ؒ نے صحت کا کس طرح التزام و اہتمام رکھا؟

واضح ہو کہ شریعت کے بعض الفاظ کا بحال رکھنا اور اسے اسی طرح ادا کرنا ضروری ہے، جیسے کلمات اذان اور تکبیر، کلمۂ تشہد و تحیات وغیرہ، لیکن دوسرے ارشادات نبویہ میں روایت بالمعنی جائز ہے، صحابی رسول حضرت واثلہ ♦ سے مروی ہے کہ جب امام مکحول ؒ وغیرہ نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا:

"حسبكم إذا حدثناكم بالحديث على المعنى"

یعنی روایت بالمعنی کو بیان حدیث میں کافی سمجھو۔

یہی بات امام وکیع ، حماد بن سلمہ اور سفیان ثوری اور حسن بصری • وغیرہ نے بھی فرمائی ہے،[1] سب کا مفہوم یہی ہے کہ روایت بالمعنی کے لیے وسعت و جواز موجود ہے۔

(فتح المغيث: ٢٧٨ و جامع الأصول لابن أثير الجزري: ٥٤)

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں کہ شیوخ کے الفاظ کے ضبط اور ان پر جمود میں ایک طرح کی تعب و مشقت ہے، لیکن بلا پابندی الفاظ ادائے معنی میں وسعت ہے، چنانچہ

---

[1] طبقات ابن سعد جلد خامس و سادس میں متعدد ائمہ حدیث کے تذکرے میں یہ صراحت درج ہے کہ یہ حضرات روایت بالمعنیٰ کو جائز رکھتے ہیں اور اس کے تحت روایت کرتے ہیں۔ (مؤلف)

حضرت عبداللہ بن مسعود ◆ اور ابو الدرداء ◆ وحضرت انس ◆ وغیرہ بھی روایت بالمعنی کرتے تھے۔ (مقدمہ ابن الصلاح: ۱۰۵)

امام شافعی ؒ بھی روایت بالمعنی کے جواز کے قائل تھے، اسی طرح امام ابوداود ؒ اور امام بخاری ؒ وغیرہ حضرات نے بھی روایت بالمعنی کو جائز قرار دیا ہے۔ امام ترمذی ؒ لکھتے ہیں:

"هذا أو سع عند أهل العلم إذا لم يتغير المعنىٰ." (جامع الأصول: ۵۳)

حافظ ابن کثیر ؒ امام بخاری ؒ کی روایت بالمعنیٰ کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ اگرچہ امام بخاری ؒ بالعموم الفاظ شیخ کی تعیین نہیں کرتے، لیکن گاہے گاہے امام بخاری ؒ شیوخ کے الفاظ کا تعین کر دیتے ہیں، چنانچہ سورہ بقرہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"حدثنا جرير و أبو أسامة، واللفظ لجرير ."

اس میں ظاہر کر دیا کہ الفاظ جریر کے ہیں۔

اسی طرح کتاب الصید والذبائح میں امام بخاری ؒ لکھتے ہیں:

"أخبرنا وكيع ويزيد بن هارون، واللفظ ليزيد." (فتح المغيث: ۲۹۳)

''یعنی اس روایت کے الفاظ وکیع کے نہیں بلکہ یزید بن ہارون کے ہیں۔''

حافظ سخاوی ؒ لکھتے ہیں کہ بعض مقامات پر ایسے واضح اشارات ہوتے ہیں جس سے یہ تعین ہو جاتا ہے کہ الفاظ فلاں شیخ کے ہیں، اس سے خود واضح ہوا کہ بعض شیخ کے الفاظ نہیں بلکہ اس کے صرف معنی میں اتحاد ہوتا ہے۔

حافظ ابن الصلاح ؒ لکھتے ہیں کہ جب روایت بالمعنی جائز ہے تو اس مذہب کے مطابق اگر امام بخاری ؒ نے کبھی اپنے لفظوں میں روایت بالمعنی کر دی تو کچھ حرج نہیں۔ (مقدمہ ابن الصلاح: ۱۱۲)

ایک ضروری شرط یہ ہے کہ اصل الفاظ کے بجائے روایت بالمعنیٰ کرنے کی اجازت ایسے شخص کے لیے قطعاً نہیں ہے، جو الفاظ اور اس کے مطالب کو نہ جانتا ہو اور معانی میں

خلل پیدا کرنے والے تغیرات اور متبادل لفظوں کے باہمی فرق مراتب سے آشنا نہ ہو، لیکن اگر وہ ان سب چیزوں کو خوب سمجھتا ہو اور اصل مراد میں خلل واقع نہ ہوتا ہو تو اس کے روایت بالمعنیٰ کے لیے اکثر ائمہ سلف ومحدثین وفقہاء واصولیین نے اجازت دی ہے، امام جزری ؒ لکھتے ہیں:

"أما العالم بالفرق بين الظاهر والأظهر، والعام والأعم، فقد جوز له ذلك الشافعي وأبو حنيفة وجماهير الفقهاء ومعظم أهل الحديث." (جامع الأصول: ٥١)

حافظ ابن الصلاح ؒ نے اسی طرح فیصلہ فرمایا ہے:

"والأصح جواز ذلك إذا كان عالما عارفا بما وصفناه قاطعاً بأنه أدىٰ معنى اللفظ الذي بلغه." (مقدمه ابن الصلاح: ١٠٥)

یعنی صحیح ترین مسلک اس بارہ میں یہ ہے کہ روایت بالمعنیٰ جائز ہے کہ جب بالمعنیٰ روایت کرنے والا الفاظ اور اس کے مقاصد کو جانتا ہو اور متبادل الفاظ کے تفاوت سے خبردار ہو اور روایت بالمعنیٰ میں اصل مطلب کے پوری طرح بلاکم وکاست ادا ہوجانے کا یقین رکھتا ہو، کیونکہ صحابہ کرام ؓ اور اسلافِ اولین • سے ثابت ہے کہ انہوں نے ایک معنی حدیث کو الفاظ مختلفہ سے ادا کیا ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ "إن معولهم كان على المعنى دون اللفظ" ان کا اصل اعتماد ادائے مقصد ہے۔

فقہاء میں سے ابن الہمام کے استاد شیخ عبدالعزیز ؒ اپنی کتاب غاية التحقيق میں لکھتے ہیں:

"هذا هو الظاهر من أحوال الصحابة ورواة العدول، لأن الأخبار وردت بلسانهم فعلمهم باللسان يمنع عن غفلتهم عن المعنى وعدم فهمهم إياه." (غاية التحقيق شرح حسامی: ١٦٤ مطبوعه نولکشور لکھنؤ)

''یعنی صحابہ کرام اور دوسرے عدول راویوں نے الفاظ میں جب تغیر کیا ہے، تو

not found.

ایسے طریقہ سے کیا ہے کہ اصل معنی میں فرق نہیں ہونے پایا کیونکہ وہ صاحبِ زبان تھے تو روایت بالمعنی میں ایسا تغیر نہیں کرتے کہ اصل معنی ادا نہ ہو سکے۔''

بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت بالمعنی کو جائز سمجھتے ہوئے صرف انہیں محدثین کی روایتوں کو قبول کیا، جن کا حافظہ صحیح وقوی تھا، چنانچہ حماد بن سلمہ کی روایتوں کو قبول نہیں کیا اور ابن وہب کی روایتوں کو قبول کیا حالانکہ یہ دونوں شیوخ روایت بالمعنی کو جائز رکھتے ہیں، لیکن چونکہ حماد کا حافظہ بگڑ گیا تھا، اس لیے ان کی روایتوں کو قبول نہیں فرمایا۔

حافظ سخاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وإنما ترك الاحتجاج بحماد مع كونه أحد الأئمة الأثبات، لأنه قد ساء حفظه، وابن وهب أتقن لما يرويه وأحفظ." (فتح المغيث: ٢٩٣)

''یعنی حماد اگرچہ ائمہ ثقات میں سے ہیں، لیکن ان کا حافظہ خراب ہوگیا تھا اور ابن وہب اپنی روایت کے حافظ متقن تھے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت بالمعنی کے باب میں بھی صرف ایسے ہی ائمہ سے روایتوں کو قبول کیا جن کا حافظہ صحیح اور قوی ہوتا۔ غرض امام بخاری رحمہ اللہ نے ہر موقع اور ہر حال میں روایت کی صحت اور قوت کو ملحوظ رکھا، اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے احادیث کے سلسلہ میں یہ سعی فرمائی کہ کم سے کم واسطوں کی روایتوں کو قبول کیا اور جب کم واسطے کی صحیح حدیثیں نہ ملیں تو قوی الحافظہ رواۃ سے روایتوں کو لیا تاکہ صحت کا معیار ہر جگہ قائم رہے۔

not found.

قلتِ وسائط اور صحتِ حدیث

صحتِ حدیث کا مدار ثقاہتِ رواۃ اور صحتِ رجال پر ہے، خواہ یہ وسائط کثیر ہوں یا قلیل، حضرت عبداللہ بن مبارک ؒ فرماتے ہیں:

"ليس جودة الحديث قرب الإسناد، جودة الحديث صحة الرجال."

(فتح المغيث: ٣٤٣)

اور اسی اعتبار سے کثیر الوسائط حدیث کے مقابلہ میں قلیل الوسائط حدیث کا شرف ہے، کیونکہ جس قدر رجال حدیث کی سند میں زیادہ ہوں گے، اسی قدر خطا وخلل کا زیادہ احتمال ہوگا اور جس قدر وسائط کم سے کم ہوں گے، اسی قدر خطا وخلل سے محفوظ و بعید تر ہو گا۔ حافظ ابن الصلاح فرماتے ہیں:

"في قلتهم قلة جهات الخلل، وفي كثرتهم كثرة جهات الخلل."

اسی طرح محدث ابن دقیق العید ؒ نے فرمایا:

"لا أعلم وجهاً جيداً لترجيح العلو إلا أنه أقرب إلى الصحة وقلة الخطأ، فإذا كثرت الوسائط كثر الخطأ، والزلل وإذا قلت الوسائط قل."(فتح المغيث: ٣٣٦)

دونوں کا حاصل یہ ہے کہ جب وسائط زیادہ ہوں گے تو احتمال خطا بھی زیادہ ہوگا اور جب وسائط کم ہوں گے تو احتمال خطا بھی کم ہوگا۔

پس سند عالی (قلیل الوسائط) صحت سے قریب تر اور قابل ترجیح ہے۔

بنابریں امام بخاری ؒ نے یہ کوشش بھی فرمائی کہ صحیح بخاری میں کم سے کم سندوں کے ساتھ آنے والی روایتوں کو درج فرمایا، چنانچہ امام مالک ؒ کی حدیثوں کو امام

not found.

شافعی رحمہ اللہ کے واسطہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی لیے قبول نہیں کیا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کو امام مالک رحمہ اللہ سے دو واسطوں سے یہ حدیثیں پہنچی ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے قلت وسائط کے خیال سے ان حدیثوں کو امام قعنبی رحمہ اللہ کے واسطہ سے لیا، تاکہ وسائط کم سے کم ہوں اور سند عالی ہوجائے، اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے اصحاب زہری سے بھی کم سے کم واسطوں والی روایتوں کو صحیح بخاری میں درج فرمایا۔ (فتح المغيث: ٣٣٤)

بلاشبہ سندِ عالی کے حصول میں تمام محدثین نے سعی کی ہے، چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی مسندات میں ایک معقول تعداد ثلاثیات کی موجود ہے اور سنن ابی داود اور سنن ترمذی میں صرف ایک ایک حدیث ہے اور سنن ابن ماجہ میں پانچ احادیث ہیں، جن کے رجال میں بعض متہم بھی ہیں، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ کی سعی جمیل اور سند عالی کی تحصیل کا یہ کمال ہے کہ بیس حدیثوں سے زائد ثلاثیات بخاری میں موجود ہیں۔

(فتح المغيث: ٣٢٧)

یوں تو قلتِ وسائط کے اعتبار سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی حدیث میں وحدان بھی بیان کی گئی ہیں، لیکن حسبِ تصریح حافظ سخاوی رحمہ اللہ ان کی یہ سند غیر مقبول ہے، اس لیے کہ محقق بات یہی ہے: "لا رواية له عن أحد من الصحابة" کہ کسی صحابی سے ان کی کوئی روایت نہیں ہے۔ (فتح المغيث: ٣٣٧)

افادہ:

امام بخاری رحمہ اللہ نے طویل سند سے بھی جن روایتوں کو قبول کیا ہے، وہ بھی عموماً فقہاء سے لیا ہے اور مشائخ کی روایتوں کو کم سے کم درج فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ فقہاء کی سند طویل مشائخ کی سند طویل پر بلکہ سند قلیل پر بھی مقدم ہے۔

حافظ سخاوی رحمہ اللہ ناقل ہیں کہ امام وکیع رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "اعمش عن ابی وائل عن ابن مسعودؓ" کی سند پر "سفیان الثوری عن منصور عن ابراہیم عن علقمہ عن ابن مسعودؓ" کی سند

افضل و اشرف ہے، کیونکہ اعمش اور ابو وائل صرف شیوخ ہیں اور سفیان اور منصور و ابراہیم و علقمہ سب کے سب فقیہہ ہیں اور فقہاء کا سلسلۂ اسناد شیوخ کے سلسلہ سے افضل ہے۔
(فتح المغيث: ٣٤٢)

وكذا نقل الجزري: "حديث يتداوله الفقهاء خير من حديث يتداوله الشيوخ." (جامع الأصول: ٦١)

امام وکیع ؒ نے سند ثانی کو افضل قرار دیا ہے، حالانکہ اس میں دو واسطے زیادہ ہیں، کیونکہ اس کے رواۃ فقہاء ہیں، جو معرفت حدیث میں بلند مقام رکھتے ہیں۔

غرض امام بخاری ؒ نے سندِ طویل سے بھی روایت کو جب لیا تو عموماً فقہاء سے لیا اور سند عالی کی طرح اس میں بھی صحتِ روایت وثقاہتِ رجال کو سامنے رکھا۔

اتصالِ روایت وکمالِ صحت:

امام بخاری ؒ نے روایت کے اتصال کے لیے صرف راوی و مروی عنہ کی معاصرت کو کافی نہیں سمجھا بلکہ راوی کے مدلس نہ ہونے کے ساتھ مروی عنہ سے ملاقات کو ایک ضروری شرط قرار دیا ہے۔ امام بخاری ؒ نے اپنی مشہور تصنیف تاریخ کبیر میں اس مسئلہ پر مبسوط بحث فرمائی ہے، بلا شبہ یہ شرطِ لقاء اتصالِ روایت وصحتِ روایت کی بڑی قوی مؤید ہے، لیکن امام مسلم ؒ معنعن کے اتصال اسناد کے لیے راوی اور مروی عنہ کی صرف ہم عصری کافی سمجھتے ہیں، بشرطیکہ راوی مدلس کے نام سے مشہور نہ ہو، چنانچہ صحیح کے مقدمہ میں انہوں نے خود تصریح فرما دی ہے۔

معنعن اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند "عن فلان عن فلان " کے ساتھ بیان کی گئی ہو اور مدلس اس راوی کو کہتے ہیں جو روایت میں اپنے شیخ کا نام درمیان سے چھوڑ دے۔

امام بخاری ؒ صرف اسی حدیث معنعن کو متصل الاسناد سمجھتے ہیں جس میں راوی

not found.

اور شیخ کی ملاقات ثابت ہو، مگر امام مسلم ؒ صرف معاصرت و عدم تدلیس کو کافی سمجھ کر احادیث صحیحہ متصلہ میں داخل کر دیتے ہیں۔

حافظ ابن الصلاح ؒ لکھتے ہیں:

”وهذا بشرط أن يكون الذي أضيفت العنعنة إليهم قد ثبتت ملاقاة بعضهم بعضا مع براءتهم عن وصمة التدليس فحينئذ تحمل على ظاهر الاتصال. (مقدمه ابن الصلاح: ٢٦)

”یعنی حدیث معنعن کا سند متصل میں شمار ہونا بایں شرط ہے کہ جن کی وہ معنعن روایتیں ہیں، ان کی آپس میں ملاقات اور تدلیس کے عیب سے علیحدگی ہو، تب وہ ظاہری اتصال پر محمول ہوں گی۔“

اسی طرح امام نووی ؒ مقدمہ مسلم کی شرح میں لکھتے ہیں۔ من شاء فليرجع إليه!

بہر حال امام بخاری ؒ اس پہلو پر غور کرتے ہیں کہ صرف معاصرت اتصالِ روایت کے لیے کیونکر موجب ہوسکتی ہے، جب کہ ممکن ہے کہ ایک ہی زمانہ میں دو شخص ہوں، مگر ان کی باہم ملاقات نہ ہوئی ہو، اور مدلس نہ ہونا اس امر کے لیے کافی دلیل نہیں ہوسکتی کہ بغیر کسی واسطہ کے بذاتہٖ راوی نے مروی عنہ سے سماعتِ حدیث کی ہے۔ اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہے کہ صحت اور احتیاط کے لحاظ سے جس قدر امام بخاری ؒ کا اصول تنقید موافق عقل ہے، اسی قدر امام مسلم کا اصول قواعدِ صحیحہ اور قرائن احتیاط سے دور ہے۔ پس اس سے بھی صاف واضح ہوتا ہے کہ امام بخاری ؒ نے جمع احادیث میں کس قدر احتیاط سے کام لیا ہے اور آپ کے اصول کس درجہ مطابق عقل اور صحت و اتصالِ روایت کے لیے کس قدر اطمینان بخش ہیں۔

افادہ:

امام مسلم ؒ نے مقدمہ مسلم میں اس سلسلہ میں جو کچھ غبارِ خاطر ظاہر کیا ہے، اس

not found.

کا اشارہ امام علی بن مدینی ؒ کی طرف ہے، اس سے امام بخاری ؒ مراد نہیں ہیں، حافظ ابن کثیر ؒ نے اختصار علوم الحدیث میں اس کی صراحت فرما دی ہے۔

خلاصہ مباحث:

اب تک جو کچھ عرض کیا گیا اس کا حاصل یہی ہے کہ امام بخاری ؒ کی مساعی جمیلہ اور صحت بخاری کے دعویٰ پر ناقدین فن نے اطمینان ظاہر فرمایا ہے اور صحیح بخاری کے کمالِ صحت پر ہر زمانہ کے ائمہ حدیث نے گواہی دی ہے اور مقبول سلف و خلف اور متلقی بالقبول ہونے کی اسے سعادت حاصل رہی ہے، اور یہ بھی واضح ہو چکا ہے کہ صحیح بخاری کی منفرد روایات بھی قطعی الصحت اور مفید علم ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ روایت بالمعنی وقلت وسائط و اتصالِ روایت کے آداب میں امام ؒ نے رواۃ کی ثقاہت و عدالت اور روایت کی صحت وقوت ہی کو ملحوظ رکھا ہے۔

اب ان مباحث سے فارغ ہونے کے بعد ہم امام بخاری ؒ کی مرویات، معلقات، متابعات اور مسندات کے سلسلہ میں ائمہ فن کی تصریحات کو پیش کر رہے ہیں۔ جس سے واضح ہوگا کہ ائمہ کے کلام سب مدفوع ہیں اور متابعات و معلقات بھی اصل صحت سے خالی نہیں ہیں، اور مسندات یا بلفظ دیگر اصولی روایات تو ایسی غایت صحت میں ہیں کہ لا یرام فوقھا!

معلقاتِ بخاری

۱۔ معلق وہ روایات ہیں جن کی سند محذوف کر دی جائے خواہ کل سند حذف ہو یا صرف بعض۔ (مقدمہ فتح: ۱۸)

معلقات کے سلسلہ میں حافظ ابن الصلاح ﷫ نے لکھا ہے کہ جو معلقات بصیغہ جزم مروی ہیں، مثلاً: "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كذا" یا "قال ابن عباس كذا" یا "روى أبو هريرة كذا" (بصیغۂ جزم ویقین ہیں) تو ان کی صحت قطعی طور سے ثابت ہے، ❶ لیکن جو بصیغہ مجہول مروی ہیں، جیسے "روي عن رسول الله صلى الله عليه وسلم" یا "روي عن مجاهد كذا" تو ان میں صحت کا کامل وثوق نہیں کیا جا سکتا ہے، اس لیے کہ اس قسم کی عبارتیں ضعفِ حدیث کے لیے بھی استعمال ہوتی ہیں، لیکن باوجود اس کے جب امام بخاری ﷫ نے اسے جامع صحیح میں درج فرمایا تو اسے صحت سے گرا ہوا نہیں قرار دیا جا سکتا، فرماتے ہیں:

"ومع ذلك فإيراده له في أثناء الصحيح مشعر بصحة أصله إشعارا يونس به ويركن إليه." (مقدمه ابن الصلاح: ۱۱ و ظفر الأماني: ٦٧)

''یعنی امام بخاری ﷫ کا اپنی جامع صحیح میں ایسی روایات کا نقل کرنا ہی اس ضمانت کے لیے کافی ہے کہ حدیث میں اصل صحت موجود ہے۔''

۲۔ حافظ سخاوی ﷫ لکھتے ہیں کہ صیغہ تمریض کے معلقات کے بارہ میں میرے شیخ

❶ صحیح بخاری میں جو معلقات بصیغہ جزم مروی ہیں، وہ مذکور عنہ تک صحیح ہوتی ہیں، بقیہ محذوف سند میں بحث ونظر کی ضرورت موجود رہتی ہے، بلکہ بعض میں ضعف بھی پایا جاتا ہے، دیکھیں: هدي الساري (ص: ۱۷)

(حافظ ابن حجر ﷫) نے فرمایا کہ صیغہ ضعف موجب قدح نہیں، بلکہ بسا اوقات ایسی روایات حسن بلکہ صحیح بھی ہوتی ہیں۔ (فتح المغیث: ۲۰)

۳۔ اسی طرح علامہ عینی ﷫ لکھتے ہیں کہ جو معلقات بصیغہ تمریض (قيل وروي وغيره کے صیغہ سے) مروی ہیں وہ صحت سے گری ہوئی نہیں ہوتیں: "إذ لو كان واهياً لما أدخله في صحيحه" اس لئے کہ اگر وہ روایتیں ساقط الصحت ہوتیں تو امام بخاری ﷫ انہیں اپنی جامع صحیح میں شامل نہ فرماتے۔ (عمدة القاري: ۱۰)

اعلام:

واضح رہے کہ معلقات میں مرفوع و موقوف سب روایتیں داخل ہیں، حافظ ابن حجر ﷫ معلقات مرفوعہ کے متعلق لکھتے ہیں:

"إن جميع ما فيه صحيح باعتبار أنه كله مقبول ليس فيه ما يرد مطلقا إلا النادر." [1]

یعنی تقریباً سب مرفوع معلقات صحیح و قابل قبول ہیں، البتہ معلقات موقوفہ میں بعض ایسی ہیں، جن کی صحت پر امام بخاری ﷫ کو اطمینان ہے اور بعض میں کچھ ضعف ہے، مگر شہرت و کثرت طرق سے اس میں قوت آ جاتی ہے۔

بہر حال امام بخاری ﷫ ایسی موقوف روایات و اقوال صحابہ و فتاویٰ تابعین کو اصل حدیث صحیح کی تائید و توضیح کے لیے ضمناً و تبعاً صحیح بخاری میں لاتے ہیں، لیکن صحت بخاری پر ان معلقات کے لانے سے کچھ ضرر نہیں، کیونکہ احادیث مسندہ متصلہ ہی مقصود بالذات ہیں اور وہی معیارِ صحت ہیں اور وہ سب کی سب بحمد اللہ غایت صحت میں ہیں، حافظ ﷫ کے الفاظ یہ ہیں:

"وما يعلقه البخاري من الأحاديث إنما يورده في مقام الاستشهاد وتكثير الطرق فلو كان ما قيل فيهم قادحا ما ضر

---

[1] مقدمة الفتح (ص: ۱۹)

ذلك بخلاف من أخرج أحاديثهم بصورة الاتصال، فقد وضح من تفاصيل أحوالهم ما ينفي عنه وجوه الطعن للمتعنت."

(مقدمه فتح الباري: ٥٣٧)

اسی طرح حافظ سخاوی ﷫ لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری کے جن معلقات و روایات پر کلام ہے ان میں سے اکثر وہی ہیں جو تکثیر طرق اور استشہاد کے طور پر لائے گئے ہیں۔

(فتح المغیث: ١١)

علامہ عبدالحی صاحب ﷫ لکھتے ہیں کہ جن معلقات کے اسناد میں ضعف ہوتا ہے کثرتِ طرق اور مقولہ کی شہرت سے ان میں گونہ قوت آ جاتی ہے۔ (ظفر الأماني: ٧٢)

پس اصل مقصود بالذات احادیث مسندہ متصلہ ہیں اور ان سب سے جرح مرتفع ہے اور وہ غایت صحت میں ہیں، اور بعض معلقات میں جو ضعف کی علامت پائی جاتی ہے، تو ایسی ضعیف روایت طرق کی کثرت اور مقولہ کی شہرت سے منجبر و مؤید ہو کر معرض استشہاد میں لانے کے قابل ہو جاتی ہے، حافظ ابن الصلاح ﷫ لکھتے ہیں:

"فإن الشواهد يحتمل فيها ما ليس من شرط الصحيح معلقا كان أو موصولاً." (مقدمه ابن الصلاح: ٣٠)

یعنی معلقات بلکہ موصول روایات بھی اگر وہ شواہد کے طور پر ہیں تو اس میں شرائط صحت کی پوری پابندی مشروط نہیں ہے، کیونکہ ان سے صرف تائید مزید مقصود ہوتی ہے۔

علامہ عینی ﷫ لکھتے ہیں کہ بعض معلقات و شواہد میں صحت کاملہ نہ ہو تو کچھ حرج نہیں، کیونکہ وہ اصالتاً نہیں وارد کئے گئے اور نہ اس سے امام بخاری کے التزام صحت پر کچھ اعتراض وارد ہو سکتا ہے، کیونکہ ان کا التزام صحت خاص طور پر مسندات کے لیے ہے۔

(عمدة القاري: ١٠ و ظفر الأماني: ٧٢)

انجبار ضعف کی مثال:

امام بخاری ﷫ نے حضرت بلال ♦ کی ایک حدیث کو معلق کر کے وارد کیا ہے، حافظ ابن حجر ﷫ اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ یہ موصول السند ہے، امام حاکم اور سعید بن منصور

not found.

نے اس کو موصولاً بیان کیا ہے، گو دونوں کی سندوں میں ضعف ہے لیکن چونکہ سنن ابو داود، معجم طبرانی، صحیح ابن حبان اور صحیح ابن خزیمہ میں بھی یہ روایت موصول السند ہو کر مذکور ہے، اس لئے کثرتِ طرق کے سبب اس کے ضعف میں قوت آجاتی ہے۔ (مقدمہ فتح الباری: ۲۸)

افادہ:

معلقات کی دو قسمیں ہیں: بعض تو ایسی ہیں جن کو امام بخاری ؒ خود صحیح بخاری میں موصول السند روایت کر دیتے ہیں اور دوسری جگہ محض اختصار ہی کے خیال سے مقطوع السند روایت کرتے ہیں اور بعض تعلیقات کی سند بخاری میں نہیں ہوتی، لیکن دوسرے محدثین ومفسرین واصحاب طبقات وتاریخ کی کتابوں میں ان کی سند موجود ہوتی ہے۔
(مقدمہ فتح الباری: ۱۸)

ان معلقات میں بیشتر حصہ ان ہی معلقات کا ہے جو خود بخاری میں دوسری جگہ موصول السند ہیں، اور جن معلقات کو صحیح بخاری میں موصول نہیں فرمایا ان کی تعداد بہت کم ہے، چنانچہ وہ صرف ایک سو ساٹھ ہیں۔ (فتح الملہم: ۳۷، قالہ السیوطی في تدریب الراوی)

حافظ ابن الصلاح ؒ تحریر فرماتے ہیں کہ جو معلقات صحیح بخاری میں دوسری جگہ موصول السند ہیں، وہ قطعی طور پر صحیح ہیں، کیونکہ وہ اصولی روایات میں داخل ہیں اور اصل احادیث مسندہ مقصودہ کی طرح کامل الصحت ہیں، فرماتے ہیں:

"فإن ذکر موصولا في موضع آخر فهو صحيح بلا ريب اتفاقا وهو كثير." (مقدمہ ابن الصلاح: ۳۰ و ظفر الأماني: ۶۸)

ان تمام امور کے پیش نظر رکھنے سے معلوم ہوا کہ اول تو معلقات کا بیشتر حصہ موصول السند ہے اور وہ تمام تر صحت سے متصف ہے، اور باقی ماندہ جن میں کچھ ضعف کا "قیل وروي " وغیرہ کے ذریعہ اظہار کیا گیا ہے، وہ بھی اصل صحت سے خالی نہیں اور ان کے ضعف کی شہرتِ مقولہ و کثرتِ طرق سے تائید وتشید ہوجاتی ہے۔ حافظ ابن حجر ؒ نے

تمام معلقات ومقطوع السند احادیث مرفوعہ و آثار موقوفہ کی پوری سندوں کو صحیح بخاری کے مختلف ابواب وفصول سے اور جو صحیح بخاری میں موصول نہ تھے ان کو دوسری صدہا کتب متقدمین سے نکال کر ایک کتاب میں جمع فرمایا اور اس کا نام ''تغلیق التعلیق'' رکھا، یہ جامع و کامل کتاب ہے، پھر اس کی تلخیص ''مقدمہ فتح الباری'' میں کر دی ہے، تغلیق التعلیق میں ہر حدیث کا حوالہ اور پوری سند مذکور ہے اور مقدمہ فتح الباری میں صرف حوالہ کتاب ہے۔

اس بے نظیر کارنامہ پر علامہ عبدالحی فرنگی محلی رحمہ اللہ نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی بڑی مدح فرمائی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"فجاء كتابا حافلاً لا نظير له في فنه، ثم لخصه تلخيصاً نافعاً في هدي السارى مقدمة فتح الباري جزاه الله تعالىٰ جزاءً خيراً."

(ظفر الأماني: ٧٢)

متابعاتِ بخاری:

جن راویوں سے امام بخاری رحمہ اللہ نے متابعات وشواہد میں احتجاج کیا ہے، گو وہ درجاتِ حفظ میں مختلف ہیں، مگر صدوق کا لقب ان کو شامل ہے۔

۱۔ علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اصولی روایات تو سب قوی اور صحیح ہیں، لیکن متابعات اور شواہد کے رواۃ پر ضعفِ حفظ کا اعتراض بعض ناقدین حدیث نے کیا ہے، جن سے ان کی توثیق میں بظاہر تردد ہوتا ہے، لیکن امام بخاری کی معرفت رواۃ و تخریج سے راوی کی تعدیل ہوجاتی ہے، ان کے آخری الفاظ یہ ہیں:

"فكل من خرج في الصحيحين فقد عبر القنطرة، ثم للصحيح مراتب، وللثقات طبقات." (ظفر الأماني: ٧٥)

''یعنی صحیحین میں جتنے راویوں سے تخریج ہوگئی، وہ پل کے پار ہوگئے، البتہ اصولی روایات اور متابعات کے رواۃ میں باعتبار ثقاہت وعدالت فرق مراتب ہے۔''

۲۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

not found.

"ينبغي لكل منصف أن يعلم أن تخريج صاحب الصحيح لأي راوٍ كان مقتض بعد الته عنده وصحة حفظهٖ وعدم غفلتهٖ... الخ
(مقدمه فتح الباري: ٤٤٤ و إرشاد الساري: ١/ ٢١)

یعنی ہر صاحب انصاف کو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ امام بخاری ؒ اپنی صحیح میں جس راوی سے بھی تخریج کریں، ان کی یہ تخریج ہی اس راوی کے عادل اور صحیح الحافظہ ہونے کی دلیل ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ متابعات وشواہد کے رواۃ میں عدالت وصحتِ حفظ کا وصف امام ؒ کے نزدیک ضرور موجود رہتا ہے، اگرچہ اصولی روایات و متابعات کے راویوں میں ضبط کے اعتبار سے فرقِ مراتب ضرور ہے، مگر متابعات کے رواۃ بھی وصفِ عدالت و صداقت سے خالی نہیں ہوتے۔

۳۔ حافظ سخاوی ؒ لکھتے ہیں:

"معرفة البخاري به التي اقتضت له روايته عنه كافية في توثيقه."
(فتح المغيث: ١٣٦)

''یعنی امام بخاری ؒ کی معرفت رواۃ اور راوی سے تخریجِ روایت ہی اس کے ثقہ ہونے کی کافی دلیل ہے۔''

۴۔ حافظ ابن حجر ؒ پھر تفصیل سے لکھتے ہیں کہ اگر متابعات وشواہد کے راویوں کے متعلق کسی امام کا جرح یا طعن ہوگا تو وہ قبول نہ ہوگا، اس لئے کہ ائمہ اسبابِ جرح میں مختلف ہیں، بعض اسبابِ جرح موجبِ جرح نہیں ہوتے، الفاظ یہ ہیں:

"إذا وجدنا لغيره في أحد منهم طعنا فذلك الطعن مقابل تعديل هذا الإمام فلا يقبل." (مقدمه فتح البارى: ٤٤٤)

معلوم ہوا کہ غیروں کے طعن وجرح امام بخاری ؒ کی تخریج کی وجہ سے نا مقبول ہوں گے، کیونکہ امام بخاری ؒ کی تخریج اس راوی کی توثیق وتعدیل کے لیے کافی ہے۔

not found.

یہی بات حافظ ابن معین ؒ اور امام ابو حاتم ؒ نے امام بخاری ؒ کے رواۃ کی توثیق کے سلسلہ میں فرمائی ہے۔ (تهذيب الأسماء للنووي: ٢/ ٣٤، ٣٥)

احادیثِ متابعات:

اب ان احادیث کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں، جو اصولی روایات کی تائید کے لیے متابعتاً لائی جاتی ہیں، امام نووی ؒ نے مقدمہ مسلم میں فرمایا ہے کہ اگرچہ متابعات کے راویوں میں قدرے ضعف ہوتا ہے، مگر یہ اصولی روایات کی تائید و اعتضاد اور تکثیرِ طرق کے لیے لائی جاتی ہیں اور اصل مدارِ صحت اصولی روایات پر ہے۔ اب چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ احمد بن یزید حرّانی سے امام بخاری ؒ نے تخریج کیا ہے لیکن ابو حاتم رازی ؒ نے ان کو ضعیف الحدیث قرار دیا ہے، حافظ ابن حجر ؒ اس کے جواب میں لکھتے ہیں، اول تو امام بخاری ؒ نے اس روایت کو احادیث مسندات کے ذیل میں نہیں لیا، بلکہ متابعتاً ذکر کیا ہے اور امام بخاری ؒ کی ان سے ملاقات رہی ہے اور یہ ملاقات معرفتِ حدیث کے لیے ایک قوی ذریعہ ہے۔ پس امام بخاری ؒ نے جو حدیث ان سے متابعات کے ذیل میں لی وہ یقیناً صالح الاحتجاج ہے اور اس سے استشہاد و اعتضاد کیا جا سکتا ہے، حافظ ؒ کے الفاظ یہ ہیں:

"فتبين أن تخريجه لهذا في المتابعة لا في الأصول علىٰ أن البخاري قد لقي أحمد هذا فهو عارف بحديثه." (مقدمه فتح الباري: ٤٤٨)

۲۔ عمرو بن مرزوق سے امام بخاری ؒ نے تخریج کی ہے، لیکن علی بن مدینی ؒ، امام بخاری کے استاد ان سے روایت پر راضی نہ تھے، حافظ ابن حجر ؒ نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ امام بخاری ؒ نے صرف دو جگہ ان سے روایت لی ہے اور وہ بھی اصولی روایات میں نہیں بلکہ متابعات میں، اور ابن مدینی ؒ کے کلام کا جواب دیا ہے کہ امام ابو زرعہ نے امام احمد حنبل ؒ سے تذکرہ کیا کہ علی مدینی ؒ عمرو بن

not found.

مرزوق ؒ کی بابت کلام کرتے ہیں، تو حضرت امام احمد ؒ نے فرمایا کہ عمرو بن مرزوق صالح الحدیث ہیں، میں نہیں سمجھتا کہ علی بن مدینی ؒ ان کی بابت کیوں کلام کرتے ہیں؟ اس کے بعد امام احمد ؒ نے مزید فرمایا:

"فتشنا على ما قيل فيه فلم نجد له أصلا." (تهذيب التهذيب لابن حجر)

''یعنی ہم نے ان پر جو اعتراض کیا گیا ہے، اس کی تفتیش وتحقیق کی تو اعتراض کو بے اصل و بے بنیاد پایا۔''

معلوم ہوا کہ جرح غیر مفسر غیر ثابت کا اعتبار نہیں۔ علاوہ ازیں حافظ ابن حجر ؒ نے بہت سے ائمہ حدیث امام عجلی ؒ، امام دارقطنی ؒ، یحییٰ بن معین ؒ وغیرہ کے اقوال تعدیل وتوثیق کو نقل فرمایا ہے کہ ان ائمہ نے ان کو "أحسن حديثاً" اور "ثقةً" اور مامون وغیرہ فرمایا ہے۔

۳۔ عمران بن حطان سدوسی مشہور شاعر سے امام بخاری ؒ نے تخریج روایت فرمائی ہے، اس پر ائمہ حدیث نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ خارجی العقیدہ شخص تھا، حافظ ابن حجر ؒ نے فرمایا:

"هذا الحديث إنما أخرجه البخاري في المتابعات، وللحديث عنده طرق."

''یعنی یہ حدیث متابعتاً آئی ہے اور اس کے اور بھی طرق ہیں، جس سے اصل حدیث کی تقویت ہوجاتی ہے۔ (مقدمه فتح الباري: ٥٠٧ و فتح المغيث: ١٤٣)

مسنداتِ بخاری:

۱۔ مسندات یا بلفظ دیگر اصولی روایات سے متعلق حافظ ابن حجر ؒ صراحت کے ساتھ لکھتے ہیں کہ امام بخاری ؒ کا جامع صحیح بخاری میں کسی راوی سے تخریج کرنا اس بات کو مقتضی ہے کہ وہ راوی اعلیٰ درجہ کا عادل اور ثقہ اور صحیح الحافظہ ہے، اور یہ بات اس راوی کو حاصل

not found.

نہیں، جس سے امام بخاری ؒ نے اپنی صحیح میں تخریج نہ فرمایا ہو، پس جو راوی صحیحین میں مذکور ہیں، ان کی تعدیل پر جمہور کا اتفاق ہے، حافظ ؒ کے الفاظ یہ ہیں:

"من خرج عنه في الصحيحين فهو بمثابة إطباق الجمهور على تعديل من ذكر فيهما." (مقدمه فتح الباری: ٤٤٤ و ارشاد الساری: ١/ ٢٣)

٢۔ امام نووی ؒ فرماتے ہیں کہ اصولی روایات بڑی پاکیزہ سند سے آتی ہیں، جس کے رجال اعلیٰ درجہ کے ثقات ہوتے ہیں اومزید تائید واعتضاد کے لیے جو روایات آتی ہیں، صرف ان کے رواۃ میں نسبتاً ضعف ہوتا ہے اور انہیں بخاری ومسلم متابعتاً لاتے ہیں۔ (مقدمه نووی رحمه الله: ١١)

٣۔ حافظ سخاوی ؒ لکھتے ہیں:

"جهالة الحال مندفعة عن جميع من خرج له في الأصول بحيث لا نجد أحداً ممن خرجا له كذلك يسوغ إطلاق اسم الجهالة عليه أصلاً." (فتح المغيث: ١٣٧)

''یعنی اصولی روایات کے راویوں پر مجہول الحال ہونے کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا اور نہ کسی محدث عارف نے ایسے رواۃ پر لفظ جہالت کے اطلاق کو جائز رکھا ہے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ اصولی روایت کے راویوں کی عدالت وثقاہت پر جمہور ائمہ کا اتفاق ہے۔

حافظ سخاوی ؒ لکھتے ہیں کہ امام بخاری ؒ کے قول "ما أدخلت في كتابي إلا ما صح" (کہ میں نے اپنی کتاب میں صرف صحیح روایتوں کو داخل کیا ہے) سے مراد اصولی روایات اور احادیث مسندہ ہیں۔ (فتح المغيث: ٢٠)

اس سے واضح ہوا کہ اصولی روایات کے سب رواۃ صدوق وعدول ہیں۔

not found.

۴۔ اسی طرح حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اصولی روایات کے متعلق جمہور امت کا فیصلہ ہے کہ سب روایات قوی وصحیح ہیں۔ (ظفر الأماني: ٧٥)

۵۔ محدثِ یگانہ ابن دقیق العید [1] لکھتے ہیں:

"إن من اتفق الشيخان على التخريج لهم ثبتت عدالتهم بالاتفاق بطريق الاستلزام... الخ" (فتح الباری، پ: ٣٠، ص: ٧٦٠ و فتح المغيث: ١٢٦)

حاصل یہ ہے کہ ابن دقیق العید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جن رواۃ سے امام بخاری رحمہ اللہ ومسلم رحمہ اللہ نے تخریج کیا ہے، ان کی ثقاہت و عدالت بالاتفاق ثابت ہے، اس لئے کہ جمہور امت کا اتفاق ہے کہ بخاری رحمہ اللہ ومسلم رحمہ اللہ کی تخریجات و روایات صحیح ہیں، پس یہ صحتِ روایات رواۃ کی ثقاہت وعدالت کو مستلزم ہے۔

۶۔ خطیب بغدادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"إذا قال العالم: كل من أروي لكم عنه أسميه فهو عدل ورضا و مقبول الحديث كان هذا القول تعديلاً منه بكل من روى عنه وسماه." (كتاب الكفايه: ٩٢ و فتح المغيث: ١٣٣)

"یعنی جب کوئی عالم ومحدث یہ بیان کرے کہ میں جتنے راویوں سے روایت کو لیتا ہوں وہ سب عدول ومقبول الحدیث ہیں، تو یہ کہنا ہی ان تمام راویوں کی تعدیل ہے، جن سے اس نے اخذ روایت کیا اوران کا نام لیا۔"

اس اصول کی روشنی میں یقیناً امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف سے ان رواۃ کی تعدیل و توثیق ہوگی، جن سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اخذ روایت کیا اور اپنی صحیح میں تخریج فرمایا۔

[1] حافظ سخاوی لکھتے ہیں کہ آپ کا اسم گرامی محمد بن علی ہے، علل حدیث کی معرفت اور احادیث سے مسائل کے استنباط اور قوت اجتہاد میں بے نظیر تھے، زہد و ورع میں بڑا اونچا مقام رکھتے تھے، تصانیف کثیرہ نافعہ کے مصنف تھے، خاص طور پر آپ کی کتاب "اقتراح" اہل علم میں شہرت تامہ رکھتی ہے، ۷۰۲ھ میں وفات پا گئے۔ (فتح المغيث: ٣٦) آپ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ہم قرن تھے۔ (مؤلف)

not found.

ائمہ حدیث نے امام بخاری ؒ کی تخریج ہی کو موجب توثیق و تعدیل سمجھا ہے، چنانچہ حافظ ابو زرعہ ؒ اور امام احمد بن حنبل ؒ نے فرمایا کہ راوی کے ثقہ ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ بخاری ؒ ومسلم ؒ نے اسے تخریج فرمایا ہے۔

(تهذيب الأسماء: ٢/ ٢٠٥ در ذكر أبو جمره)

۷۔ شیخ ابوالحسن مقدسی ؒ فرماتے ہیں:

"الرجل الذي يخرج عنه في الصحيح هذا جاز القنطرة، يعني بذلك لا يلتفت إلى ما قيل فيه."

(مقدمه فتح الباري: ٤٤٤، و ارشاد السارى: ١/ ٢١ و فتح المغيث: ١٢٦)

حافظ سخاوی ؒ کہتے ہیں کہ میرے شیخ الشیخ حافظ مقدسی ؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص سے امام بخاری ؒ نے صحیح بخاری ؒ میں تخریج فرما لی اس کا بیڑا پار ہوگیا، اب اس پر کسی اور کی جرح کا اعتبار نہ ہوگا۔

۸۔ حافظ ابن الصلاح ؒ نے تحریر کیا ہے کہ صحیحین کے جن رواۃ پر امام بخاری ؒ و مسلم ؒ کے علاوہ کسی نے جرح کی ہو اس کے بارہ میں توقف نہیں کیا جاتا اور اس کی حدیث قبول کی جاتی ہے، کیونکہ امام بخاری ؒ کی تخریج سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جرح غیر مفسر و غیر ثابت ہے، اس لیے شبہ مٹ جاتا ہے اور راوی کی توثیق و تعدیل ہوجاتی ہے۔ (مقدمه ابن الصلاح: ٤٩)

چند امثلہ:

۱۔ ابوبکر اشعری ؒ سے امام بخاری ؒ نے تخریج فرمایا ہے، ان پر ابن سعد ؒ نے "قلیل الحدیث وضعیف" کا لفظ استعمال کیا ہے، حافظ ابن حجر ؒ تخریج بخاری کو موجب تعدیل قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں:

"قلت هذا جرح مردود وقد أخرج له الشيخان"

یعنی ضعف کا یہ اعتراض مدفوع اور ناقابلِ قبول ہے اور کیونکر ایسا نہ ہو جبکہ

not found.

شیخین بخاری ؒ ومسلم ؒ نے ان سے تخریج کیا ہے۔

(مقدمہ فتح الباری: ٥٣٦)

اس سے معلوم ہوا کہ تخریج بخاری اس بات پر دلیل ہے کہ وہ راوی اس روایت کے بارہ میں ضعیف نہیں اور یہ کہ ان کی نفس تخریج ہی موجب تعدیل ہے۔

۲۔ عبدالرحمٰن بن ابی نعیم بجلی پر امام یحییٰ بن معین نے ضعف کا حکم لگایا ہے، حافظ ابن حجر ؒ نے تخریج بخاری کو موجب تعدیل قرار دیتے ہوئے جواب دیا:

"قلت: اعتمده الشيخان... الخ" (مقدمه فتح الباري: ٤٨٨)

۳۔ احمد بن صالح ؒ پر امام نسائی ؒ نے جرح کر دی، حافظ ابن الصلاح ؒ جرح نسائی کے جواب میں لکھتے ہیں:

"إمام حافظ ثقة لا يعلق به جرح، أخرج عنه البخاري."

(مقدمه ابن الصلاح: ١٩٥)

یعنی احمد بن صالح ؒ امام، حافظ اور ثقہ ہیں، ان پر کوئی جرح عائد نہیں ہوتی، امام بخاری ؒ نے ان سے صحیح بخاری میں تخریج فرمایا ہے۔ مطلب یہ کہ تخریج بخاری بجائے خود موجب تعدیل وتوثیق ہے۔

۴۔ راوی بخاری یزید بن ابی مریم دمشقی ؒ پر امام دارقطنی نے اعتراض کیا کہ "ليس بذلك" یہ کچھ اچھے نہیں ہیں، حافظ ابن حجر ؒ نے جواب دیا: "هذا جرح غير مفسر فهو مردود" یعنی یہ جرح غیر مفسر السبب ہے، اس لیے ناقابل قبول ہے۔

علاوہ ازیں کہ امام بخاری ؒ کی تخریج ہی موجب تعدیل ہے، دیگر ائمہ حدیث یحییٰ بن معین ؒ، ابوزرعہ ؒ، ابوحاتم ؒ وغیرہ نے بھی ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔

(مقدمه فتح: ٥٣٣)

افادہ:

۱۔ احادیث معلقات کی تعداد: ایک ہزار تین سو اکتالیس۔ (مقدمه فتح: ٥٥٣)

۲۔ متابعات کی تعداد: تین سو چوالیس احادیث۔ (مقدمه فتح الباري: ٥٥٦)

۳۔ احادیث مسندات کی تعداد: سات ہزار تین سو ستانوے۔ [1] (ایضاً: ٥٥١ و فتح المغیث: ١٢)

۴۔ جملہ احادیث مسندات ومعلقات ومتابعات کی تعداد نو ہزار بیاسی (۹۰۸۲) ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ موقوف ومقطوع روایات کے علاوہ صحیح بخاری کی احادیث مسندات ومعلقات ومتابعات کی مجموعی تعداد نو ہزار بیاسی ہے۔

جرح وتعدیل سے متعلق چند اصولی باتیں:

چند سطور پہلے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے حوالہ سے یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی تعدیل کے ہوتے ہوئے اور کسی امام کی جرح کا اعتبار نہ ہوگا، جب تک کہ جرح مفسر نہ ہو۔ اس سلسلہ میں چند اصولی باتیں ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بعض محدثین نے رواۃ پر اس لیے جرح کر دی ہے کہ وہ سلاطین سے تعلق رکھتے تھے، حالانکہ راوی صادق وضابط ہو تو سلاطین یا امراءِ دنیا سے تعلق رکھنے کے سبب اس کو ضعیف نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح بعض ائمہ نے ذاتی رنجش اور بعض نے اپنے معاصرین کے ساتھ حسد رکھنے کے سبب بھی جرح کی ہے اور بعض نے ادنیٰ درجہ کا راوی ہونے کے باوجود اپنے سے اعلیٰ وافضل وکامل الحفظ ثقہ راوی پر جرح کر دی ہے، حافظ لکھتے ہیں ”فكل هذا لا يعتبر“ یعنی ایسی تمام جرحیں ناقابل اعتبار ہیں۔ (مقدمه فتح الباري: ٤٤٦ و لسان الميزان: ١/ ١٦)

علامہ ابن عبدالبر [2] لکھتے ہیں کہ رنجش اور غصہ اور نفسانیت اور حسد کے سبب جو جرحیں کی جاتی ہیں، وہ سب باطل ہیں۔ (جامع بيان العلم: ١٩٥ و فتح المغيث: ٤٨٤ و فتح الملهم: ١/ ٢٩)

---

[1] حافظ ابن الصلاح و امام نووی رحمہما اللہ نے احادیث مسندہ مقبلہ کی تعداد سات ہزار دو سو پچھتر ٹھہرائی ہے۔ (تهذيب الأسماء: ١/ ٧٥) مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تحقیق میں یہ بات غلط ہے، انہوں نے صحیح بخاری کے تمام ابواب پر از سر نو نظر ڈالی اور شمار کیا تو ان کو سات ہزار تین سو ستانوے احادیث مسندہ ملیں۔ (مؤلف)

[2] ابن عبدالبر کا اسم گرامی یوسف بن عبداللہ ہے، قرطبہ کے رہنے والے مالکی مسلک کے محدث ہیں، اندلس میں ۴۶۳ھ میں انتقال فرما گئے۔ ”استیعاب“ آپ کی مشہور ترین کتاب ہے۔ (فتح المغيث: ٤٧٦) (مؤلف)

not found.

جرح مفسر:

راوی پر وہ جرح قابل قبول نہیں جس کے اسباب نہ بیان کئے گئے ہوں۔

۱۔ حافظ ابن الصلاح ؒ لکھتے ہیں کہ کوئی جرح بلا بیانِ سبب قبول نہیں کی جا سکتی، کیونکہ جارح بسا اوقات ایسی جرح کرتا ہے، جو واقع میں موجب جرح نہیں ہوتی۔

"فلا بد من بیان سببه لیظهر هل هو جرح أم لا؟"

(مقدمه ابن الصلاح: ۳۸)

۲۔ خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ جرح تعدیل پر اس وقت مقدم ہوتی ہے، جب کہ جرح مفسر ہو کیونکہ ائمہ حدیث کا فیصلہ ہے: "إن الجرح لا یثبت إلا إذا فسر سببه"

(الکفایه: ۱۰۹ وکذا في لسان المیزان: ۱/ ۱۵ و فتح المغیث: ۱۳۱، جامع الأصول لابن أثیر الجزري: ۱/ ۷۰، الرفع والتکمیل: ۷)

جرح مفسر میں مزید اس بات کا لحاظ کیا گیا ہے کہ جن رواۃ کی تعدیل ہو چکی ہو تو ان پر جرح مفسر اس وقت قابلِ قبول ہے جب کہ وہ جرح مذہبی تعصب اور دنیوی منافست اور معاصرانہ چشمک کا نتیجہ نہ ہو۔

(جامع بیان العلم: ۱۹۵، فتح المغیث: ۱۳۰، لسان المیزان: ۱/ ۱۶)

یہی خیال امام بیہقی ؒ اور محمد بن نصر مروزی ؒ وغیرہ ائمہ کا ہے، فرماتے ہیں:

"کل رجل ثبتت عدالته لم یقبل فیه تجریح أحد حتی یبین ذلك بأمر."

(فتح المغیث: ۱۳۰)

''یعنی جس آدمی کی عدالت ثابت ہے، اس کے بارے میں کسی کی جرح قبول نہ کی جائے گی، جب تک کہ سبب جرح واضح طریقہ سے ثابت نہ ہو جائے۔''

جرح غیر مفسر پر تعدیل مقدم ہے:

علامہ ابو الحسن حنفی سندھی شرح نخبہ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ بخاری ؒ اور مسلم ؒ نے جن رواۃ سے تخریج و احتجاج کیا ہے، بعض رواۃ میں ائمہ نے کلام کیا ہے،

امام بخاری ﷫ نے باوجود جرح کے جب ان سے احتجاج کیا تو معلوم ہوا کہ وہ جرحیں غیر مفسر تھیں: "وغير المفسر ليس بمقدم على التعديل " یعنی جرح غیر مفسر تعدیل پر مقدم نہیں بلکہ غیر مفسر جرحوں پر خود تعدیل مقدم ہے۔

(شرح الشرح لنخبة الفكر: ٣٥ وكذا في ظفر الأماني: ٢٨١ نقلاً عن تاج الدين السبكي و فتح الملهم: ٦٩ نقلا عن السبكي رحمه الله)

رواۃ بخاری پر جرح غیر مفسر نا معتبر ہے:

صحیح بخاری کے اکثر راویوں پر ایسی ہی جرحیں ہیں جو غیر مفسر اور غیر مبین السبب ہیں، اس لیے یہ جروح ثابت نہیں، حافظ ابن الصلاح ﷫ لکھتے ہیں:

"احتج البخاري بجماعة سبق من غيره الجرح لهم كعكرمة وكإسماعيل بن أبي إدريس وعاصم بن علي و عمرو بن مرزوق وغيرهم، وذلك دال على أن الجرح لا يثبت إلا إذا فسر سببه." (مقدمه ابن الصلاح: ٤٨ و مقدمه نووى: ١٤)

۲۔ خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

"فإن البخاري قد احتج بجماعة سبق من غيره الطعن فيهم كعكرمة في التابعين، وكإسماعيل بن أبي إدريس وعاصم بن علي و عمرو بن مرزوق في المتأخرين، وهكذا فعل مسلم بن الحجاج وأبو داود السجستاني فدلَّ ذلك أن الجرح لا يثبت إلا إذا فسر سببه." (الكفايه: ١٠٩ و عمدة القاري: ٨ و فتح الملهم: ٢٨)

حاصل یہ کہ بخاری ﷫ کے جن رواۃ پر ائمہ نے جرح کی ہے، وہ ثابت نہیں ہوتیں، کیونکہ وہ سب جروح غیر مفسر ہیں۔

چند امثلہ:

امام شافعی ﷫ فرماتے ہیں کہ اسباب جرح کا کشف کرنا اس لیے ضروری ہے کہ

بسا اوقات جرح کرنے والا ایسی چیز پر جرح کرتا ہے جو موجب جرح نہیں ہوتی، مجھے ایک شخص پر جرح کی خبر پہنچی تو میں نے سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں نے اسے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا تھا، اب اس کے کپڑے ناپاک ہوئے اور اسی میں نماز پڑھے گا تو صدوق کہاں رہا؟ تو میں نے اس سے پوچھا کہ تم نے انہیں کپڑوں میں اسے نماز پڑھتے دیکھا تھا؟ اس نے کہا: نہیں، امام شافعی ؒ کہتے ہیں: پس ایسی جرح باطل اور لغو ہے۔
(الکفایہ: ۱۰۸ و ۱۱۱)

اسی طرح کی جرحیں امام بخاری ؒ کے رواۃ پر اکثر ہیں، جب ان کو بنظر غائر دیکھا جاتا ہے، تو وہ سبب جرح نہیں ہوتیں، چند مثالیں اس سلسلہ میں ملاحظہ کریں:

۱۔ امام بخاری ؒ نے منہال بن عمرو ؒ سے تخریج فرمایا ہے، امام شعبہ ؒ نے ان پر جرح کی ہے، سبب پوچھا گیا تو کہا منہال کے گھر سے گانے کی آواز آرہی تھی، پھر سائل نے کہا کہ وہ کیسی آواز تھی؟ کیا وہ خود انہیں کی تھی؟ تو اس پر وہ خاموش رہے۔
(کتاب الکفایہ: ۱۱۲ و فتح المغیث: ۱۲۸)

۲۔ امام شعبہ ؒ نے منہال ؒ پر جرح غیر مفسر کر دی کہ ان کے گھر سے گانے کی آواز آرہی تھی، لہٰذا ان سے اخذ حدیث درست نہیں، محدث ابو حاتم ؒ بیان کرتے ہیں کہ وہ آواز قراءت کی تھی، جو الحان سے ادا ہو رہی تھی، ظاہر ہے کہ یہ امر موجب جرح نہیں۔ (تقدمة الجرح والتعدیل: ۱۵۳)

ابن ابی حاتم ؒ صاحبِ کتاب الجرح والتعدیل فرماتے ہیں کہ ترنم ولحن سے آواز نکالنا کوئی جرح کی چیز نہیں ہے، جب تک وہ حد حرام تک نہ پہنچے اور ایسا گانا ان سے ثابت نہیں جو حدودِ حرمت تک متجاوز ہو۔ (فتح المغیث: ۱۲۸)

حافظ سخاوی ؒ نے مزید لکھا ہے کہ امام شعبہ ؒ نے منہال ؒ سے روایتوں کو ترک نہیں کیا، اس سے معلوم ہوتا کہ انہوں نے خود بھی تأمل کے بعد خوش الحانی اور تغنی کے ساتھ پڑھنے کو کوئی جرح کی چیز نہیں سمجھا اور بقول حافظ ابن حجر ؒ منہال بڑے خوش

الحان تھے، پس محض نغمہ اور ترنم کے ساتھ اشعار خوانی سے ثقہ آدمی مجروح نہیں ہوسکتا۔
(فتح المغیث: ۱۲۸ و مقدمه فتح الباری: ۵۲٤)

۳۔ احمد بن عبدالملک حرّانی سے امام بخاری نے تخریج فرمایا ہے، لیکن ان پر حران کے بعض ائمہ نے یہ جرح کی ہے کہ یہ سلطانی درباروں سے تعلق رکھنے والے ہیں، حافظ ؒ کہتے ہیں کہ یہ سبب ثقہ آدمی کے لیے کوئی جرح کی بات نہیں۔
(مقدمه فتح الباری: ٤٤٧)

۴۔ حضرت عکرمہ ؒ (مولی ابن عباس) جلیل الشان تابعی ہیں، ان پر حافظ دارقطنی ؒ نے جرح کی ہے، سبب جرح میں یہ بتایا کہ یہ امراء اور سلاطین کے عطیات قبول کیا کرتے تھے، حافظ ابن حجر ؒ نے اس کا جواب دیا ہے کہ امراء کے عطیات کا قبول کرنا روایتِ حدیث کے لیے کوئی قدح کی بات نہیں، جمہور اہل علم اسے جائز سمجھتے ہیں اور اسے ثقاہت راوی کے منافی نہیں سمجھتے۔

ابن عبدالبر نے اس بارے میں ایک مستقل تصنیف بھی لکھی ہے، حافظ ؒ نے مزید یہ بھی لکھا ہے:

”وهذا الزهري قد كان في ذلك أشهر من عكرمة مع ذلك فلم يترك أحد الرواية عنه بسبب ذلك.“ (مقدمه فتح الباري: ۵۰۳)

یعنی زہری ؒ امراء وسلاطین کے عطیات قبول کرنے کے بارے میں عکرمہ ؒ سے زیادہ شہرت رکھتے ہیں، لیکن بایں ہمہ ان سے سب نے روایت لی ہے اور اس کو موجب قدح نہیں سمجھا ہے۔ امام زہری ؒ کی طرح دوسرے محدثین نے بھی عطیات کو قبول کیا ہے۔ (الکفایه: ۱۵٦، وفتح المغیث: ۱۵۰)

پس قبولِ عطیات موجبِ جرح نہیں۔

رنجش وخفگی کے سبب جروح مردود ہیں:

حافظ ابن الصلاح ؒ نے نقل فرمایا ہے کہ بعض ائمہ حدیث نے بعض معاصر

not found.

راویوں پر اتفاقی رنجشوں کے سبب کلام کر دیا ہے، ایسے مواقع کی جرحیں اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھتیں کیونکہ وہ صرف جلد بازی و زود رنجی کا نتیجہ ہوتی ہیں، اس لئے ایسی جرحیں موجبِ طعن وقدح نہیں ہوسکتیں۔ (مقدمه ابن الصلاح: ١٩٥)

بشری تقاضوں سے غصہ و رنجش میں اہل تقویٰ و اہل دیانت بھی کبھی کبھی مغلوب ہوجاتے ہیں اور ایسی صورت میں بالکل ہنگامی طور پر کبھی تیز باتیں ان کی زبان سے نکل جاتی ہیں، لیکن ان کے ایسے اقوال لائقِ التفات نہیں ہیں۔

(جامع بيان العلم: ١٩٧ و فتح المغيث: ٤٨٤)

١۔ عبداللہ بن ذکوان مدنی ؒ سے امام بخاری ؒ نے تخریج فرمایا ہے، امام ربیعہ الرائے نے ان کو غیر ثقہ کہا ہے، اس قدح کا سبب حافظ نے لکھا ہے کہ باہمی رنجش تھی، اس لئے اس جرح کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

"لم يلتفت الناس إلى ربيعة في ذلك للعداوة التي كانت بينهما."

(مقدمه فتح الباري: ٤٨٠)

٢۔ احمد بن صالح ؒ سے امام بخاری ؒ نے تخریج فرمایا، مگر امام نسائی ؒ نے ایک ذاتی رنجش کے سبب ان پر اعتراض کر دیا، اس لئے ان کی جرح کا ائمہ فن نے کچھ بھی اعتبار نہیں کیا اور اس جرح کو تعنت وعناد پر مبنی قرار دیا۔

(مقدمه ابن الصلاح : ١٩٥ و مقدمه فتح البارى: ٤٤٧)

حافظ سخاوی ؒ نے رنجش کا سبب یہ لکھا ہے کہ امام نسائی ؒ، احمد بن صالح ؒ کی خدمت میں درسِ حدیث کے لیے چند ایسے رفقاء کے ساتھ پہنچے جو اخذ حدیث کے اہل نہ تھے تو امام نسائی ؒ کو ان نا اہل رفقاء کا مصاحب و رفیق دیکھ کر اور اسی قبیل سے سمجھ کر مجلس حدیث میں شیخ نے ان کو بھی شرکت کی اجازت نہ دی، پس اس طرح امام نسائی ؒ ان سے بگڑ گئے۔ (فتح المغيث: ٤٨٣)

اس سے صحبت نا اہل کے اثرات بد بھی معلوم ہوسکتے ہیں، امام نسائی ؒ سے سابقہ تعارف نہیں تھا، نا اہل رفقاء کے ساتھ ہونے کے سبب یہ بھی درس حدیث سے محروم کر دیے گئے۔

not found.

رواۃِ بخاری سے انقطاعِ سند کا اعتراض مدفوع ہے:

امام بخاری ؒ کی روایت کردہ حدیث "عن أبي عامر و أبي مالك الأشعري عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: لیکونن في أمتي أقوام یستحلون الحرو الحریر والخمر والمعازف"[1] کو ابن حزم ظاہری نے منقطع کہہ دیا ہے کہ اس میں امام بخاری ؒ اور صدقہ بن خالد ؒ کے درمیان کوئی راوی ساقط ہے، اس کے جواب میں حافظ ابن الصلاح ؒ لکھتے ہیں:

"وأخطأ في ذلك من وجوه، والحدیث صحیح معروف الاتصال بشرط الصحیح." (مقدمہ ابن الصلاح: ۲۹)

مولانا عبدالحی فرنگی محلی ؒ لکھتے ہیں:

"وقول ابن حزم خطأ فإن الحدیث المذکور معروف الاتصال بشرط الصحیح عند أئمة الحدیث." (ظفر الأماني: ٦٨)

یعنی ابن حزم نے محلّٰی میں کہا کہ یہ حدیث منقطع ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث متصل ہے اور صحیح ہے اور یہ حدیث تعلیق کے حکم میں نہیں اور نہ اس سے حدیث منقطع ہوسکتی ہے اور یہ اس اسناد معنعن میں داخل ہے، جس کا حکم ثبوتِ لقاء پر اتصال ہی ہے اور ابن حزم ؒ کا یہ قول متعدد وجوہ سے غلط ہے۔

۲۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث پر خطیب بغدادی نے انقطاع کا شبہ کیا ہے، تفصیل یہ ہے کہ امام بخاری ؒ نے مسروق عن ام رومان ؓ کے واسطہ سے جو حدیث الافک روایت کی ہے، اس کو مسروق نے ام رومان ؓ سے نہیں سنا، کیونکہ ام رومان نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں انتقال فرما گئیں اور اس وقت مسروق کی عمر چھ برس کی تھی، اس لئے مسروق کی روایت ام رومان سے کس طرح ہوسکتی ہے؟ پس یہ علت اس میں موجود ہے، جو امام بخاری ؒ کی نظر سے مخفی رہی، خطیب کے الفاظ یہ ہیں:

---

[1] صحیح البخاري، برقم (٥٢٦٨)

”وخفيت هذه العلة على البخاري.“ (مقدمه فتح الباری: ٤٣٢)

خطیب کی اس تنقید پر قاضی عیاض ، ابن عبدالبر اور متاخرین کی ایک جماعت نے تقلیدی طریقہ سے اتفاق کرلیا، حافظ ابن حجر نے اس موقع پر تحقیق کرکے لکھا ہے:

”وعندي أن الذي وقع في الصحيح هو الصواب والراجح.“
(مقدمه فتح الباری: ٤٣٣)

حافظ ابن حجر امام بخاری کی تحقیق کے مطابق ام رومان سے مسروق کی لقاء وسماع بالکل ممکن اور متوقع ثابت کرتے ہیں، حافظ لکھتے ہیں کہ جس روایت سے ام رومان کا ٦ھ میں انتقال ثابت کرتے ہیں، اس میں ایک سیئ الحافظہ راوی علی بن زید بن جدعان ہے، چنانچہ امام بخاری نے تاریخ صغیر وتاریخ اوسط میں اس کی روایت کوضعیف قرار دیا ہے، اور ”فيه نظر“ فرما کر اس کی تردید فرمائی ہے۔ [1]

نیز حافظ ابن حجر نے حافظ ومحدث ابراہیم حربی کا مقولہ نقل کیا ہے کہ ام رومان سے مسروق کی لقاء وسماع ثابت ہے:

”وقد جزم إبراهيم الحربي الحافظ بأن مسروقا إنما سمع من أم رومان في خلافة عمر رضي الله عنه.“

”یعنی مسروق نے ام رومان سے حضرت عمر کی خلافت میں سنا ہے۔“

نیز ابونعیم اصفہانی نے فرمایا: ”عاشت أم رومان بعد النبي صلى الله عليه وسلم دهراً“

کہ حضرت ام رومان آنحضرت کے بعد مدتوں زندہ رہیں۔

ان تاریخی حقائق کے پیش نظر معلوم ہوا کہ علی بن زید بن جدعان کی روایت میں حضور کے زمانہ میں ام رومان کے انتقال کرجانے کا جو تذکرہ ہے وہ غلط ہے،

[1] التاريخ الصغير للبخاري (ص: ١/ ٦٣)

کیونکہ وہ حضور ﷺ کے بعد بہت زمانہ تک بلکہ خلافتِ عمر ♦ تک زندہ رہیں، امام بخاری ؒ نے اپنی تاریخ میں خلافت عثمانی میں مرنے والوں کے ذیل میں ان کا نام بھی درج کیا ہے۔

ایک بڑی قوی شہادت:

حافظ ابن حجر ؒ نے ایک بہت ہی قوی دلیل خود صحیح بخاری کے حوالہ سے ایسی نقل فرمائی ہے کہ اس سے علی بن زید بن جدعان کی روایت کا ضعف پوری طرح الم نشرح ہوجاتا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ ابو عثمان نہدی کے واسطہ سے عبدالرحمٰن بن ابی بکر ♦ کی جو روایت اصحاب صفہ کی مہمانی کے بارہ میں وارد ہے، اس میں حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر ♦ کے یہ الفاظ ہیں:

"إنما هو أنا وأمي وامرأتي وخادم في بيتنا ." [1]

اس میں انہوں نے اپنی ماں کا ذکر فرمایا ہے اور یہ ام عبدالرحمٰن □ ام رومان □ ہی تو ہیں، اس لیے کہ عبدالرحمٰن ♦ حضرت عائشہ □ کے سگے بھائی ہیں اور سب جانتے ہیں کہ حضرت عائشہ □ کی والدہ ماجدہ کا نام ام رومان □ ہے، چونکہ فتح مکہ رمضان المبارک ۸ھ میں واقع ہوا ہے اور حضرت عبدالرحمٰن فتح مکہ سے کچھ پہلے ہی مسلمان ہوئے ہیں اور اسلام لانے کے بعد ہی اصحاب صفہ کی مہمان نوازی کا ان کو یہ موقع پیش آیا تھا، تو حدیث مذکورہ بالا کی روشنی میں مہمان نوازی کے واقعہ تک ام رومان قطعاً موجود تھیں، اس لیے یہ عہد نبوت ۶ھ میں ام رومان □ کی وفات پا جانے کا واقعہ جسے علی بن زید بن جدعان نے بیان کیا ہے، سرتاسر باطل ثابت ہوا۔ (مقدمه فتح الباری: ٤٣٣)

اب اس کے ساتھ ان تاریخی حقائق کو بھی پیش نظر رکھیے، جس میں نبی ﷺ کے

---

[1] صحيح البخاري برقم (٣٣٨٨)

not found.

بعد زمانہ دراز تک زندہ رہنے کا بلکہ خلافت عمر ♦ تک زندہ رہنے اور خلافت عثمانی میں وفات پانے کے تاریخی حوالے مذکور ہوئے، ان حقائق کے ہوتے ہوئے مسروق ؒ کا سماع ام رومان ؓ سے قطعاً ثابت ہوا اور شبہ انقطاع کا بہر نوع مدفوع ہوا۔ فللّٰہ الحمد

تغیر حافظہ کی جرح رواۃ بخاری سے مدفوع ہے:

صحیح بخاری کے بعض رواۃ پر یہ جرح کی گئی ہے کہ ان کے حافظہ میں خرابی آ گئی تھی، اس لیے روایات میں خلط ملط پیدا ہوگیا تھا، اس سلسلہ میں حافظ سخاوی ؒ لکھتے ہیں کہ امام بخاری ؒ نے ایسے راویوں کی روایتوں کو قبول کیا ہے، جنہوں نے اختلاط سے پہلے سنا تھا اور جن روایات کو بعد الاختلاط بھی قبول کیا ہے، تو یہ وہ ہیں جن کو ان رواۃ نے اختلاط سے پہلے بھی سنا تھا، لیکن ایسی روایات کو امام بخاری ؒ اصولی روایات میں نہیں لاتے، متابعات میں لاتے ہیں۔ (فتح المغیث: ٤٨٦)

امام نووی فرماتے ہیں کہ بخاری ؒ ومسلم ؒ نے جن رواۃ سے روایتوں کو قبول کیا، ان پر ضعف حافظہ ان کے لینے کے بعد طاری ہوا ہے، اخذِ حدیث کے وقت نہ وہ ضعیف تھے نہ ان کا حافظہ بگڑا تھا، نہ صحیح و غیر صحیح میں اختلاط پیدا ہوا تھا، پس جو روایتیں امام بخاری ؒ یا ان کے شیوخ نے اپنے شیوخ کے صحیح الحافظہ ہونے کی حالت میں لی ہیں، ان پر بعد میں پیدا ہونے والا سوء حفظ یا اختلاط کچھ بھی حارج نہیں ہوسکتا۔

(مقدمہ نووی علی شرح مسلم: ١٤)

۱۔ حجاج بن محمد سے امام بخاری ؒ نے تخریج فرمایا، ان پر حافظ صقلی ؒ نے تغیر حافظہ کا اعتراض کیا ہے، حافظ ابن حجر ؒ نے جواب دیا کہ حافظہ بگڑنے کے بعد ان سے کوئی مل ہی نہیں سکتا تھا، ان کے لڑکوں نے خاص طور سے اس کا انتظام کیا تھا، پس امام بخاری ؒ کی روایت دور اختلاط سے پہلے کی ہے۔

(مقدمہ فتح الباری: ٤٥٩)

۲۔ سعید بن ابی عروبہ ﷫ سے امام بخاری ﷫ نے تخریج فرمایا ہے، بعض ائمہ نے اعتراض کیا کہ ان کا حافظہ بگڑ گیا تھا، حافظ سخاوی ﷫ نے جواب دیا کہ امام بخاری ﷫ نے ابن ابی عروبہ کے ان شاگردوں سے روایتوں کو قبول کیا ہے، جنہوں نے ان کے حافظہ بگڑنے سے پہلے لیا تھا، مثلاً خالد، روح، عبدالاعلیٰ • وغیرہ کہ ان سبھوں نے دورِ اختلاط سے پہلے حاصل کیا تھا۔ (فتح المغیث: ٤٨٨)

امام نووی ﷫ لکھتے ہیں کہ سعید بن ابی عروبہ ﷫ کی جو روایت بخاری و مسلم میں ہے:

"فهو محمول على الأخذ عنه قبل اختلاطه."

(تهذيب الأسماء: ١/ ٢٢١)

''یعنی ایسی روایت دور اختلاط سے قبل کی ہے۔''

۳۔ سعید بن ایاس بصری ﷫ سے امام بخاری ﷫ نے تخریج فرمایا ہے، لیکن ان پر تغیر حافظہ کا اعتراض کیا گیا ہے، امام عجلی ﷫ نے جواب دیا ہے کہ جس راوی نے دورِ اختلاط سے آٹھ سال پہلے ان سے سماعِ حدیث کیا تھا، امام بخاری ﷫ نے صرف اس راوی سے تخریج فرمائی ہے۔ (مقدمه فتح: ٤٧٠)

رواۃ بخاری سے اہل بدعت کی جرح مدفوع ہے:

حافظ ابن حجر ﷫ لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری میں کسی بدعقیدہ داعی بدعت شخص کے واسطے سے کوئی روایت نہیں ہے، اس لئے بخاری ﷫ کے رواۃ پر بدعتی یا داعی بدعت ہونے کی جرح باطل ہے۔ (مقدمه فتح الباری: ٤٤٥ و ارشاد الساری: ١/ ٢٣)

ا۔ شبابہ بن سوار سے امام بخاری نے تخریج فرمایا ہے، ان پر بعض ائمہ نے اعتراض کیا کہ یہ مرجیہ فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں، حافظ ابن عدی ﷫ نے فرمایا کہ چونکہ وہ اپنی بدعت کی طرف داعی و ساعی نہ تھے، اس لئے ان سے اخذِ حدیث میں کچھ حرج نہیں، حافظ ابن حجر ﷫ اور حافظ سخاوی ﷫ مزید لکھتے ہیں کہ آخر عمر میں اس نے اپنے مسلک ارجاء سے رجوع کرلیا تھا۔ (مقدمه فتح: ٤٧٥ و فتح المغيث: ١٤٣)

not found.

۲۔ حضرت عکرمہ ؒ (مولیٰ ابن عباس) سے امام بخاری ؒ نے تخریج روایت فرمایا ہے، لیکن ان پر بعض ائمہ نے جرح کیا ہے کہ وہ خوارج کے بدعی عقیدہ کے ہم خیال تھے، حافظ ابن حجر ؒ نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ اول تو ان کا بدعتی ہونا ثابت بھی ہو جائے تو بھی ان سے تخریج حدیث میں کچھ حرج نہیں لاحق ہوتا، کیونکہ یہ اپنی بدعت کی طرف داعی نہ تھے۔

دوم: ان کا بدعتی عقیدہ کا ہمنوا ہونا ثابت ہی نہیں، چنانچہ امام احمد بن حنبل ؒ، ابو حاتم رازی ؒ ، امام عجلی ؒ، یحییٰ بن معین ؒ، امام نسائی ؒ ، ابن راہویہ ؒ، محمد بن نصر مروزی وغیرہ ائمہ ومحدثین نے اس الزام کی تردید کرتے ہوئے ان کو ثقہ حجت امام تسلیم کیا ہے اور ان کو وہ جلیل الشان تابعی قرار دیا ہے کہ ستر خیار و اکابر تابعین ؒ کے مجموعی علم ومعرفت سے ان کا علم بڑھ کر ہے۔ (مقدمه فتح الباری: ٤٩٧ تا ٥٠٣ و عمدة القاری: ١/ ٨)

امام نووی ؒ لکھتے ہیں:

”لم يمنع الأئمة من الرواية عن عكرمة، وأدخله أصحاب الصحاح في صحاحهم.“ (تهذيب الأسماء: ١/ ٣٤١)

’’کہ تمام ائمہ حدیث نے حضرت عکرمہ ؒ سے روایتوں کو قبول کیا اور کتب صحاح میں ان کی روایتوں کو داخل فرمایا ہے۔‘‘

اشتراک اسماء سے رواۃ بخاری پر جرح فاسد و باطل ہے:

بعض اوقات ثقہ راوی کے ہم نام ضعیف راوی بھی ہوتے ہیں، اس اشتراک اسمی سے بعض ائمہ نے امام بخاری ؒ کے رواۃ پر بھی اشتباہ وتسامح سے جرح کر دی ہے، ایسے جروح امام بخاری ؒ کے رواۃ پر کبھی عائد نہیں ہو سکتے۔ کتاب الكفايه (ص: ٣٧٢) و مقدمه مسلم (ص: ٥) میں ثقہ اور ضعیف کے ہم نام راویوں کی متعدد مثالیں

موجود ہیں، اب اس اشتباہ کی چند مثالیں دیکھئے، جن کی زد صحت بخاری پر پڑتی ہے، لیکن اس اشتباہ و تسامح کو واضح کر دیجئے، تو صحیح بخاری کی صحت واشگاف ہوجاتی ہے:

۱۔ عبدالرحمٰن بن یزید ؒ سے امام بخاری ؒ نے تخریج فرمایا ہے، امام فلّاس ؒ نے جرح کی کہ یہ امام مکحول ؒ سے ''منکر'' روایات لاتے ہیں اور اپنی روایت منکرہ کو اہل کوفہ سے روایت کرتے ہیں، خطیب بغدادی ؒ نے اس کا جواب دیا کہ امام بخاری ؒ نے جن سے تخریج فرمائی، وہ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر ؒ ہیں اور جن سے اہل کوفہ نے روایات منکرہ لی ہیں، وہ عبدالرحمٰن بن یزید بن تمیم ؒ ہیں، ان سے امام بخاری ؒ نے تخریج نہیں فرمائی ہے۔ (کتاب الکفایه: ۳۷۳)

۲۔ احمد بن صالح ؒ سے امام بخاری ؒ نے تخریج فرمائی ہے، امام احمد بن حنبل ؒ علی بن مدینی ؒ، امام عجلی ؒ، ابو حاتم رازی ؒ وغیرہ ان کی جلالت شان کے معترف ہیں، لیکن امام یحیٰی بن معین نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے، حافظ لکھتے ہیں کہ یہ وہم محض اشتراک اسمی سے پیدا ہوا ہے، کیونکہ احمد بن صالح ؒ نام کے دو شخص ہیں، جن سے امام بخاری ؒ نے تخریج فرمائی ہے، وہ احمد بن صالح مصری ؒ ہیں اور ابن الطبری ؒ سے معروف ہیں اور جس پر ابن معین ؒ نے کلام کیا ہے، وہ احمد بن صالح الأشمومی ہیں، یہ شخص وضع حدیث میں مشہور ہے۔

(مقدمه فتح الباری: ٤٤٧ و کذا فی فتح المغیث: ٤٨٣)

۳۔ صالح بن حیان ؒ عن الشعبی ؒ سے امام بخاری ؒ نے کتاب العلم میں تخریج فرمائی ہے، حافظ دارقطنی ؒ نے ان پر اعتراض کر دیا کہ یہ ضعیف ہیں، حافظ ابن حجر ؒ نے جواب دیا کہ جو راوی ضعیف ہے وہ صالح بن حیان قرشی ہے اور امام بخاری ؒ کے یہ راوی صالح بن صالح بن حیان ؒ ہیں، جو امام شعبی ؒ سے اخذ روایت کرتے ہیں، مشہور ہیں اور قرشی کی روایت شعبی سے مطلقاً ثابت ہی نہیں۔

(مقدمه فتح الباری: ٤٨٨)

رواۃِ بخاری کے علی الاطلاق ضعیف ہونے کی جرح باطل ہے:

حافظ ابن حجر ؒ لکھتے ہیں کہ بعض رواۃ اپنے بعض شیوخ کی روایات میں قوی ہوتے ہیں اور بعض کی روایتوں میں ضعیف ہوتے ہیں، تو امام بخاری ؒ ایسے موقع پر رواۃ سے صرف ان روایتوں کو لیتے ہیں، جن سے وہ اخذ روایت میں قوی ہوتے ہیں:

"فلا يحمل إطلاق الضعف عليهم بل الصواب في أمرهم التفصيل... الخ"

''یعنی ایسے رواۃ کو مطلقاً ضعیف نہیں کہا جا سکتا، بلکہ ان کے بارے میں یہ تفصیل کرنی پڑے گی:

۱۔ جن شیوخ سے روایت حاصل کرنے میں قوی الحافظہ ہوں، ان کو قبول کیا جائے اور اس میں ان کو ثقہ سمجھا جائے۔

۲۔ اور جن شیوخ سے اختلاط وسوء حافظہ سے پہلے لی ہوں ان کو قبول کیا جائے اور اس میں ان کو ثقہ سمجھا جائے۔ (مقدمه فتح الباری: ٥٤٢)

چند امثلہ:

۱۔ فراس بن یحیٰی ہمدانی ؒ سے امام بخاری ؒ نے تخریج فرمائی ہے، یحیٰی قطان ؒ نے یہ جرح کی ہے کہ ان سے حدیث استبراء منکر طریقہ سے مروی ہے، حافظ ابن حجر ؒ نے جواب دیا ہے کہ حدیث استبراء کی روایت کو جس میں کہ یہ منکر ہیں، بخاری ؒ اور مسلم ؒ نے صحیحین میں اس کی تخریج ہی نہیں فرمائی ہے، بلکہ ان کی دوسری روایت کو قبول کیا ہے، اس سے دو باتیں واضح ہوئیں:

اول: یہ کہ اگر کوئی راوی ایک یا چند احادیث کے بارے میں ضعیف ہو تو اس کی دوسری صحیح روایات کو بلا تکلف قبول کیا جائے۔

دوم: یہ کہ کسی راوی کی ایک یا چند روایات کا صحیح بخاری میں آنا اس کی دوسری روایتوں کی

صحت کو مستلزم نہیں، کیونکہ رواۃ بعض کی روایتوں میں ضعیف ہوتے ہیں اور بعض شیوخ سے اخذِ روایت میں قوی ہوتے ہیں۔

تو امام بخاری ؒ ایسے راویوں میں سے صرف ان روایتوں کو قبول کرتے ہیں، جن میں وہ قوی ہوتے ہیں اور جن روایات میں وہ منکر یا ضعیف ہوتے ہیں، تو امام بخاری ؒ ایسوں کی منکر روایات کو نہیں لاتے، بلکہ ممارست و امتیاز و معرفت کے بعد اس کی صرف روایات صحیحہ کو قبول کرتے ہیں۔ (مقدمہ فتح الباری: ۴۹۷ و ۵۴۲)

۲۔ ربیع بن یحییٰ ؒ سے امام بخاری ؒ نے تخریج فرمائی ہے، لیکن حافظ دارقطنی ؒ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ راوی صحیح نہیں، کیونکہ شعبہ ؒ اور سفیان ثوری ؒ کی حدیث میں غلطی کر جاتے ہیں، حافظ ؒ نے جواب دیا کہ ربیع بن یحییٰ ؒ کی روایتیں جو صحیح بخاری میں وارد ہیں، وہ ان کے دوسرے شیوخ کے واسطے سے بخاری میں مروی ہیں اور شعبہ ؒ اور سفیان ثوری ؒ کے توسط سے آئی ہوئی ان کی کوئی روایت بخاری میں سرے سے موجود ہی نہیں، بلکہ جن شیوخ سے اخذ روایت میں ربیع بن یحییٰ ؒ قوی ہیں، امام بخاری ؒ نے صرف انہیں روایتوں کو بخاری میں قبول فرمایا ہے۔ (مقدمہ فتح الباری: ۵۴۴)

الحاصل:

امام بخاری ؒ نے اپنے شیوخ یا دیگر رواۃ سے صرف ان روایتوں کو قبول کیا ہے جن میں وہ شیوخ یا رواۃ اخذِ روایت میں قوی ہیں اور جن کی صحت پر امام کو آزمائش و معرفت کے بعد وثوق ہوا۔

بحمد اللہ صحیح بخاری کے متکلم فیہ رواۃ اکثر وہ لوگ ہیں جو امام بخاری ؒ کے شیوخ ہیں، جو اگرچہ بعض روایات میں ضعیف ہوتے ہیں، لیکن امام بخاری ؒ اپنے شیوخ سے صرف ان روایتوں کو لیتے ہیں، جن میں ان کی طویل ہم نشینی اور ممارست و امتیاز کے بعد

ان کوقوی پاتے ہیں۔

۱۔ چنانچہ حافظ ابن حجر ؒ لکھتے ہیں:

”والحکم في أمثال هولاء الشیوخ الذین لقیهم البخاري، ومیز صحیح حدیثهم من سقیمه، وتکلم فیهم غیره أنه لا یدعي أن جمیع أحادیثهم من شرطه فإنه لا یخرّج لهم إلا ما تبین له صحته. “

(فتح الباری: ٤٩٥)

مطلب یہ ہے کہ ایسے شیوخ سے کسی روایت کی تخریج اس بات کومستلزم نہیں کہ ایسے لوگوں کی تمام روایتیں امام بخاری ؒ کی شرط کے مطابق ہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ جس روایت کی صحیح بخاری میں تخریج ہوئی ہے، وہ اس شیخ کی قوی روایت ہے، کیونکہ امام بخاری ؒ اپنے شیوخ سے خود ملے اور ان کی حدیثوں کو سننے سمجھنے جانچنے پرکھنے کا ان کو موقع ملا اور اس طرح طرق صحیحہ اور سقیمہ کی پوری تمیز ومعرفت کے بعد صرف طرق صحیحہ کو قبول کیا۔

۲۔ اسی طرح حافظ سخاوی ؒ لکھتے ہیں:

”والذین تکلم فیهم أکثرهم من شیوخه الذین لقیهم وخبرهم وخبر حدیثهم.“ (فتح المغیث: ١١)

۳۔ اسی طرح تلمیذ سخاوی ؒ علامہ قسطلانی ؒ لکھتے ہیں:

”غالبهم من شیوخه الذین أخذ عنهم، ومارس حدیثهم، ومیز جیدها من موهومها. “

(إرشاد الساري: ١/ ٢٠ وکذا في ظفر الأماني: ٦٠ و فتح الملهم: ٩٧)

حاصل یہ ہے کہ صحیح بخاری کے متکلم فیہ رواۃ میں اکثر امام بخاری ؒ کے وہ شیوخ ہیں، جن سے امام بخاری ؒ کی ملاقات ومصاحبت رہی اور ان کی احادیث کے پرکھنے اور جانچنے کا موقع حاصل رہا اور صحیح اور غیر صحیح میں امتیاز ومعرفت حاصل کرنے کے بعد صرف ان حدیثوں کو قبول کیا جن کے طرق روایات میں شیخ کو قوی پایا اور جن کی صحت پر

not found.

امام ؒ کو اطمینان اور وثوق حاصل ہوگیا۔

میں نے جروح و کلام کے سلسلہ میں صرف دو دو تین تین مثالیں بوجہ اختصار دی ہیں، حافظ نے مختلف الانواع جروح کو مع جواب شافی کے تقریباً سو صفحات میں لکھا ہے۔ من شاء التفصیل فلیرجع إلیه. ❶

انتباہ:

ممکن ہے کہ کوئی شخص ان تفصیلات کے مطالعہ کے بعد حافظ ابن حجر ؒ پر امام بخاری ؒ کی حمایت کا الزام رکھے، لیکن ایسا وسوسہ درست نہ ہوگا، کیونکہ حوالہ دیا گیا ہے جس کا جی چاہے ان حوالوں کو اصل کتاب میں دیکھ لے۔ حافظ ابن حجر ؒ پر صرف حمایتِ حق کا جذبہ غالب ہے، چنانچہ صحیح بخاری کے رواۃ سے جرح کے اٹھانے میں ائمہ کے جوابات اگر خلاف حقیقت نکلے ہیں تو ان کو حافظ ابن حجر ؒ نے خود ہی رد کر دیا ہے، چنانچہ بخاری ؒ کے ایک راوی عمران بن حطان سدوسی پر بعض ائمہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ شخص خارجی العقیدہ ہے اور لوگوں کو خارجی بناتا تھا، بعض لوگوں نے یہ جواب دیا تھا کہ عمران بن حطان سے یحییٰ بن ابی کثیر ؒ نے، جو بخاری کے راوی ہیں، روایتوں کو اس کے خارجی العقیدہ ہونے سے پہلے لیا تھا، حافظ ؒ کہتے ہیں اس جواب میں کچھ قوت اور صحت نہیں، کیونکہ یحییٰ بن ابی کثیر ؒ نے عمران بن حطان سے اس کی حدیثوں کا سماع یمامہ میں کیا تھا، جب کہ عمران ؒ یمامہ میں روپوش تھا، کیونکہ حجاج ؒ اس کے خارجی العقیدہ ہونے کے سبب اس کے قتل کے درپے تھا اور اس کی تلاش ہو رہی تھی۔ اس سے واضح ہوگیا کہ حافظ ابن حجر ؒ پر بخاری ؒ کی حمایت کا جذبہ نہ تھا، بلکہ ان کو سب سے بڑھ کر صرف مقام عدل کا احترام ملحوظ تھا، حافظ ابن حجر ؒ اور حافظ سخاوی ؒ نے لکھا ہے کہ اس نے اخیر عمر میں اس عقیدہ سے توبہ کر لی تھی۔

---

❶ دیکھیں: هدي الساري (ص: ٣٨٤)

not found.

علاوہ ازیں امام بخاری ؒ نے اس کی صرف ایک روایت کو متابعات کے ذیل میں قبول کیا ہے اور متابعات میں ایسے رواۃ سے تخریج میں کچھ حرج نہیں۔

(مقدمہ فتح: ۵۰۱ و فتح المغیث: ۱۴۳)

ان ضروری مباحث کے بعد اب ہم اصولی روایات احادیث مسندات کے سلسلہ میں حافظ امام دارقطنی ؒ کی جرح و انتقاد کو پیش کر رہے ہیں، ان کے جوابات سے یہ واضح ہو جائے گا کہ مسندات کی صحت ذرا بھی مشتبہ نہیں اور وہ سب کی سب غایت صحت میں ہیں، ہم ان کے تفصیلی جوابات قلم بند کر رہے ہیں۔

مسندات بخاری پر شبہات اور ان کے جوابات:

جامع صحیح بخاری کے معلقات و متابعات پر بحث ہو چکی ہے کہ اگر اس کے رجال و رواۃ امام بخاری ؒ کی شرط کے مطابق نہ ہوں، تو کچھ حرج نہیں، کیونکہ ان روایات کو امام بخاری ؒ تکثیر طرق اور تائید و استشہاد کے طور پر لاتے ہیں، البتہ اصل معیار صحت احادیث مسندات ہیں، مگر چند ائمہ مثلاً حافظ دارقطنی ؒ حافظ ابو مسعود دمشقی ؒ اور ابو علی غسانی ؒ نے احادیث مسندہ کے بعض رواۃ پر جرح کی ہے، صرف انہی کے متعلق غور کرنا ہے کہ مذکورہ ائمہ کی جرح و قدح اور امام بخاری ؒ کی تصحیح و توثیق میں سے قابل اعتبار کیا چیز ہے؟

اجمالی جواب:

حافظ ابن حجر ؒ شرح بخاری کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"وذلك الطعن مبني على قواعد بعض المحدثين ضعيفة جدا مخالفة لما عليه الجمهور من أهل الفقه والأصول وغيرهم فلا تغتر بذلك."[1] (مقدمه فتح الباري: ٤٠٠)

---

[1] یہ امام نووی ؒ کا کلام ہے۔

not found.

”یعنی رواۃِ بخاری پر طعن اور امام دارقطنی ؒ کی جرح و قدح بعض ضعیف بنیادوں پر ہے، جو جمہور اہل علم کے خلاف اور نا قابلِ لحاظ ہے۔“

اسی طرح حافظ ابن حجر ؒ ایک اصولی جواب دیتے ہیں، فرماتے ہیں کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ امام بخاری ؒ و امام مسلم ؒ کی نسبت یہ بات طے ہے کہ صحیح اور معلل احادیث کی معرفت میں امام بخاری ؒ و امام مسلم ؒ کا درجہ اگلے پچھلے اور خود ان کے ہم زمانہ تمام محدثین کے مقابلہ میں بڑھ کر ہے اور خود امام مسلم ؒ سے بھی امام بخاری ؒ کی وسعت نظر و معرفت فن فائق تر ہے۔

علاوہ ازیں امام بخاری ؒ نے یہ تصریح کر دی ہے کہ میں نے بخاری میں ہر حدیث کو استخارہ اور یقینِ صحت حاصل کرنے کے بعد داخل کیا ہے۔ پس اگر صحیحین پر جرح کرنے والے کا قول قابلِ لحاظ ہو تو امام بخاری ؒ و مسلم ؒ نے صحیح بخاری و صحیح مسلم کے صحیح ہونے کا جو اعلان کیا ہے، تو جارح کا قول اس تصحیح (بلکہ تقدیم بخاری علی ائمۃ الحدیث) کے نظریہ کے بھی معارض ہوگا، تو عند التعارض دیکھا جائے گا کہ ائمہ فن نے مقام علیا پر فائز کس کو گردانا ہے؟ تو بلا شک یہ ماننا پڑے گا کہ امام بخاری ؒ کے ہم عصر محدثین نیز بعد کے تمام ائمہ حدیث نے امام بخاری ؒ کا درجہ صحیح و معلل کی معرفت میں سب کے مقابلہ میں افضل و اعلیٰ قرار دیا ہے۔ پس اس صحیح اصول کی روشنی میں امام الائمہ امام بخاری ؒ کا فیصلہ صحیح بخاری کی احادیث مسندات کی صحت کا بہر حال قابل اعتبار ہوگا اور اعتراض بہر نوع مدفوع رہے گا۔ (مقدمہ فتح الباری: ٤٠١ و إرشاد الساری: ١/ ٢١)

حافظ ابن حجر ؒ کا فیصلہ:

حافظ ابن حجر ؒ نے احادیث مسندات متصلات پر ائمہ کے کلام و جواب کے خاتمہ پر لکھا ہے:

”فهذه ما انتقده الأئمة على الصحيح، وقد حررتها وحققتها لا

يظهر منها ما يؤثر في أصل موضوع الكتاب بحمد الله إلا النادر.“

(مقدمه فتح الباری: ۴۰۳)

یعنی بعض ائمہ نے صحیح بخاری کی مسندات پر جو بھی اعتراض کیا ہے، میری تحریر و تحقیق کے مطابق بخاری کے اصل موضوع (احادیث مسندات) کی صحت پر کوئی قول بھی مؤثر ومضر نہیں ہے، شاذ و نادر چند قول ایسے ہیں جن کا شاید شافی جواب نہ ہو، باقی سب اعتراضات مرفوع و مدفوع ہیں۔ ❶

خوفِ تطویل و ملالِ ناظرین کے سبب پوری تفصیلات پیش نہیں کی جاسکتیں، چند مثالیں امام بخاری ﷫ کی روایت کے اتقان وکمالِ ضبط وصحت کی ملاحظہ ہوں۔

اندفاع جرح کی مثالیں:

۱۔ امام بخاری ﷫ نے ایک روایت کتاب الطہارت میں ”عن زهير عن أبي إسحاق“ کی سند سے نقل فرمائی ہے، اس پر امام دارقطنی ﷫ و امام ترمذی ﷫ کو یہ خلجان لاحق ہوا کہ ”زهير عن أبي إسحاق“ کے مقابلہ میں جسے امام بخاری ﷫ نے صحیح بخاری میں وارد کیا ہے، ”إسرائيل عن أبي إسحاق“ کی روایات زیادہ ترجیح کے قابل ہے، حافظ ﷫ لکھتے ہیں:

”الذي رجحه البخاری هو الأرجح.“ (مقدمه فتح الباری: ۴۰۳)

❶ امام دارقطنی نے صحیح بخاری کی اسّی (۸۰) روایات کے سلسلہ سند میں کلام کیا ہے اور بیس وہ روایات ہیں، جو بخاری ومسلم دونوں میں ہیں، اول تو ان کے جوابات سے حافظ ابن حجر ﷫ فارغ ہو چکے ہیں، لیکن اگر امام دارقطنی کے انتقاد کو باقی و قائم بھی سمجھ لیں تو ان روایات کے علاوہ باقی سات ہزار سے اوپر احادیث کی صحت کو کس طرح معرض تشکیک میں ڈالا جا سکتا ہے؟ کیونکہ منتقد کے علاوہ باقی تمام احادیث بخاری کی صحت پر خود امام دارقطنی کا اور تمام ائمہ فن کا فیصلہ موجود ہے، تو آج دارقطنی و دیگر ناقدین فن سے بڑھ کر کس کی نظر ومعرفت ہے؟ ذرا اس کا نام لیجئے، ورنہ انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ دارقطنی وغیرہ ائمہ حدیث کی طرح چند منتقد کے علاوہ سب کے صحیح ترین احادیث ہونے پر آپ بھی تسلیم و رضا اختیار کریں اور خلق اللہ کو مغالطہ میں مبتلا کرنے سے باز آ جائیں۔ (مؤلف)

not found.

’’یعنی امام بخاری ﵀ نے جس سند کو ترجیح دی ہے، وہی ترجیح کے لائق بلکہ ارجح ہے۔‘‘

اس کے بعد حافظ ابن حجر ﵀ نے امام ترمذی ﵀، حافظ ابو زرعہ ﵀، امام دارقطنی ﵀ کے وجوہ خلجان کا ایک مفصل بحث میں کافی و شافی جواب دیتے ہوئے آخر میں لکھا ہے کہ ہماری تحریر و تحقیق کی روشنی میں امام بخاری ﵀ کے اختیار کردہ طریقِ زہیر کی قوت اور اتصال سند اور اس کا صحت سے بھرپور اور علل سے پاک و صاف رہنا خوب واضح ہوا: ’’وبه يظهر نفوذ رأي البخاري وثقوب ذهنه.‘‘ (مقدمه فتح الباری: ٤٠٥)

’’یعنی اس تحقیق انیق کی روشنی میں امام بخاری ﵀ کی رائے کی پختگی اور ذہن و حافظہ کی تیزی و رسائی کا حال اچھی طرح معلوم ہوا۔‘‘

حافظ صاحب ﵀ اس کے بعد لکھتے ہیں کہ جب امام ابوزرعہ ﵀، امام ابو حاتم ﵀ اور ترمذی ﵀ جیسے ائمہ نے طریقِ زہیر کے سمجھنے میں غلطی کی، حالانکہ حقائق و دلائل کی روشنی میں راجح صرف طریقِ زہیر ہے، تو ان سے فروتر محدثین و حفاظ کا امام بخاری ﵀ سے کیا مقابلہ؟

حافظ صاحب ﵀ کے الفاظ یہ ہیں:

”فما ظنك بما يدعيه من هو دون هؤلاء الحفاظ النقاد من العلل هل يسوغ أن يقبل منهم في حق مثل هذا الإمام مسلما؟ كلا والله!“

(مقدمه فتح الباری: ٤٠٥)

’’یعنی جب ایسے ناقدین حدیث اسے نہ سمجھ سکے تو ان سے ادنیٰ درجہ کے متاخرین کا امام بخاری ﵀ کے علم و معرفت اور وسعت نظر سے کیا موازنہ؟ کیا عقل سلیم اس کو جائز قرار دے سکتی ہے کہ ان سے فروتر محدثین کے ناقدانہ اقوال اور ان کے جرح و قدح امام بخاری ﵀ جیسے امام الائمہ جبل الحفظ کے مقابلہ میں قابل قبول ہوں؟ حاشا و کلّا!

not found.

حافظ سخاوی ؒ لکھتے ہیں کہ طریقِ زہیر کی ارجحیت کے بارہ میں یہی تحقیق امام علائی ؒ اور ابن دقیق العید ؒ کی بھی ہے۔ (فتح المغیث: ۷۲)

۲۔ اسی طرح امام دارقطنی ؒ نے امام بخاری ؒ کی کتاب الصلوۃ کی ایک سند پر جو سعید مقبری ؒ کے واسطہ سے مروی ہے، کچھ خلجان کا ذکر فرمایا ہے، حافظ ابن حجر ؒ نے تفصیل سے جواب دے کر آخر میں لکھا ہے:

"وإذا تقرر ذلك عرف أن الرواية التي صححها البخاري أتقن الروايات." (مقدمه فتح الباری: ٤٠١)

''یعنی ان تمام طرق و اسانید کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ امام بخاری ؒ نے جس روایت کو صحیح قرار دیا ہے، وہی روایت تمام روایتوں کے مقابلہ میں محفوظ ومضبوط ہے۔''

۳۔ اسی طرح کتاب الحج میں حدیث عائشہ فی التلبیہ کے ایک راوی پر دارقطنی ؒ کے جواب میں حافظ ابن حجر ؒ تحقیق کامل کے بعد لکھتے ہیں:

"ومقتضاه صحة ما اختاره البخاري." (مقدمه فتح الباری: ٤١٥)

۴۔ اسی طرح کتاب المغازی کی ایک روایت سے عروہ بن زبیر ؒ کی عبداللہ بن عمرو بن عاص ♦ سے ملاقات ثابت ہوتی ہے اور بعض روایات میں عمرو بن عاص ♦ سے ملاقات کا ذکر ملتا ہے، اس خلجان کا مفصل جواب دیتے ہوئے حافظ ؒ لکھتے ہیں: "ومقتضىٰ ذلك تصويب صنيع البخاري." (مقدمه فتح الباری: ٤٢٤)

''یعنی ان تحقیقات کا تقاضا یہ ہے کہ امام بخاری ؒ ہی کی تخریج کو صواب و راجح قرار دیا جائے۔''

۵۔ حافظ دارقطنی ؒ نے امام بخاری ؒ کی ایک روایت: "ثابت عن ابن الزبير يقول: قال محمد صلى الله عليه وسلم: من لبس الحرير في الدنيا" [1]

---

[1] صحيح البخاري، برقم (٥٤٩٥)

not found.

کی سند پر ایک اعتراض کیا، حافظ رحمہ اللہ نے جواب دے کر آخر میں لکھا:

”فما بقي عليه للاعتراض وجه.“ (مقدمه فتح البارى: ٤٣٨)

”یعنی ان پر اعتراض کی کوئی وجہ نہیں ہے۔“

٦۔ اسی طرح دارقطنی کے ایک اور اعتراض کا جواب دیتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”فبطل الاعتراض عليه“ (مقدمه فتح الباري: ٤٤٢)

”کہ سرے سے اعتراض ہی باطل ہے۔“

اہل علم سے تسامح:

ہمیں اس کا انکار نہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ سے کہیں بھی تسامح واقع نہیں ہوا، بلاشبہ تین چار مقامات ایسے ہیں، جہاں امام بخاری رحمہ اللہ سے تسامحات ضرور ہوئے ہیں، لیکن ان سے امام بخاری رحمہ اللہ کی جلالتِ شان اور صحتِ صحیح بخاری پر کوئی حرف نہیں آ سکتا، بعض تسامحات تو اچھے اچھے ائمہ اور جلیل الشان محدثین سے بھی ہوگئے ہیں، نفس خطا و زلل سے عصمت کا دعویٰ کسی بڑے سے بڑے محدث کے لیے بھی نہیں کیا جا سکتا۔

١۔ چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ سے کسی نے کہا: ”إنك تخطئ في أسامي الرجال“

”یعنی رواۃ کے ناموں میں آپ غلطی کر جاتے ہیں۔“

جسے آپ عبداللہ صنابحی رحمہ اللہ کہتے ہیں، وہ ابوعبداللہ صنابحی ہیں اور آپ عمر بن عثمان (بضم العین) کہتے ہیں حالانکہ وہ عمرو بن عثمان (بفتح العین) ہے، اس کے جواب میں امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: ”نحن نخطئ، ومن يسلم عن الخطأ؟“ (فتح المغيث: ٨٥)

”یعنی ہم سے غلطی ہوجاتی ہے اور غلطی سے یکدم مبرّا کون ہے؟“

٢۔ اس قسم کی ایک غلطی نام کے اندر امام حمیدی رحمہ اللہ صاحب الجمع بين الصحيحين سے بھی ہوگئی۔ (تهذيب الأسماء: ٢/ ٣١٧)

٣۔ ایسی غلطی حضرت علی بن مدینی رحمہ اللہ جیسے جلیل الشان سے بھی سرزد ہوگئی، بیان حدیث

کے لیے آپ مقام سامرّا تشریف لے گئے (جو بغداد سے تیس فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے) لوگوں نے آپ کے لیے مجلسِ حدیث کا انتظام و اہتمام کیا، آپ جب منبر پر جلوہ افروز ہوئے، تو فرمایا کہ اس مجلس کی شان کا تقاضا ہے کہ بجائے کتاب کے حافظہ سے بیان کیا جائے، یہ کہہ کر جب بیان کو شروع کیا:

"فغلط في أول حديث." (فتح المغيث: ٢٦٩)

''یعنی پہلی ہی حدیث کے بیان میں غلطی ہوگئی۔''

۴۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے شاگرد محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم رحمہ اللہ سے ایک واقعہ بیان کیا، انہوں نے امام شافعی رحمہ اللہ کی روایت سے دوسروں کو سنایا، جب امام شافعی رحمہ اللہ تک اس روایت و حکایت کی خبر پہنچی تو امام شافعی رحمہ اللہ نے انکار کر دیا، محمد رحمہ اللہ کے والد عبداللہ رحمہ اللہ کو اس کا بڑا غم ہوا تو انہوں نے اپنے والد سے کہا کہ آپ غم نہ کریں، میں امام رحمہ اللہ کو یاد دلاؤں گا، شاید ان کو خیال آ جائے، انہوں نے امام شافعی رحمہ اللہ سے جا کر عرض کیا کہ فلاں دن املائے حدیث کے موقع پر یہ ضمنی واقعہ فلاں جملہ کے بعد آپ نے بیان کیا تھا۔ غرض اس طرح یاد دلانے پر امام شافعی رحمہ اللہ کو بات یاد آ گئی اور فرمایا کہ انسان محلِ نسیان ہے۔ (فتح المغيث: ١٤٨)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وأما الخطأ فلا يعصم من الإقرار عليه إلا نبيٌّ، وأهل الحديث يعلمون أن مثل الزهري والثوري ومالك ونحوهم من أقل الناس غلطاً في أشياء خفيفةٍ لا تقدح في مقصود الحديث، والغالب عليهم الحفظ والضبط." (منهاج السنة: ٤/ ١١٢)

''یعنی غلطی سے معصوم بجز نبی کے اور کوئی نہیں رہا، چھوٹے چھوٹے تسامحات تو امام زہری، سفیان ثوری اور امام مالک • وغیرہم سے بھی ہوگئے، لیکن ایسی لغزشیں مقصد حدیث کے لیے باعث قدح نہیں ہیں، کیونکہ حفظ وضبط حدیث

میں وہ پختہ ہیں اور یہی ان کا مشغلہ ہے۔''

غرض بڑے بڑے جلیل الشان ائمہ سے بھی تسامح واقع ہوگئے ہیں، اگر امام بخاری ؒ سے ایسے چند تسامح کئی لاکھ احادیث وطرق کے انتخاب میں سعی جمیل کے باوجود رہ گئے ہوں، تو ذرا بھی محل تعجب نہیں۔

حافظ ابن حجر ؒ نے مدافعت جرح اور جوابات کچھ حسن عقیدت کی بناء پر نہیں بلکہ واقعات اور حقائق کی روشنی میں لکھنے کے ساتھ چند ایسے مقامات کی نشان دہی کر دی ہے، جہاں جرح واعتراض باقی ہے، وہ چند مقامات حسب ذیل ہیں:

۱۔ امام دارقطنی ؒ کے ایک اعتراض پر حافظ ابن حجر ؒ نے لکھا ہے:

"فعِلَّة باقية إلا أن يعتذر للبخاري. (مقدمه فتح الباری: ۴۱۳)

''یعنی حافظ دارقطنی ؒ کا یہ اعتراض باقی ہے، مگر امام بخاری کی طرف سے معذرت کی جا سکتی ہے۔''

۲۔ اسی طرح ایک جگہ امام ابو علی جیانی ؒ نے اعتراض کیا ہے کہ زہری ؒ کی روایت "وأخبرني عبد الله بن عبد الله " میں امام بخاری ؒ سے غلطی واقع ہوئی ہے، کیونکہ صحیح "أخبرني عبد الرحمن بن عبد الله" ہے اور یہ غلطی کاتب کی بھی نہیں، کیونکہ امام بخاری ؒ نے اپنی کتاب تاریخ میں بھی اسی طرح لکھا ہے۔ حافظ ابن حجر ؒ نے جواب دیا کہ یہ اعتراض صحیح ہے، مگر اسے سبقتِ قلم پر محمول کرنا چاہیے کہ لغزشِ قلم سے بجائے عبدالرحمٰن کے عبداللہ لکھا گیا۔

۳۔ اسی طرح حافظ ابو مسعود دمشقی ؒ کے تعاقب پر حافظ ابن حجر ؒ نے لکھا ہے:

"وهذا تنبيه بديع من أبي مسعود." یعنی ان کا یہ تعاقب درست ہے۔

اعتراض یہ ہے کہ بخاری کی کتاب التفسیر کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن جریج ؒ نے عطاء خراسانی ؒ سے تفسیر کا سماع کیا ہو، حالانکہ ابن جریج ؒ نے عطاء خراسانی ؒ سے قطعاً کچھ نہیں سنا، حافظ ابن حجر ؒ نے فرمایا کہ عطاء ؒ سے صرف

not found.

عطاء خراسانی ؒ مراد ہونا کچھ قطعی نہیں، کیونکہ احتمال عطاء بن ابی رباح ؒ کے لیے بھی ہے، جن سے ابن جریج ؒ نے سنا ہے۔ اس اعتذار کے بعد حافظ ؒ لکھتے ہیں:

"هذا جواب إقناعي، وهذا عندي من المواضع العقيمة عن الجواب السديد، ولا بد للجوادِ من كبوة." (مقدمہ فتح الباری: ٤٣٦)

''یعنی اس اعتراض کا جواب معقول طریقہ سے نہیں دیا جا سکا، اس میں لغزش ضرور ہے، مثل مشہور ہے کہ اچھے سے اچھے صبا رفتار گھوڑے بھی کبھی ٹھوکر لے لیتے ہیں۔'' ضرب المثل ہے ؎

گرتے ہیں شہسوار ہی میدانِ جنگ میں
وہ طفل گرے گا کیا جو گھٹنوں کے بل چلے

۴۔ اسی طرح حافظ دارقطنی ؒ کے ایک اعتراض کو نقل کر کے حافظ ابن حجر ؒ لکھتے ہیں:

"قلت: هو كما قال، وعلته ظاهرةٌ، والجواب عنه فيه تكلف وتعسف. " (مقدمه فتح الباري: ٤٣٧)

''یعنی اعتراض ان کا بجا ہے اور اس کے جواب میں خواہ مخواہ کا تکلف اور کھینچا تانی ہے۔''

محترم ناظرین! یہ تین چار مقامات ایسے ہیں، جن کا شافی و کافی جواب حافظ ؒ کی نظر میں نہ تھا، حافظ ؒ نے غایت دیانت کے ساتھ قابل تسلیم قدح کو واضح کر دیا، پردہ داری یا طرفداری کو بالائے طاق رکھ کر حق کوشی و انصاف پسندی سے کام لے کر ہر خدشہ کو سامنے رکھا اور اس کا ممکن جواب دے کر ازالہ وہم فرمایا ہے۔

مقام عدل و انصاف:

احادیث مسندات پر حافظ دارقطنی ؒ وغیرہ ائمہ کے خدشات میں ہر ایک جرح کا جواب حافظ ابن حجر ؒ نے دے دیا، یہ تین چار خدشات جو اوپر مذکور ہوئے، حافظ ابن

not found.

حجر ﷫ نے تسلیم کرتے ہوئے معذرت کی ہے، لیکن کیا اس موقع پر منکرین حدیث اور مولانا مودودی ﷫ کے لیے یہ مقام غور و انصاف نہیں ہے کہ وہ جامع صحیح بخاری جس میں معلقات و متابعات کو مستثنیٰ کر کے اصل احادیث مسندہ متصلہ سات ہزار تین سو ستانوے کی تعداد میں ہیں، ان کو کیا اس لئے غیر صحیح قرار دے دیا جائے کہ تین یا چار سندوں پر تعاقبات و اعتراضات واقعی طور پر رہ گئے ہیں؟ تو کیا تین چار سندوں کی زلت اور ان کی عدم صحت سے کئی ہزار احادیث کو بھی غیر صحیح قرار دے دینا انصاف و عدل کا مقتضی ہو سکتا ہے؟ آخر یہ کہاں کا انصاف اور کیسی دیانت و تقویٰ ہے کہ چند زلّات و فروگذاشت کی وجہ سے پوری صحیح بخاری کو مشکوک و مشتبہ سکّہ قرار دے دیا جائے؟ بلاشبہ تین چار سقم سے پوری صحیح بخاری کو مقیم نہیں بتایا جا سکتا۔ حاشا و کلّا ثم حاشا و کلّا !!

١۔ حافظ ابن حجر ﷫ نے اس طرف توجہ دلاتے ہوئے لکھا ہے کہ ناقدین ائمہ حدیث نے جس قدر عللِ اسانید پر جرح و قدح کی ہے، ان میں سے اکثر کے جوابات بڑے کافی و شافی ہیں اور بعض کے جوابات بڑی حد تک تسلی بخش ہیں، صرف چند ایک کے جوابات میں قدرے تکلف ہے، لیکن چند ایک لغزشوں کے سبب ہزارہا حدیثوں کی عظمت و صحت کو بے وقعت نہیں قرار دیا جا سکتا، فرماتے ہیں:

"فإذا تأمل المنصف ما حررته من ذلك عظم مقدار هذا المصنف في نفسه، وجل تصنيفه في عينه، وعذر الأئمة من أهل العلم في تلقيه بالقبول والتسليم وتقديمهم له على كل مصنف في الحديث والقديم." (مقدمہ فتح الباری: ٤٤٣)

''یعنی جب کوئی منصف مزاج آدمی غور و تامل سے کام لے گا تو امام بخاری ﷫ اور ان کی اس مہذب و منقح تصنیف کی عظمت و جلالت اس کی نگاہوں میں دوبالا ہو جائے گی، نیز وہ اس حقیقت کا بھی اعتراف کرے گا کہ صحیح بخاری کے بارہ میں علماء امت کی جو روش تلقی بالقبول کی ہے، وہ قطعی طور

پر درست ہے۔ نیز وہ یہ بھی سمجھ لے گا کہ ائمہ حدیث نے صحیح بخاری کو تمام کتب حدیث پر جو تقدیم وترجیح دی ہے، وہ سرتاسر مبنی برحقیقت ہے۔''

۲۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ ؒ منہاج السنہ میں صحیح بخاری کے متعلق لکھتے ہیں:

"البخاري أبعد الكتابين عن الانتقاد، وفي الجملة من نقد سبعة آلاف درهم فلم يبهرج فيها إلا دراهم يسيرة، ومع هذا فهي مفيدة ليست مغشوشة فهذا إمام في صنعته."

(منهاج السنة: ٤/ ١١٢)

''یعنی صحیح بخاری ومسلم پر انتقادات ہوئے ہیں، مگر صحیح بخاری پر انتقاد کم سے کم ہے اور بہرحال جس نے سات ہزار درہم کو پرکھا ہے، ہوسکتا ہے کہ اس میں دو چار درہم غیر معیاری بھی آجائیں، و بایں ہمہ ان کے یہ غیر معیاری درہم بھی کارآمد ہیں، کھوٹے و بیکار نہیں ہیں، کیونکہ امام بخاری ؒ اپنے فن کے امام اور پرکھنے کے ماہر ہیں۔''

امام دارقطنی ؒ کی بعض منتقد احادیث کے سلسلہ میں ائمہ فن نے یہ بھی توضیحات کی ہیں کہ جن احادیث پر انتقاد و اختلاف واقع ہوا ہے، وہ بہت ہی کم ہیں اور پھر بھی وہ مردود نہیں ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر ؒ کے معاصر شہیر علامہ محمد بن ابرہیم الوزیر ؒ لکھتے ہیں:

"اعلم أن المختلف فيه من حديثهما هو اليسير، وليس ذلك اليسير ما هو مردود، وليس الاختلاف يدل على الضعف ولا يستلزمه."

(الروض الباسم: ١/ ٧٩)

اسی طرح علامہ محمد معین سندھی ؒ ایک نفیس بحث میں لکھتے ہیں:

''ائمہ جرح وتنقید کے حسب تحقیق امام بخاری ؒ کی بعض حدیثیں اگر صحت کے اعلیٰ معیار پر ان کے اپنے التزام کے مطابق نہ بھی ہوں تو اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ اصل صحت سے بھی وہ حدیثیں خالی ہوگئیں؟''

"لأن انتفاء الخاص لا يوجب انتفاء العام." (دراسات اللبيب: ٣٤٣)

اسی طرح مصر کے مایہ ناز محدث صاحب تعلیقات علی مسند احمد علامہ احمد شاکر دامت برکاتہ لکھتے ہیں:

"انتقد الدارقطني وغيره من الحفاظ بعض الأحاديث على معنى أن ما انتقدوه لم يبلغ في الصحة الدرجة العليا التي التزم كل واحد منهما في كتابه، وأما الحديث في نفسه فلم يخالف أحد فيها، فلا يهولنك إرجاف كتابه المرجفين وزعم الزاعمين أن في الصحيحين أحاديث غير صحيحة."

(الباعث الحثيث: ٣٧ مطبوعہ مصر)

''یعنی حافظ دارقطنی ؒ وغیرہ نے بعض احادیث پر اعتراض کیا ہے، اس انتقاد سے صرف اتنا ہوگا کہ منتقد احادیث اعلیٰ درجہ کی صحت پر امام بخاری ؒ کے التزام کے مطابق نہ ہوں گی، لیکن ان کی نفس صحت میں کسی کا اختلاف نہیں، پس ان غلط افواہ اڑانے والوں کے پھیر میں نہ پڑنا چاہیے جو کہتے پھرتے ہیں کہ صحیحین میں احادیث غیر صحیحہ بھی موجود ہیں۔''

منکرین حدیث کی یہ عجیب وغریب ستم ظریفی ہے کہ صحیح بخاری کی اہمیت کو گھٹانے کے لیے حافظ دارقطنی ؒ کا سہارا تو لیا جاتا ہے، مگر پھر انہی کا یہ فیصلہ نظر نہیں آتا کہ چند منتقد احادیث کے علاوہ باقی تمام احادیث مسندہ قطعی الصحت ہیں۔ (تدریب الراوی: ٤٣)

علاوہ ازیں حافظ سخاوی ؒ لکھتے ہیں کہ حافظ دارقطنی ؒ کی تنقیدات کے مقابلہ میں بخاری ؒ کے طریق کو ائمہ فن نے درست قرار دیا ہے۔ (فتح المغیث: ٩١)

بہر حال حافظ ابن حجر ؒ نے حافظ دارقطنی ؒ کے تمام شکوک کو صاف کیا، کچھ غلط فہمی تھی، کچھ شدت پسندی۔ حافظ عینی ؒ نے بھی دارقطنی ؒ کے شکوک کو متعلقہ مقامات پر شرح کے ضمن میں بہت خوبی سے رفع کیا ہے، علامہ قسطلانی ؒ نے بھی اس

not found.

بارہ میں خاص توجہ سے ہر موقع پر دارقطنی ؒ کا جواب دیا ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ جب امام بخاری ؒ نے صحیح بخاری کو ائمہ حدیث ابن مدینی ؒ، ابن معین ؒ، امام احمد حنبل ؒ کے سامنے پیش کیا تو ان سب ائمہ نے صحیح بخاری کی صحت کا فیصلہ کیا، صرف چار حدیثوں میں کلام کیا تھا، لیکن ان چاروں روایات کے متعلق بھی امام عقیلی ؒ کہتے ہیں:

"والقول فيها قول البخاري، وهي صحيحة."

(مقدمه فتح و تهذيب التهذيب: ٩/ ٥٤)

''یعنی ان روایات اربعہ کے بارہ میں امام بخاری ؒ ہی کا قول صحیح ہے۔''

اور باوجود اس کے کہ چار روایات میں ان کے نزدیک کچھ کلام تھا، ان ائمہ کرام نے امام بخاری ؒ کی کتاب کے متعلق فرمایا: "كتابك صحيح" یعنی آپ کی کتاب صحیح ہے۔ (تهذيب التهذيب: ٩/ ٥٤)

امام عقیلی ؒ کی طرح امام نسائی ؒ جیسے ناقدِ فن محدث شہیر امام کبیر نے صحیح بخاری کی مدح فرمائی ہے اور تمام سنن وصحاح پر اس کو اجود و افضل ٹھہرایا ہے۔

حافظ ابن حجر ؒ امام نسائی ؒ کا مقولہ نقل کرتے ہیں:

"ما في هذه الكتب كلها أجود من كتاب محمد بن إسماعيل."

(مقدمه فتح الباری: ٨)

اس ''ما'' سے مراد ما نافیہ ہے اور ترجمہ یہ ہے کہ ان ساری کتب حدیث میں سے کوئی حدیث محمد بن اسماعیل ؒ کی کتاب سے اجود نہیں ہے، حافظ ابن حجر ؒ لکھتے ہیں:

"ومثل هذا من مثل النسائي غاية في الوصف مع شدة تحريه وتوقيه وتثبته في نقد الرجال." (مقدمه فتح الباری: ٨)

''یعنی امام نسائی ؒ جو رجال و رواۃ کے معاملہ میں سخت ناقد امام ہیں، ان

not found.

کے یہ الفاظ مدحیہ صحیح بخاری کی توصیف وتحسین کے لیے بہت کافی ہیں۔‘‘

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ امام نسائی اس سے صحیح بخاری کی جودت سند وثقاہت رواۃ مراد لیتے ہیں، امام نووی رحمہ اللہ نے بھی امام نسائی رحمہ اللہ کا مقولہ نقل کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:’’وقال النسائي: أجود من هذه الكتب كتاب البخاري.‘‘

(تهذيب الأسماء واللغات: ١/ ٧٤)

’’یعنی صحیح بخاری بقیہ تمام کتب حدیث پر اجود وافضل ہے۔‘‘

یعنی صحیح بخاری سنداً بھی بقیہ تمام کتب حدیث پر افضل ہے۔

اعلام:

واضح رہے کہ یہاں ’’ما‘‘ موصولہ مراد نہیں ہوسکتا، کیونکہ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ جو کچھ ان تمام کتابوں میں ہے وہ سب محمد بن اسماعیل کی کتاب (صحیح بخاری) سے اجود ہے، تو اس سے نہ صرف صحیح مسلم کا اجود ہونا نکلتا ہے، بلکہ نسائی، ترمذی ابو داود وابن ماجہ وغیرہ تمام سنن کا صحیح بخاری سے اجود وافضل ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ مراد ظاہر ہے کہ بالکل لغو اور واقعات وحقائق کے بالکل برعکس ہے۔

افادہ:

امام مسلم رحمہ اللہ کی طرح امام ترمذی اور امام نسائی • بھی امام بخاری رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم کے علاوہ دوسری کتاب میں اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں اور امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں امام بخاری رحمہ اللہ سے اخذ کردہ روایات کا اندراج کیا ہے۔ (البداية والنهاية: ١١/ ٢٥)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ بعض ائمہ نے لکھا ہے کہ امام نسائی رحمہ اللہ کی ملاقات امام بخاری رحمہ اللہ سے نہیں، لیکن یہ غلط ہے، کیونکہ ابن السنی کی روایت میں ’’وعن النسائي قال: حدثنا محمد بن إسماعيل البخاري‘‘ کے الفاظ موجود ہیں، اس سے

ملاقات کا ثبوت نکلتا ہے۔ (تهذيب التهذيب: ٩/ ٤٦)

علاوہ ازیں امام نسائی ﷫ نے اپنے ان شیوخ کی فہرست میں جن سے امام نسائی ﷫ کی ملاقات ہوئی ہے، امام بخاری کا نام بھی شمار کیا ہے، امام نسائی ﷫ نے اس فہرست میں امام بخاری ﷫ کے متعلق لکھا ہے:

"ثقة مأمون صاحب حديث كيس." (تهذيب التهذيب: ٩/ ٥٥)

امام نووی ﷫ نے امام بخاری ﷫ کے شاگردوں میں امام مسلم ﷫، امام ترمذی ﷫ کے ساتھ امام نسائی کا نام بھی شمار کیا ہے۔ (تهذيب الأسماء واللغات: ١/ ٧٣)

محدث ابن مندہ ﷫ نے کتاب الایمان میں ایک روایت نقل کی ہے:

عن حمزة عن النسائي قال: حدثني محمد بن إسماعيل البخاري." (تهذيب: ٩/ ٥٥) [1]

ان روایات سے معلوم ہوا کہ امام نسائی ﷫ نے امام بخاری ﷫ سے تلمذ اختیار کیا تھا اور اوصافِ شیخ و کمالِ صحت بخاری سے واقف و باخبر رہ کر امام ﷫ نے صحیح بخاری کو تمام کتابوں پر اجود و افضل ٹھہرایا ہے۔ امام دارقطنی ﷫ نے بھی معرفت حدیث میں امام بخاری ﷫ کا درجہ امام مسلم ﷫ سے بڑھ کر قرار دیا ہے۔

(مقدمه فتح الباري: ١٠ و جامع الأصول للجزري: ١١١)

امام بخاری کی معرفت حدیث میں افضلیت:

ا۔ ابراہیم بن محمد بن سلام ﷫ راوی ہیں کہ سعید بن ابی مریم، حجاج بن منہال، اسماعیل بن ابی ادریس، امام حمیدی، نعیم بن حماد، امام عدنی، خلال، محمد بن میمون، ابراہیم بن منذر، ابو کریب، ابوسعید، ابراہیم بن موسیٰ • وغیرہ ائمہ حدیث محمد بن اسماعیل بخاری ﷫ کو نظر و معرفت میں اپنے سے افضل قرار دیتے ہیں۔ (مقدمه فتح الباري: ٥٦٩)

[1] علاوہ ازیں سنن نسائی (٢٠٩٦) کی روایت میں امام نسائی ﷫ فرماتے ہیں: "أخبرنا محمد بن إسماعيل البخاري ..."

۳۔ عمرو بن زرارہ اور محمد بن رافع • امام بخاری رحمہ اللہ سے علل حدیث کے متعلق مختلف سوالات کے جواب حاصل کرنے کے بعد رخصت ہونے لگے تو حاضرین مجلس سے کہا: "أبو عبد الله أفقه منا وأعلم وأبصر". (مقدمه فتح الباری: ۵۷۱)

یعنی امام بخاری رحمہ اللہ حدیث کی فقہ ومعرفت میں ہم سب سے بڑھ کر ہیں، ان کی بصیرت سب پر فائق ہے۔

۴۔ امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے فرمایا: "هو أبصر مني" (مقدمه فتح الباری: ۵۷۱)

"یعنی امام بخاری رحمہ اللہ حدیث کی معرفت میں مجھ سے بڑھ کر ہیں۔"

۵۔ امام دارمی [1] رحمہ اللہ نے فرمایا:

"محمد بن إسماعيل أبصر مني، وأكيس خلق الله."

(مقدمه فتح الباري: ۵۷۱ و البدايه والنهايه: ۱۱/ ۲۶ و تهذيب الأسماء واللغات: ۱/ ٦۹)

"یعنی امام بخاری رحمہ اللہ احادیث کے حالات وعلل پر مجھ سے زیادہ نظر رکھتے ہیں اور خلق خدا میں سب سے زیادہ دانا وفقیہہ ہیں۔"

٦۔ ابوسہل محمد بن نضر نے فرمایا کہ میں بصرہ اور شام اور حجاز اور کوفہ ہر جگہ گیا ہوں اور وہاں کے علماء وائمہ حدیث کے سامنے جب بھی امام بخاری رحمہ اللہ کا تذکرہ آیا تو ہر جگہ ائمہ حدیث نے امام بخاری رحمہ اللہ کو اپنے سے افضل ٹھہرایا۔

(مقدمه فتح: ۵۷۲ و البدايه والنهايه: ۱۱/ ۲٦ و تهذيب التهذيب: ۹/ ۵۱)

۷۔ عبداللہ بن محمد نے کہا کہ میں نے علماءِ بصرہ سے سنا ہے، وہ کہتے ہیں:

"ما في الدنيا مثل محمد بن إسماعيل في المعرفة والصلاح."

(مقدمه فتح الباری: ۵۷۲)

"یعنی امام بخاری رحمہ اللہ کی معرفت وتقویٰ کی پوری دنیا میں مثال نہیں۔"

---

[1] دارمی کا اسم گرامی عبداللہ بن عبدالرحمٰن ہے، سمرقند کے رہنے والے ہیں، مشہور مسند دارمی کے مصنف ہیں، سال وفات ۲۵۵ھ ہے۔ (فتح المغيث: ۳٤) (مؤلف)

not found.

۸۔ امام عجلی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے امام بخاری رحمہ اللہ کے مانند کسی کو نہیں دیکھا، بے شک امام مسلم رحمہ اللہ بھی حافظ الحدیث ہیں: ''ولكن لم يبلغ مبلغ محمد بن إسماعيل.''
(مقدمه فتح الباری: ۵۷۱)

''لیکن امام بخاری رحمہ اللہ کے مرتبہ کو وہ نہ پا سکے۔''

۹۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے خود بھی امام بخاری رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عقیدت و نیاز مندی کے آداب کے ساتھ یہ شہادت دی ہے:

''أشهد أنه ليس في الدنيا مثلك.''
(مقدمه فتح الباري: ۵۷۲ و إرشاد الساري: ۱/ ۳۷ و البداية والنهاية: ۱۱/ ۲۶)

حافظ ابن اخرم رحمہ اللہ سے کسی نے ایک حدیث کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تخریج نہیں کی ہے، سائل نے کہا، لیکن امام مسلم رحمہ اللہ نے تو تخریج کی ہے، اس پر حافظ ابن اخرم رحمہ اللہ نے فرمایا:

''إن البخاري كان أعلم من مسلم ومنك ومني.''
(تهذيب التهذيب: ۹/ ۵۳)

''یعنی امام بخاری رحمہ اللہ مجھ سے اور تم سے اور امام مسلم رحمہ اللہ سے بھی بڑھ کر علم رکھنے والے ہیں۔''

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ کے والد کا بیان ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے سامنے ایک متعلم بچہ کی طرح بیٹھ کر فہم حدیث حاصل کیا کرتے تھے۔ (تهذيب التهذيب: ۹/ ۵۳)

۱۰۔ امام ابن خزیمہ [1] رحمہ اللہ نے فرمایا:

''ما رأيت تحت أديم السماء أعلم بالحديث من محمد بن إسماعيل.''
(مقدمه فتح الباري: ۵۷۲)

---

[1] ابن خزیمہ کا نام نامی محمد بن اسحاق ہے، نیساپور کے رہنے والے نامی گرامی محدث ہیں، محدث ابن حبان کے شیخ ہیں، ابن حبان نے فرمایا کہ میں نے روئے زمین میں صحاح وسنن کا حفظ کرنے والا ان سے بڑھ کر نہیں پایا، تمام سنن نبویہ ان کی نگاہوں کے سامنے گویا ہر وقت حاضر رہتے تھے۔ (فتح المغيث: ۱۳ و ۸۸) (مؤلف)

کہ اس نیلگوں آسمان کے نیچے (پوری دنیا میں) امام بخاری ♋ کے علم حدیث کا کوئی مثیل پیدا نہیں ہوا۔

حافظ ابن کثیر ♋ نے مزید لکھا ہے کہ امام ابن خزیمہ ♋ نے فرمایا کہ حدیث رسول ♏ کا نہ آپ سے بڑھ کر کسی کو عالم پایا "ولا أحفظ له" اور نہ آپ سے بڑھ کر کسی کو ایسا حافظ الحدیث دیکھا۔ (البداية والنهاية : ١١/ ٢٦ و تهذيب التهذيب: ٩/ ٥٢)

امام نووی ♋ لکھتے ہیں کہ ابن خزیمہ ♋ نے مشرق ومغرب کے مشائخ اور ائمہ حدیث کے علم وفضل کے تجربات حاصل کرنے کے بعد امام الائمہ امام بخاری ♋ کو احفظ الناس وجبل الحفظ قرار دیا ہے۔ (تهذيب الأسماء: ١/ ٧٠)

not found.

نقد حدیث ائمہ حدیث کا فن ہے

اب ہم یہاں سے یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ حدیث کے سمندر میں ہر شخص کو غوطہ زنی کی صلاحیت نہیں ہے اور نہ ہر کس و ناکس احادیث پر تنقید کرنے کا منصب رکھتا ہے، لیکن آج کے آزادی پسند آزاد خیال حضرات کی ہم نوائی میں بروایت اخبار ''الاعتصام'' مولانا مودودی صاحب نے کمال پندار سے اپنی ایک تقریر میں یہ بھی کہہ دیا ہے کہ

> ''کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ جس حدیث کو اس نے تحقیق سے صحیح جان لیا ہے، وہ دوسروں کو بھی مجبور کرے کہ اس کی تحقیق کو قبول کریں، ہر شخص تحقیق کرنے کا حق دار ہے۔'' (الاعتصام لاہور، ۲۷ مئی ۵۵ء)

جریدہ فریدہ ''الاعتصام'' کے مدیر شہیر نے اس جگہ مولانا سے بڑے میٹھے انداز میں سوال کیا ہے کہ اس سے تو یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ خدانخواستہ احادیث کی صحت ایسی چیز ہے کہ ہر شخص اس کو چیلنج کرسکتا ہے، گویا تلقی بالقبول جس کو محدثین نے صحت کے لیے ایک پیمانہ قرار دیا ہے، وہ بھی کوئی چیز نہیں۔ نیز اس سے معلوم ہوا کہ احادیث کی صحت و عدم صحت ان کے نزدیک سراسر شخصی ہے اور کوئی (محدث بھی) کسی کو کسی حدیث کی صحت تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا، تو ہم مولانا سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس طرز استدلال سے لوگ اس نتیجہ پر نہیں پہنچتے کہ وہ جس کو صحیح سمجھیں گے مانیں گے اور جس کو صحیح نہ سمجھیں گے نہ مانیں گے؟

مقام تعجب و حیرت ہے کہ مولانا کی تقریر کا یہ جزو بھی عدم تحقیق بلکہ بے خبری و عدم واقفیت پر مبنی ہے اور منکرین حدیث کو تقویت پہنچانے کا ضرر مستزاد برآں!

not found.

جناب مولانا نے اسی طرح کی بات تفہیمات (ص: ۲۹۲) میں بھی لکھ کر احادیث صحیحہ پر عدم اعتماد کا اظہار کیا ہے، اسی طرح کی بات اپنے ایک اور مضمون میں لکھ کر محدثین کی تحقیق وتصحیح کے قبول کرنے کو اندھی تقلید سے تعبیر کیا ہے۔

(ملاحظہ ہو مقالہ: حدیث اور قرآن: ۱۲۶)

محترم ناظرین! ہر تعلیم یافتہ شخص کے لیے رد وقبول کا اختیار ہونا تو بڑی بات ہے، بڑے بڑے علماء وفقہاء کو بھی یہ حق نہیں کہ تنقید وتنقیح کے کچھ جدید معیار مقرر کریں اور ازسرنو رد وقدح کریں اور ان کے معیار تنقید پر اترے تو قبول کریں ورنہ ٹھکرا دیں۔ آج کے ''ریسرچ'' کے شاندار لفظ کا تو بس نام ہی نام ہے، محدثین کی تحقیق وتنقید کے منضبط اصول وقواعد ان کے نام نہاد ''ریسرچ'' کے مقابلہ میں کہیں زیادہ معیاری اور کہیں زیادہ محکم ہیں۔ ان بلند ترین معیاروں کے موجد اور اس کے حدود وآداب وشرائط کے پابند محدثین کرام نے بالاتفاق صحیحین (صحیح بخاری وصحیح مسلم) کی صحت ومقبولیت کا مسئلہ صدیوں پیشتر طے کر دیا ہے، تو اب کس طرح ہر شخص کو حق پہنچتا ہے کہ وہ محدثین کے فنی تنقیدات وتحقیقات اور بعد التنقید فیصلہ جات کو ازسرنو چیلنج کرے اور ان کی تحقیقات انیقہ کو بیک جنبش قلم کالعدم قرار دے دے؟!

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''وإنما يفترق الصحيحان وغيرهما في كون ما فيها لا يحتاج إلى النظر فيه بل يجب العمل به مطلقا، وما كان في غيرهما لا يعمل به حتى ينظر و توجد فيه شروط الصحيح.''

(مقدمه نووی علی شرح مسلم: ۱۳)

یعنی صحیح بخاری ومسلم کی احادیث میں بلانظر وبحث عمل واجب ہے اور صحیحین کے علاوہ کتب حدیث میں نظر وبحث کی ضرورت ہے، تب بشرط صحت ان پر عمل واجب ہوگا۔

یہی بات نواب صاحب ﷫ نے اختصار صحیح مسلم کی شرح میں لکھی ہے۔
(السراج الوهاج: ٥ و إتحاف النبلاء: ١٠٦)

اسی طرح علامہ شوکانی ﷫ لکھتے ہیں:

"إعلم أن ما كان من الأحاديث في الصحيحين أو في أحدهما جاز الاحتجاج به من دون بحث لأنهما التزما الصحة، وتلقت ما فيهما الأمة بالقبول." (نيل الأوطار: ١/ ١٢)

''یعنی چونکہ بخاری ﷫ ومسلم ﷫ نے احادیث صحیحہ کے لانے کا قرار واقعی التزام رکھا ہے، لہٰذا اب ہمیں ان کی احادیث سے احتجاج واستدلال میں کسی بحث ونظر کی ضرورت نہیں ہے۔''

الغرض محققین و ماہرین حدیث نے یہ طے کر دیا ہے کہ اہل نظر واصحاب تحقیق کے لیے بخاری ومسلم کی احادیث میں بحث ونظر کی ضرورت نہیں ہے۔ چہ جائیکہ ہما شا!

اور سنئے! مولانا محدثین کاملین کی تصحیحات وتحقیقات پر تو اعتماد نہ کریں گے، لیکن یہ خود جس روایت اور جس فہم وتحقیق سے کسی حدیث کو صحیح ٹھہرائیں گے خود اس فہم و درایت کے صحیح و درست ہونے کی کیا گارنٹی ہے؟ پس پہلے اس مدعی کو اپنی درایت کی عصمت وصحت ثابت کرنی چاہیے کیونکہ ان کی درایت (عدم صحت بخاری) جمہور محدثین و ائمہ دین کی درایت (صحت بخاری) کے خلاف ہے، پس کسی اور درایت سے اپنی اس درایت کو صحیح ثابت کریں۔ وهلم جراً

بہر حال جس آزادی اور جس اختیار بحث ونظر کو مولانا پیدا کرنا چاہتے ہیں، اس کی یہاں سرے سے نہ ضرورت ہے نہ گنجائش۔ ﴿كبرت كلمة تخرج من أفواههم﴾

تنقید وتحقیق کا منصب:

محققین و ماہرین نے یہ طے کر دیا ہے کہ ہر فن میں اسی شخص کے کلام کا اعتبار ہے جو اس فن کا ماہر ہو، چنانچہ ملا علی قاری نے بھی لکھا ہے:

not found.

"ثم لا عبرة بنقل صاحب النهاية ولا بقية شراح الهداية فإنهم ليسوا من المحدثين." (موضوعات ملا علی قاری: ۷٤)

یعنی نہایہ کے مصنف کے نقل کا اعتبار ہے اور نہ دوسرے شارحین ہدایہ کا اعتبار، اس لیے کہ یہ سب محدثین میں سے نہیں ہیں۔

اب اس جگہ سے یہ مستفاد ہوا کہ حدیث اور اس کے رواۃ پر جرح کرنے کے سلسلہ میں نقادانِ فن حدیث کے سوا اور کسی کی تنقید وتضعیف کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔

۲۔ اسی طرح مولانا عبدالحی فرنگی محلی ؒ لکھتے ہیں کہ اصحاب ہدایہ کے نقل حدیث اور ان کی تنقید وتضعیف کا کچھ اعتبار نہیں، کیونکہ وہ اگرچہ اکابر فقہاء میں سے ہیں، لیکن محدثین میں ان کا شمار بہر حال نہیں ہے، تو ان کی کوئی تحقیق فنِ حدیث سے متعلق کیسے قبول کی جا سکتی ہے؟ جس میں کہ ان کو تبحر اور مہارت و وسعت نظر حاصل نہیں ہے، الفاظ یہ ہیں:

"ومن المعلوم أن صاحب الهداية وغيره من أكابر الفقهاء و مؤلف إحياء العلوم وغيره من أجلة العرفاء ليسوا من المحدثين ولا من المخرجين ... فلا يقبل قول كامل في فن، ناقصٍ في فن آخر، إلا فيما كمل فيه."(ظفر الأماني: ١٩٠)

اس اصولی تحریر کی روشنی میں یہ امر ظاہر ہے کہ جب صاحب ہدایہ جیسے فقہاء اور امام غزالی ؒ جیسے عارفین اسلام کا یہ منصب نہیں کہ وہ اپنی فقہی باتوں اور عارفانہ تبصروں کے علاوہ احادیث کی فنی تنقید وتحقیق میں یہ لوگ کچھ کہہ سکیں تو وہاں مولانا مودودی کو کب یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ صحیح بخاری کی صحت پر ہر شخص کو تحقیق کرنے کا حقدار ٹھہرا دیں؟

آج اس مودودی اعلان کے بعد اگر امام شعبہ امیر المؤمنین فی الحدیث، ابن مدینی، ابن معین، ابن مہدی، یحییٰ بن قطان، ابن راہویہ • تشریف لے آئیں اور جامع صحیح بخاری کے متعلق ان تہی مایگان حدیث کا یہ اعلان سنیں تو اس جرأت اور اس شوخی اور

اجماع امت (علی صحۃ البخاری) کی اس تحقیر وتوہین پر جو قرار واقعی سزا دیں گے، وہ شاہ ولی اللہ ﷫ کی مبتدع اور خارج از سبیل المؤمنین سے کم درجہ کی تو ہرگز نہ ہوگی، کیونکہ مولانا مودودی اس مسلک کی خلاف ورزی کر رہے ہیں، جس کو چاروں مذہب کے فقہاء ومحدثین اور تمام سلف نے بالاتفاق قبول کیا ہے۔

چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ﷫ نے مالکیہ، حنابلہ، حنفیہ، شافعیہ، اشعریہ اصولیین کا فتویٰ بخاری ومسلم کی صحت اور اس کے متلقی بالقبول ہونے سے متعلق نقل فرمایا ہے، جس کا ذکر حافظ ابن کثیر ﷫ نے اختصار علوم الحدیث اور علامہ شوکانی ﷫ نے نیل الاوطار میں کیا ہے۔[1] بہر حال جب ان عرفاءِ اسلام اور فقہائے دین کو مجالِ کلام نہیں تو ان سے فروتر کو کیسے اجازت ہوگی؟ جو نہ اسبابِ جرح سے واقف ہوں اور نہ مفسر غیر مفسر جرحوں کا کامل علم رکھتے ہوں اور نہ انواعِ حدیث پر ان کو عبور رہو اور نہ جنھیں مقطوع اور منقطع اور متفق و مفترق اور مؤتلف ومختلف کے باہم فرقِ مراتب کا ادراک ہو اور نہ علل رواۃ اور غوامض حدیث پر وسعت نظر حاصل ہو اور نہ جنہیں حدیث کے ۶۵ انواع میں سے صرف ایک نوع ضعیف حدیث کے ۴۹ اقسام کا علم ہو جیسا کہ ابو حاتم بن حبان نے حدیث ضعیف کے ۴۹ اقسام کی صراحت کی ہے۔ (فتح المغیث: ۳۹ و اتحاف النبلاء: ۱۱۲)

پس ایسے لوگوں کی جرح وتنقید اور توہین وتضعیف کا محدثین کے نزدیک بھلا کیا اعتبار ہوسکتا ہے؟

چہ نسبت برندی صلاح و تقویٰ را
سماع علم کجا نغمۂ رباب کجا؟

۳۔ اس سلسلہ میں حافظ ابن حجر ﷫ لکھتے ہیں:

”وإن صدر من غير عارف بالأسباب لم يعتبر به.“ (شرح نخبہ: ۱۷۹)

”یعنی اس جرح کا اعتبار نہیں جو اسباب جرح کے ناواقفوں سے سرزد ہو۔“

[1] مجموع الفتاویٰ لابن تیمیة (۱۸/ ۴۰)

۴۔ اسی طرح حافظ سبکی ؒ فرماتے ہیں:"لا تعديل ولا جرح إلا من العالم . "
(فتح المغيث: ١٢٠)

۵۔ اسی طرح امام نووی ؒ فرماتے ہیں:

"إنما يجوز الجرح لعارف به، أما إذا لم يكن الجارح من أهل المعرفة فلا يجوز له الكلام في أحد." (مقدمه نووی رحمه الله: ٢٠)

اس سے ثابت ہوا کہ حدیث پر طعن و جرح کا اختیار ہر شخص کو نہیں دیا جا سکتا اور یہ امر بھی واضح ہوا کہ تنقید و تحقیق کا تمام تعلق صرف ماہرین فن سے ہے، آج کے آزاد خیال اور عربی کے شد بد رکھنے والوں سے نہیں ہے، جو اس کی ابجد بھی نہیں جانتے۔ حاصل یہ ہے کہ حدیث پر تنقید و رائے زنی صرف ان محدثین کا منصب ہے جن کو احادیث کے متعلق تبحر و معرفت کاملہ حاصل رہتی ہے۔

٦۔ چنانچہ مولانا عبدالحی فرنگی محلی ؒ لکھتے ہیں:

"ولا تبادر تقليدا بمن لا يفهم الحديث وأصوله، ولا يعرف فروعه إلى تضعيف الحديث بمجرد الأقوال المبهمة والجروح الغير المفسرة." (الرفع والتكميل: ٩)

یعنی جو لوگ حدیث کو نہیں سمجھتے اور اس کے اصول و فروع سے واقف نہیں ہوتے ان کی تقلید جلدی سے اس امر میں نہ کرنے لگو کہ انہوں نے صرف اقوال مبہمہ اور جروح غیر ثابتہ سے حدیث کی تضعیف و توہین کر دی اور تم نے جھٹ سے مان لیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ فقہاء عرفاء جن کا خصوصی منصب حدیث میں تبحر و انہاک کا نہیں ہے اور جو حدیث کے جملہ غوامض و علل و اصول و فروع سے واقف نہیں ہوتے، ان کو حدیث پر تنقید و تحقیق اور توہین و تضعیف کا کوئی حق نہیں ہے۔

۷۔ حافظ سخاوی ؒ لکھتے ہیں کہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ ہر فن کے مسائل میں اہل فن ہی کی طرف رجوع ضروری ہے:

"اتفقوا على الرجوع في كل فن إلى أهله، ومن تعاطىٰ تحرير فن غير فنه فهو متعنت." (فتح المغيث: ٩٩)

سخاوی ؒ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ فن حدیث کے ماہرین و متبحرین کے فیصلہ کے خلاف تنقید یا حجت کرنی ان کے لیے مناسب نہیں ہے، جو اس فن کے علم و معرفت اور وسعتِ نظر سے بے بہرہ ہیں، کیونکہ ہر فن میں اہل فن کی طرف رجوع کرنا ہی عقل کا تقاضا ہے۔

قولِ محدّث قول فیصل ہے:

مولانا عبدالحی ظفر الأمانی میں لکھتے ہیں:

"اعلم أن ما اتفق الحفاظ على صحته أو حسنه أو ضعفه أو على وضعه الأمر فيه ظاهر، وهو قبول قولهم بناء علىٰ أن صاحب البيت أدرىٰ بما فيه، ولا يعارض قولهم قول غيرهم فقيهاً كان أو صوفياً، مفسراً كان أو متكلماً، فإنه لا عبرة بقول من لم يتبحر في فن الأسانيد عند وجود أقوال المهرة فيه."

(ظفر الأمانی: ٢٣٩)

''یعنی محدثین نے احادیث کے متعلق جس امر پر بھی اتفاق کرلیا ہے، اس میں معاملہ کی نوعیت صرف ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کے فیصلہ کو بلا نزاع قبول کیا جائے اور ان ائمہ حدیث کے فیصلہ کے مقابلہ میں نہ کسی فقیہہ کی بات قابلِ تسلیم ہے، نہ کسی صوفی کی اور نہ کسی مفسر کی نہ متکلم اسلام کی، اس لئے کہ ان لوگوں کے قول کا کیسے اعتبار ہوگا، جن کو فن اسانید اور احادیث کے متعلقات کے فہم میں مہارت اور تبحر نہیں ہے؟

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا مودودی صاحب بوجہ اس امر خاص کے کہ وہ محدث نہیں ہیں، حسب تصریح علامہ عبدالحی ؒ ان کو تصحیح محدثین پر جرح وطعن کا

not found.

کوئی حق ہی نہیں۔ پس صحت جامع صحیح بخاری کے اجماعی فیصلہ اور جمہور امت کے متفق علیہ عقیدہ کے خلاف اس کی صحت سے انکار اور از سر نو تنقید و تحقیق کا خیال اور صحت بخاری کے خلاف چیلنج اہل علم اور اہل نظر کے نزدیک ذرہ برابر کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

اسی طرح ان کا یہ خیال بھی کہ ''کوئی کسی کو مجبور نہیں کر سکتا کہ جس حدیث کو اس نے اپنی تحقیق سے صحیح جان لیا ہے، اس کو دوسرے بھی صحیح تسلیم کریں۔'' بڑا مضحکہ خیز ہے، کیونکہ حسبِ تصریح حافظ ابن حجر ؒ و حافظ ابن الصلاح ؒ وغیرہ کہ جس چیز کی صحت پر حفاظ حدیث اور محدثین کاملین کا اتفاق ہے، اس کو تسلیم کرنا لازم ہے، فن رجال کی تاسیس سے لے کر ائمہ متقدمین کے زمانہ تک رواۃ کی جانچ پرکھ، چھان بین، تنقید و تنقیح خوب خوب ہو چکی ہے اور محدثین متقدمین و متاخرین نے صحت صحیح بخاری پر اجماع و اتفاق کیا ہے۔ پس وہ آزادی تحقیق و اختیارِ بحث و نظر جو مولانا مودودی ہر شخص کو عطا فرما رہے ہیں، وہ قطعاً محدثین کی تصریحات کے خلاف ہے، محدثین ہر شریف آدمی کو بلا بحث و نظر صحیح بخاری کی احادیث پر عمل کے لیے مجبور کرتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر ؒ نے شرح نخبہ میں اور مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے ظفر الأمانی میں لکھا ہے:

"واتفقوا على وجوب العمل لكل ما صح"

''یعنی محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ ہر صحیح حدیث پر عمل واجب ہے۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ لکھتے ہیں کہ جب علمائے اسلام کا کسی امر پر اجماع و اتفاق ہو جائے تو "لم يكن لأحد أن يخرج عن إجماعهم فإن الأمة لا تجتمع على ضلالة" (فتاویٰ ابن تیمیه: ۱/ ٤٠٦)

تو اس اجماعی فیصلہ سے الگ نظریہ رکھنا جائز نہیں، کیونکہ علماء امت کا اجماع باطل نہیں ہو سکتا۔ پس جب صحیح بخاری و مسلم کی صحت اور اس کی احادیث پر وجوبِ عمل کے فیصلے ہو گئے تو آج مولانا مودودی ؒ کا ہر شخص کو صحیح بخاری کی صحت کو جانچنے اور قبول کرنے نہ کرنے اور پھر

not found.

اس کے لازمی نتیجہ پرعمل کرنے نہ کرنے کے بارہ میں آزاد ومختار قرار دینا سرتاسر مغالطہ وابلہ فریبی ہے اور کتب حدیث واصولِ حدیث سے ناواقفیت اور بےخبری پر مبنی ہے۔ ؎

إن كنت لا تدري فتلك مصيبة   وإن كنت تدري فالمصيبة أعظم

ناقدین فن حدیث:

ہمارے اسلاف محدثین و ناقدینِ حدیث جمع و اخذ روایات میں جن طریقوں اور جن شرائط پر شدت سے کار بند تھے، وہ کتب اصول اور اسماء الرجال کے تفصیلی مطالعہ سے بخوبی معلوم ہوسکتے ہیں۔ بلاشبہ تحقیق حدیث اور تنقیح کا جو ضابطہ کتب جرح و تعدیل اور کتب علل میں موجود ہے، وہ موجودہ زمانہ کے برائے نام ''ریسرچ'' سے کہیں اعلیٰ و افضل ہے، کھرے کھوٹے کی تمیز اور راوی کی علمی حیثیت اس کے ضبط و حفظ، صداقت و عدالت نیز دیگر اخلاقی امور سے متعلق جانچ پڑتال کر جب تک اطمینان نہیں کرلیا گیا، محدثین نے عموماً اور مصنفین بخاری ومسلم نے خصوصاً کسی راوی کی روایت کو قبول نہیں کیا، کھوٹے سکے کو کوئی عامی قبول کرسکتا ہے، لیکن صرّاف نہیں قبول کرسکتا، ناواقف کو پتھر میں ہیرے کی جوت نظر آسکتی ہے، مگر کسی جوہری سے ایسی غلطی نہیں ہوسکتی، اسی طرح محدثینِ سلف کی نظروں سے حدیث کے علل قادحہ اور وجوہ سقم مخفی نہیں رہ سکتے تھے۔

غرض سخت تنقیدی نظر سے کام لے کر محدثین نے کھرے کھوٹے کو الگ الگ کر دیا، اگر کوئی منصف انسان حدیث کے تحفظ اور اعتصام میں جو حزم و احتیاط محدثین کرام نے برتی تھیں، اس کا مقابلہ موجودہ زمانہ کی تاریخ سے کرے اور موازنہ میں فکرِ سلیم سے کام لے تو دونوں میں زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا، موجودہ زمانہ کے منکرین حدیث کی بےخبری وکج نظری اس حقیقت کو بہرحال چھپا نہیں سکتی ؎

گر نہ بیند بروز شپرۂ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

حالی مرحوم نے محدثین کی تلاش وطلب حدیث اور ان کی تحقیق وتنقید روایات سے متعلق کیا خوب لکھا ہے ؎

گروہ ایک جویا تھا علم نبی کا | لگایا پتہ جس نے ہر مفتری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذب وخفی کا | کیا قافیہ تنگ ہر مدّعی کا
کیا فاش راوی میں جو عیب پایا | مناقب کو چھانا مثالب کو تایا
مشائخ میں جو قبح نکلا جتایا | ائمہ میں جو داغ دیکھا بتایا

(مسدس حالی:۴۴)

میرا منکرین حدیث سے یہ واضح سوال ہے کہ امام الناقدین دارقطنی، امیر المؤمنین ابن مدینی ؒ امیر الناقدین ابن معین ؒ رئیس الناقدین ابن مہدی، امام احمد بن حنبل، امام شعبہ، یحیٰی قطان، ابن عیینہ، ابن عدی، ابوزرعہ، امام حاکم • وغیرہ جیسے اُجلہ محدثین و نقادین کے مقابلہ میں آج کون ہے کہ جس کی تنقید ومعرفت ان کے مقابلہ میں لائی جا سکتی ہے؟ حاشا وکلّا ثم حاشا وکلّا!!

ائمہ جرح ونقد:

حافظ ابن حجر ؒ نے حسب ذیل ائمہ کا نام ناقدین فن میں شمار کیا ہے:

امام الحدیث ابن مدینی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، یعقوب بن شیبہ، امام ابو زرعہ، امام الناقدین دارقطنی • وغیرہ۔ (شرح نخبہ)

حافظ سخاوی ؒ نقل فرماتے ہیں کہ ائمہ جرح وتعدیل میں چند طبقات ہیں، طبقہ اولیٰ میں امام شعبہ وسفیان ثوری، طبقہ ثانیہ میں یحیٰی بن سعید قطان اور عبدالرحمٰن بن مہدی ہیں، طبقہ ثالثہ میں یحیٰی بن معین اور امام احمد بن حنبل ؒ ہیں اور طبقہ رابعہ میں امام ابو حاتم اور امام بخاری • ہیں، ان ائمہ میں سے امام شعبہ و یحیٰی قطان و ابن معین و ابو حاتم • تشدد کا پہلو رکھتے ہیں اور سفیان ثوری اور عبدالرحمٰن بن مہدی اور امام احمد بن حنبل اور امام

بخاری • نقطہ اعتدال ملحوظ رکھتے ہیں۔ (فتح المغيث: ٣٢)

منکرین حدیث ومنکرین صحت بخاری مولانا مودودی و امثالہ سے میرا یہ ایک چیلنج ہے کہ ان ائمہ ناقدین کے کمالِ علم وسعت نظر کے مقابلے میں کسی کو پیش کریں! ؎

أولئك أبائي فجئني بمثلهم إذا جمعتنا يا جرير المجامع

اس سرسری فہرست میں امام احمد بن حنبل ؒ کا نام بھی آیا ہے، جنہوں نے ساڑھے سات لاکھ طرق احادیث سے منتخب کر کے چالیس ہزار احادیث کو مسند میں جمع فرمایا ہے۔ (نيل الأوطار: ١٠ و ظفر الأماني: ٣١)

اسی طرح امام مسلم ؒ نے اپنی صحیح مسلم کو تین لاکھ حدیثوں سے تیار کیا ہے۔
(نيل الأوطار: ٩ و اتحاف النبلاء: ٥٨)

امام ابو داود ؒ نے پانچ لاکھ احادیث میں سے سنن أبي داود کو مرتب کیا اور اس میں صرف چار ہزار آٹھ سو حدیثوں کو داخل کیا۔ (مرآة الجنان لليافعي: ٢/ ١٨٩)

جو حسب تصریح محدث ابو داود ؒ کے سب کی سب صحیح یا مشابہ صحیح ہیں۔
(صفة الصفوة: ٤/ ٥١ و ظفر الأماني: ٨٦ و نيل الأوطار: ١١)

اس فہرست میں امام ابو زرعہ رازی ؒ ہیں، ان کے متعلق امام احمد بن حنبل ؒ فرماتے ہیں کہ سات لاکھ حدیثیں (یعنی طرق احادیث) صحیح ہیں، جس میں سے چھ لاکھ حدیثوں کے ابو زرعہ ؒ حافظ ہیں۔ (صفة الصفوة: ٤/ ٢٩ و ظفر الأماني: ٣٠)

ابن معین، امام شعبہ، یحییٰ قطان، ابن مدینی، ابن راہویہ • کے حالات اور ان کی علوم حدیث میں وسعت حفظ وتبحر وکمالات فن اور اسی طرح دیگر ائمہ جرح وتعدیل کے حفاظت حدیث کے واقعات میری ایک ناچیز تالیف ''صیانۃ الحدیث'' میں ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔

متاخرین محدثین کا منصب اور امام علائی کا فیصلہ:

متقدمین محدثین کے فہم وبصیرت، حفظ و اتقان کی وسعت و کثرت مطالعہ میں

not found.

متاخرین محدثین بھی برابری نہیں کر سکتے، چہ جائیکہ کوئی فقیہہ، کوئی صوفی، کوئی مفسر، کوئی خطیب، کوئی ایڈیٹر برابری کر سکے۔ حافظ سخاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امام علائی نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ فقہاء و متکلمین و مفسرین کے علاوہ خود محدثین میں سے بھی متاخرین محدثین کی تضعیف کا اعتبار نہ ہوگا اور نہ ان کی تنقید پر نظر کیا جائے گی۔

چنانچہ علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ • (متوفی ۵۹۷ھ ہجری، فتح المغیث: ۳۴۹) کے بعض احادیث کے موضوع کہنے کا اعتبار نہیں کیا گیا، بلکہ ان کی کتاب پر نظر کی گئی، تو معلوم ہوا کہ انہوں نے بہت سی صحیح اور حسن حدیثوں کو بھی بعض رواۃ پر کوئی ضعف یا تہمت کذب دیکھ کر موضوعات میں داخل کر رکھا ہے اور اس حدیث کے بسند آخر مروی ہونے سے ان کو غفلت رہی۔ برخلاف ائمہ متقدمین کے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے علم حدیث میں تبحر اور بہت بڑا حافظہ عطا فرمایا ہے، جیسے شعبہ، یحییٰ قطان، ابن مہدی • اور ان کے امثال و اصحاب امام احمد، ابن مدینی، ابن معین، ابن راہویہ • اور ایک جماعت پھر ان کے اصحاب جیسے امام بخاری و مسلم و نسائی و ابو داود • اسی طرح دارقطنی و امام بیہقی • [1] کے زمانہ تک، امام علائی رحمہ اللہ نے اس کا ذکر فرمایا اور یہ بھی کہا:

"لم يجئ بعدهم مساوٍ لهم ولا مقارب."

''یعنی ان لوگوں کے برابر یا قریب درجہ کا بھی کوئی نہیں ہوا۔''

پھر امام علائی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"فمتى وجدنا في كلام أحد من المتقدمين الحكم به كان معتمدا لما أعطاهم الله من الحفظ الغزير."

(فتح المغيث للسخاوی: ۱۰۷ و ظفر الأماني: ۲۷۰)

''یعنی متقدمین کا حکم متاخرین کے فیصلہ کے مقابلہ میں زیادہ قابل اعتماد ہے۔''

---

[1] امام بیہقی رحمہ اللہ امام مشہور تصانیف نافعہ کے مصنف ہیں، سال وفات ۴۵۸ھ ہے۔ (فتح المغيث: ۳٤۰) (مؤلف)

not found.

افادہ:

امام علائی ؒ متوفی ۷۶۱ھ کا اسم گرامی خلیل، لقب صلاح الدین، کنیت ابوسعید ہے، دمشق کے رہنے والے شافعی المسلک امام ہیں، علائی کے نام سے شہرت تامہ رکھتے ہیں، حافظ زین الدین عراقی ؒ صاحب الفیتہ الحدیث کے مشہور شیخ ہیں، حافظ علائی حافظ ابن کثیر ؒ وغیرہ کے معاصر ہیں اور اپنے زمانہ میں شیخ الاسلام کی حیثیت سے معروف و ممتاز تھے۔ (خاتمه فتح المغيث: ۵۰۱ و اتحاف النبلاء: ۱٤٥)

بہرحال امام علائی ؒ نے فرمایا ہے کہ متاخرین کے حکم کے مقابلہ میں متقدمین کا حکم معتبر ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے متقدمین کو بہت بڑا حافظ بنایا ہے، ان کے سامنے جمیع طرق ہمہ وقت مستحضر ہوتے ہیں۔ اب مقامِ غور ہے کہ جب دارقطنی ؒ وبیہقی ؒ کے بعد کے متاخرین میں سے کوئی بھی محدثین متقدمین کے ہم پلہ یا قریب درجہ کا نہ ہوسکا اور اس لیے ان کا حکم متقدمین کے حکم کے خلاف قابل قبول نہ ٹھہرا، تو اب تمنا عمادی اور ان کے ہم آہنگ مولانا مودودی کے کسی ایسے قول کا اعتبار کب ہوسکتا ہے، جو متقدمین کے کسی حکم (مثلاً صحت بخاری کے اجماعی فیصلہ) کے خلاف ہو؟ چہ پدی چہ پدی کا شوربہ؟!

محدث ابوحاتم ؒ کا ارشاد گرامی:

احادیث پر صحت وعدم صحت وسقیم وصحیح یا معلول وغیرہ کا حکم لگانا ہر ایک کے بس کی بات نہیں، ابن ابی حاتم ؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد ابوحاتم نے فرمایا:

"الذي كان يحسن صحيح الحديث من سقيمه، وعنده تمييز ذلك، ويحسن علل الحديث أحمد بن حنبل ويحيىٰ بن معين وعلي بن المديني، وبعدهم أبو زرعة كان يحسن ذلك."

''یعنی احادیث صحیحہ اور اس کے علل کی معرفت وتمیز میں صرف چار ناقدین حدیث ممتاز ہیں، ایک احمد بن حنبل ؒ دوسرے یحییٰ بن معین ؒ تیسرے

ابن مدینی ؒ چوتھے اور سب سے آخر کے محدث امام ابوزرعہ ؒ ہیں اور ان پر معاملہ ختم ہے۔ کسی نے پوچھا آج کل کے دور میں کوئی ایسا ناقد محدث ہے جو صحیح غیر صحیح حکم لگانے کا اہل ہو؟ فرمایا: "لا" اور کوئی بھی نہیں۔

(کتاب الجرح والتعدیل: ١/ ٢٣ قسم أول)

محدثین کا فیصلہ معیار صحت ہے:

۱۔ علامہ ذہبی ؒ لکھتے ہیں کہ علوم حدیث پر کلام کرنا بڑا دشوار گزار راستہ ہے، جس پر چلنا ہر رہرو کا کام نہیں ہے، اس کے لئے دائمی طلب و تلاش، وسعت معلومات، کثرت مذاکرات اور متون و اسانید پر مکمل عبور کی سخت ضرورت ہے۔ نیز اوصاف تقویٰ و دیانت و انصاف اور علمائے حدیث کے پاس حاضر باشی، حالات رواۃ سے آگہی اور کمال ضبط سے متصف ہونا اشد ضروری ہے۔ (تذکرة الحفاظ: ١/ ٤)

۲۔ حافظ سخاوی ؒ لکھتے ہیں کہ بعض لوگ محدثین کے فیصلوں پر مثلاً ان کے معلول وغیرہ کا حکم لگانے پر دلیل طلب کرتے ہیں، حالانکہ تجریح و تعدیل کے ائمہ فن ہی کی طرف رجوع ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علم حدیث و سنن نبویہ کی حفاظت و صیانت کے لیے ایسے لوگوں کو برپا کر دیا، جنھوں نے صرف علم حدیث کی تحصیل اور اس کے رجال و علل و غوامض کی معرفت میں اپنی زندگی کو فنا کر دیا۔ پس ایسے اصحاب معرفت اور ایسے کاملین متبحرین کے نقش قدم کی پیروی اور ایسے حفاظ وقت کے پاس کثرت صحبت و رفاقت و جودت فہم و دوام مطالعہ معرفت سنن کا باعث ہو سکتی ہے اور بغیر اس لزوم صحبت و کثرت مطالعہ اور بدون امعان نظر و وسعت حافظہ کے ان کے فیصلوں اور رجال و علل کا سمجھنا اور سنن نبویہ کی معرفت کا حاصل ہونا ہی دشوار ہے۔

(فتح المغيث: ٩٩)

۳۔ حافظ ابن الصلاح ؒ لکھتے ہیں کہ حدیث کی صحت و عدم صحت کے بارہ میں محدثین متقدمین کا فیصلہ ہی معیار ہے۔ انہوں نے جس حدیث کو صحیح لکھ دیا ہے، ہم کو بھی صحیح

not found.

تسلیم کرنا لازم ہے، چنانچہ حافظ رحمہ اللہ کے الفاظ یہ ہیں:

”قد تعذر في هذه الأعصار الاستقلال بإدراك الصحيح بمجرد اعتماد الأسانيد (إلى) فآل الأمر إذاً في معرفة الصحيح والحسن إلى الاعتماد على ما نص عليه أئمة الحديث. “

(مقدمہ ابن الصلاح، مطبوعہ چشمہ فیض عظیم آباد: ۷)

یعنی اس زمانہ (متاخرین) میں محض اسانید کے اعتبار سے صحیح حدیث کا ادراک سخت دشوار و متعذر ہے، پس صحیح وحسن یا غیر صحیح کی معرفت میں محدثین متقدمین کی تصریحات و نصوص پر اعتماد کرنا پڑے گا۔ پس جس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ اور دوسرے متقدمین محدثین نے صحیح قرار دیا ہے، اس کو بلا بحث جدید وتفتیش مزید ہم کو بھی صحیح ماننا پڑے گا۔

رسالہ حمیدیہ کے مصنف نے لکھا ہے:

”معرفة علم الرواة عسيرة جداً، يكتفىٰ بتعديل وتجريح الأئمة الموثق بهم في علم الحديث.“

یعنی اس زمانہ میں راویوں کے حالات کی معرفت نہایت دشوار ہے، بنا بریں راویوں کی تعدیل وتوثیق کے معاملہ میں ان ائمہ کی جرح وتعدیل کا اعتبار کرنا پڑے گا، جن کی علم حدیث میں ثقاہت وجلالت معروف ومشہور ہے۔

۴۔ حافظ سخاوی رحمہ اللہ ابن الصلاح کے مقصد کی یہ توضیح کرتے ہیں:

”ولعل ابن الصلاح اختار حسم المادة لئلا يتطرق إليه بعض المتشبهين ممن يزاحم في الوثوب على الكتب التي لا يهتدى للكشف منها، والوظائف التي لا تبرأ ذمته لمباشرتها.“ (فتح المغیث: ۱۷)

یعنی حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ نے حسم مادہ اور سد باب کے طور پر متاخرین کو روایت کی تصحیح وتحسین وتنقید وغیرہ کا حق نہیں دیا، تا کہ متاخرین میں ایسے لوگ نہ جری ہوجائیں جو ایسے نازک مباحث پر کلام کرنے کی اہلیت اور کتب حدیث کی سند وعلل اور اس کے

مطالب کے کشف و ایضاح کی صلاحیت نہیں رکھتے اور وہ وظائف اور ذمہ داریاں نہیں ادا کر سکتے جو ان کے مطالعہ وممارست کا حق ہیں۔

ازالۂ وہم:

میں کہتا ہوں اگر متاخرین میں ایسے حافظ الحدیث وتبحر پیدا ہوجائیں جو متون متعددہ وطرق کثیرہ کا حفظ تام رکھتے ہوں اور بحث وتفتیش کے لیے وسعت نظر کے حامل ہوکر متقدمین کے حافظہ اور کمال تبحر کے قریب ہوجائیں تو ان کا کلام اور ان کی تنقید بلاشبہ قابلِ اعتبار ہوگی، لیکن جب حافظ ابن الصلاح اور امام علائی اور علامہ ذہبی ؒ کے دور کے متاخرین میں کوئی وسیع النظر وکثیر الحافظہ متاخر اس منصب کا دعویدار نہ ہوسکا، جیسا کہ ذہبی وغیرہ کی تصریحات اپنی جگہ پر موجود ہیں، تو آج کے یہ مولانا مودودی وتمنا عمادی کس شمار و قطار میں ہیں اور کب ان کو متقدمین محدثین کے فیصلہ صحت کے خلاف کلام کرنے کا مجاز قرار دیا جاسکتا ہے؟!

افادہ:

اگرچہ امام نووی ؒ نے اپنی کتاب تقریب میں لکھا ہے:

”والأظهر عندي جوازه لمن تمكن وقويت معرفته.“

(تقریب مع التدریب: ٤٦)

یعنی میرے نزدیک قوی المعرفت، وسیع النظر اور کثیر الحافظہ شخص کے لیے اس کا جواز ہے۔

لیکن پھر بھی امام نووی ؒ کچھ آگے چل کر شیخ الاسلام کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حافظ ابن الصلاح ؒ کے اس نظریہ پر بعض ائمہ نے اعتراض کیا ہے، مگر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا، ان کے الفاظ یہ ہیں:

”وليس بوارد بأنه لا حجة على ابن الصلاح بعمل غيره، وإنما يحتج

عليه بإبطال دليله أو معارضته بما هو أقوىٰ منه." (تقریب: ٤٧)

''یعنی حافظ ابن الصلاح کے نظریہ کے ابطال کے لیے کسی کے عمل سے استدلال نہیں کیا جا سکتا بلکہ ابطال یوں ہوسکتا ہے کہ ان کی دلیل کو باطل کیا جائے یا اس کا معارضہ اس سے زیادہ قوی دلیل سے کیا جائے۔''

امام نووی ؒ کا فیصلہ:

آخر میں امام نووی ؒ فیصلہ کرتے ہیں:

"بعد اللتيا واللتي لكن قد يقوّي ما ذهب إليه ابن الصلاح بوجه آخر هو ضعف نظر المتأخرين بالنسبة إلى المتقدمين."

(تقريب مع التدريب: ٤٨)

''یعنی ابن الصلاح ؒ کے مسلک کو ایک اور طرح سے تائید وقوت حاصل ہوتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ متاخرین کی نظر متقدمین ائمہ حدیث کی وسعت نظر و حافظہ کے مقابلہ میں کمزور وضعیف ہے۔''

یہ ایسی بات ہے جس میں کسی حق پسند کو اعتراض نہیں ہوسکتا۔ پس تنہا یہ ایک مبنیٰ اہل تحقیق کے نزدیک حافظ ابن الصلاح کے کلام کی صحت کے لیے کافی وافی اور بڑا قوی مؤید ہے۔ اقبال مرحوم نے کیا خوب لکھا ؎

ز اجتہاد عالمان کم نظر
اقتداء بر رفتگاں محفوظ تر

بہر حال اس ذہنی انتشار کے دور میں جب کہ صحیحین کی احادیث پر ائمہ امت کے اجماع واتفاق علی الصحت کے باوجود شک پیدا کیا جا رہا ہے، انسب واحوط یہ ہے کہ امام نووی ؒ وحافظ ابن الصلاح ؒ کے فیصلہ کے مطابق کسی کو بھی صحیحین پر تنقید کی اجازت نہ دی جائے۔ لسوء نيتهم وضعف أهليتهم!

not found.

وسعت نظر وکمال معرفت وکثرت تصانیف مفیدہ:

امام نووی اور امام علائی اور حافظ ابن الصلاح • نے متقدمین کی جس وسعت نظر وکمال حافظہ اور معرفت عظیمہ کا تذکرہ فرمایا ہے، اس کا ایک سرسری اندازہ آپ کو امام علی بن مدینی ﵀ کے ایک تذکرہ سے ہوگا، امام ابن مدینی ﵀ حدیث کے متعلقہ علوم و فنون اور اسناد و رجال اور ان کے اسماء و کنیٰ و القاب و صفات اور دیگر تاریخی امور و علل حدیث پر اس قدر وسعت نظر وکمال تبحر رکھتے تھے کہ آج اس بے مثال علم ونظر پر بس حیرت ہی حیرت ہے۔ حسب تصریح امام حاکم نیشا پوری، امام علی بن مدینی ﵀ نے حسب ذیل تصنیفات لکھی تھی، جن کا تعلق صرف حدیث وعلوم حدیث سے ہے۔

كتاب الأسماء والكنىٰ	٨ جلد	كتاب علل حديث ابن عيينة	١٣ جلد
كتب الكنىٰ	=٥	كتاب علل المسند	=٣٠
كتاب الأسامي الشاذة	=٣	كتاب العلل لإسماعيل القاضي	=١٣
كتاب الإخوة والأخوات	=٣	كتاب يحيىٰ و عبد الرحمن في الرجال	=٥
كتاب من يعرف باللقب	=١	كتاب سؤالات يحيىٰ	=٢
كتاب الضعفاء	=١٠	كتاب العلل المتفرقة	=٣٠
كتاب من يعرف باسم دون اسم أبيه	=٢	كتاب الطبقات	=١٠
كتاب من نزل من الصحابة سائر البلدان	=٥	كتاب التاريخ	=١٠
كتاب المدلسين	=٥	كتاب الوهم والخطأ	=٥
كتاب الثقات والمثبتين	=١٠	كتاب من لا يحتج بحديثه ولا يسقط	=٢
كتاب من روى عن رجل لم يره	=٢	كتاب الأشربة	=٣
كتاب تفسير غريب الحديث	=١	كتاب قبائل العرب	=١٠

not found.

كتاب العرض على المحدث	٥=	كتاب اختلاف الحديث	٥=
كتاب من حدث ثم رجع عنه	٢=	كتاب مذاهب المحدثين	٢=

امام حاکم [1] اس فہرست کونقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"انما اقتصرنا على فهرست مصنفاته ليستدل به على تبحره وتقدمه وكماله." (معرفة علوم الحديث: ١٧)

''یعنی ہم نے ان کی تصنیفات کی جو فہرست پیش کی ہے، وہ ان کے تبحر اور فضل وکمال اور وسعت نظر پر دلالت کرنے کے لیے کافی وافی ہے۔''

امام نووی رحمہ اللہ نے ابن مدینی رحمہ اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ آپ نے علوم حدیث پر دو سو تصنیفات فرمائی ہیں۔ (تهذيب الأسماء: ١/ ٣٥٠)

واضح رہے کہ یہ علی بن مدینی رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ ہیں، پھر امام بخاری رحمہ اللہ پر اساتذہ کی وسعت نظر کا پرتو کیوں نہ ہو؟ اب آپ امام بخاری رحمہ اللہ کی وسعت نظر و کمال معرفت و کثرت حافظہ کا صرف ایک باب ملاحظہ فرمائیے، جس پر متاخرین میں سے کوئی بھی آج تک فائز نہ ہوسکا۔

امام بخاری رحمہ اللہ کی وسعتِ نظر:

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں جن معلقات و متابعات کو درج فرمایا ہے اور جن کی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ جیسے امام تبحر نے نشاندہی فرمائی ہے، ان حوالوں اور کتابوں کے پیش نظر معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے دماغ اور قوت حافظہ میں کتنے کتب خانے اور کس قدر ذخیرہ کتب کے حوالے بند تھے اور اپنی قوت یادداشت اور ذہنی معلومات اور استحضار احادیث کے سبب کس قدر اعلیٰ مقام پر فائز تھے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے معلقات و

---

[1] امام حاکم جلیل الشان محدث ہیں، امام بیہقی رحمہ اللہ (صاحب سنن کبریٰ بیہقی) ان کے تلمیذ رشید ہیں۔ (فتح المغيث: ٣٤٠) (مؤلف)

متابعات کے پورے حوالے خود حافظ ابن حجر ﷫ بھی اپنی مساعی جمیلہ کے باوجود نہ دے سکے اور اپنے قصورِ نظر کے اعتراف پر مجبور ہوئے۔

امام بخاری ﷫ کے معلقات جو بخاری میں موصول السند نہیں ہیں، وہ اتنے عظیم ذخیرہ سے ماخوذ ہیں کہ تفصیل میں ملال ناظرین وطوالت کا خوف ہے، اس لیے ہم صرف ایک سرسری فہرست ان کتابوں کی یہاں نقل کر رہے ہیں، جہاں سے امام بخاری ﷫ نے معلقات ومتابعات کو صحیح بخاری میں درج فرمایا ہے، وہ چند کتابیں یہ ہیں:

(١) أربعين للحاكم (٢) كتاب الاعتقاد للبيهقي (٣) غرائب مالك للدارقطني (٤) جزء القاري (٥) الأمثال للرامهرمزي (٦) كتاب العلم للمروزي (٧) شرح السنة للبغوي (٨) فوائد أبو القاسم التنوخي (٩) كتاب الشريعة لابن أبي داود (١٠) مسند عبد الحميد الحمانى (١١) أمالي لابن منده (١٢) جزء حسن بن علي (١٣) فوائد القزويني (١٤) معرفة الصحابة لابن منده (١٥) بشراتيات[1] (١٦) كتاب الصلوة لجعفر الفريابي (١٧) أمالي محاملى (١٨) جزء أبي نعيم (١٩) أربعين لأبي الفتوح الطائي (٢٠) جزء محمد بن عثمان بن كرامه (٢١) معجم كبير للطبراني (٢٢) تاريخ صغير للبخاري (٢٣) جزء الذهلي (٢٤) الجزء الثاني من فوائد (٢٥) ابن أخي ميمى (٢٦) مسند لمحمد بن هارون الروياني (٢٧) فوائد الخليلي (٢٨) كتاب الصيام ليوسف بن يعقوب القاضي (٢٩) كتاب الخراج يحيىٰ بن آدم (٣٠) فوائد أبو علي بن خزيمة (٣١) جزء أبو مسعود الرازي (٣٢) جزء أبو العباس بن نجيح (٣٣) مسند أحمد بن حنبل (٣٤) صحيح ابن خزيمة (٣٥) صحيح ابن حبان (٣٦) كتاب الأموال لأبي عبيد (٣٧) مصنف عبد الرزاق (٣٨) مسند بزار (٣٩) معجم

---

[1] كذا في الأصل.

not found.

أوسط طبراني (٤٠) دارقطنى (٤١) كتاب الإيمان لابن منده (٤٢) أمالي ابن البحتري (٤٣) الأحاديث المختارة للحافظ الضياء (٤٤) نسائى (٤٥) أبو داود (٤٦) ابن ماجه (٤٧) جزء أبي مسعود الرازي (٤٨) مسند أبي يعلى (٤٩) تفسير ابن أبي حاتم (٥٠) مسند مسدد (٥١) المتفق للجوزى (٥٢) مستخرج أبي نعيم (٥٣) مسلم شريف (٥٤) صحيح أبي عوانه (٥٥) ترمذى (٥٦) سنن كبرىٰ بيهقى (٥٧) مسند حميدى (٥٨) مسند إسحاق بن راهويه (٥٩) طحاوى (٦٠) مستخرج إسماعيلى (٦١) جامع سفيان ثورى (٦٢) مؤطا إمام مالك (٦٣) كتاب بر الوالدين للبخارى (٦٤) مستدرك حاكم (٦٥) مسند عبد بن حميد (٦٦) كامل ابن عدي (٦٧) صحيفة همام (٦٨) مسند دارمى (٦٩) تاريخ كبير للبخارى (٧٠) تفسير طبرانى (٧١) مسند ابن أبي عمر عدني (٧٢) مسند سراج (٧٣) رباعيات أبوبكر الشافعي (٧٤) محامليات (٧٥) زهريات (٧٦) معجم صغير طبرانى (٧٧) غيلانيات (٧٨) مسند أحمد بن منيع (٧٩) مسند الشافعي (٨٠) حلية الأولياء لأبي نعيم (٨١) كتاب الترهيب لأبي الشيخ (٨٢) مسند أبو بكر ابن أبي شيبة (٨٣) تفسير ابن جرير طبرى (٨٤) جزء أبي الجهم (٨٥) مسند أبي داود طيالسي (٨٦) الأدب المفرد (٨٧) مصنف ابن أبي شيبة (٨٨) مخلصيات (٨٩) كتاب الجهاد لابن أبي عاصم (٩٠) طبقات ابن سعد (٩١) أمالى القطيعي (٩٢) فوائد أبي الحسن (٩٣) كتاب الزكوة ليوسف بن يعقوب القاضي (٩٤) مغازى ابن إسحاق (٩٥) جزء حنبل بن إسحاق (٩٦) جزء ابن زنبور (٩٧) معجم الصحابة للبغوي (٩٨) فوائد أبي بحر (٩٩) فوائد سمويه (١٠٠) دلائل النبوة للبيهقى (١٠١) أمالى أبو جعفر الرازي (١٠٢) فوائد أبو الفتح الحداد (١٠٣)

not found.

كتاب الأمر بالمعروف لابن أبي الدنيا (١٠٤) فضائل الصحابة (١٠٥) جزء أبي بكر (١٠٦) تمهيد لابن عبدالبر (١٠٧) جزء ابن ملاس (١٠٨) جعديات (١٠٩) كتاب الجهاد لابن المبارك (١١٠) معاني الآثار للطحاوي (١١١) الناسخ والمنسوخ لأبى داود (١١٢) كتاب المصاحف لابن أبي داود (١١٣) تفسير سفيان ثورى (١١٤) تفسير ابن مردويه (١١٥) فضائل القرآن لأبى عبيد (١١٦) المصاحفة للبرقاني (١١٧) كتاب الأوائل لأبي عروبة (١١٨) منتخب المسند لعلي بن عبدالعزيز (١١٩) البعث والنشور للبيهقي (١٢٠) عمل اليوم والليلة للنسائي (١٢١) سنن كبرىٰ للنسائي (١٢٢) جزء ابن سعيد (١٢٣) مستدرك أبو ذر هروى (١٢٤) جزء البانياسى (١٢٥) تاريخ يعقوب بن سفيان (١٢٦) تفسير عبد بن حميد (١٢٧) كتاب الأضاحي لأبي الشيخ (١٢٨) مسند حسن بن سفيان (١٢٩) غرائب شعبة لابن منده (١٣٠) فوائد أبي بكر (١٣١) جزء ابن بخيت (١٣٢) جزء هلال الحفار (١٣٣) ثقفيات (١٣٤) فوائد لتمام الرازى (١٣٥) أمالى أبي القاسم بن جراح (١٣٦) كتاب الفوائد للفاكهي (١٣٧) جزء أبي العضل بن فرات (١٣٨) شعب الإيمان للبيهقي (١٣٩) كتاب المحبين لأبي نعيم (١٤٠) مسند حسن بن سفيان (١٤١) فوائد النجاد (١٤٢) ابن السماك (١٤٣) كتاب الدعاء لمحمد بن فضيل (١٤٤) أربعين للثقفي (١٤٥) أمالى الحرقى (١٤٦) البعث لابن أبي داود (١٤٧) مسند نجاد (١٤٨) كتاب الروح لابن منده (١٤٩) أمالى أبي بكر النجاد (١٥٠) جزء ابن حوصا (١٥١) السنة من تاليف لالكائى (١٥٢) فوائد أبي الحسن العقيقي (١٥٣) خلق أفعال العباد للبخارى (١٥٤) جزء رفع اليدين (١٥٥) تعظيم الصلوة لمحمد بن نصر مروزى وغيره هذه الكتب۔

not found.

صدہا کتابوں کے مضامین واحادیث متعلقہ امام بخاری ؒ کی قوت حافظہ میں اس درجہ محفوظ تھے کہ جب جہاں سے جی چاہا احادیث کو وہاں سے اپنے کمال استحضار سے نکالا اور صحیح بخاری میں (متابعات و معلقات کے ذیل میں) درج کر دیا اور جب کسی عالم متبحر نے ان کے حوالوں کو ڈھونڈھا تو حدیثوں کو ان حوالوں میں اس طرح پایا جس طرح وہ معلقات و متابعات میں منقول ہیں، احادیث و تفاسیر، سیر و تواریخ و کتب فقہ و اصول کے عظیم سرمایہ سے اکثر معلقات کی سندوں کو حافظ ابن حجر ؒ نے ڈھونڈھ نکالا، تاہم کتنے ہی معلقات کے حوالوں کو حافظ ؒ جیسے وسیع النظر متبحر بھی معلوم نہ فرما سکے۔ چنانچہ متفرق ابواب میں "لم أجدها، لم أقف عليها، لم أرها "فرما کر اپنے قصورِ نظر کے اعتراف فرمانے پر مجبور ہوگئے۔ اس موقع پر بے اختیار حافظ ابن حجر ؒ کی زبان قلم سے امام بخاری ؒ کے علم و فضل و وسعتِ نظر و کمالِ معرفت کی یہ شہادت ادا ہوتی ہے:

"ومن تأمل هذا الفصل حق تأمله عرف سعة حفظ البخاري وكثرة روايته وجودة استحضاره وقوة ذاكرته رحمه اللّٰه تعالىٰ ورضي عنه بمنه وكرمه." (مقدمه فتح البارى: ٨٣)

حافظ ذہبی ؒ کا فیصلہ:

شاید کسی کو یہ خیال گزرے کہ ائمہ متقدمین کی طرح آج کے یہ مولانا صاحبان بھی احادیث پر تنقید کا استحقاق رکھتے ہیں، کیونکہ یہ بھی انہیں علوم درسیہ کے فاضل ہیں، تو ان کو حق کیوں نہ دیا جائے؟ تو اس شبہ کا جواب عرصہ ہوا علامہ ذہبی ؒ دے چکے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ حدیث نبوی کے ائمہ طبقہ ثانیہ سے لے کر طبقہ تاسعہ تک تین صدی ہجری کے اندر جس قدر گزرے ہیں، ان کے متعلق یہ خیال نہ کرو کہ وہ ہمارے زمانہ کے محدثین کی طرح ہوں گے، فرماتے ہیں:

"ولا تعتقد فيهم أنهم من جنس محدثي زماننا حاشا وكلّا "

ظاہر ہے کہ حافظ ذہبی ؒ کا انتقال ۷۴۸ھ میں ہوا ہے، اس لیے اس کا مطلب یہ ہوا کہ ۸۰۰ھ کے محدثین کے علم وفضل سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ ذہبی ؒ مزید تصریح فرماتے ہیں:

"وليس في كبار محدثي زماننا أحد يبلغ رتبة أولئك."

''یعنی ہمارے زمانے کے بڑے سے بڑے محدثین ❶ ان متقدمین ائمہ ؒ کے علم ومعرفت کو نہیں پہنچ سکتے۔''

آخر میں لکھتے ہیں کہ اہل فضل کا فضل وکمال بس فضل وکمال والے ہی سمجھ سکتے ہیں، ہمہ شما کا کام نہیں، الفاظ یہ ہیں:

"فلا نحن ولا أنت، إنما يعرف الفضل لأهل الفضل ذوو الفضل."

(تذکرہ: ۲/ ۱۳۸)

اس سے معلوم ہوا کہ ۸۰۰ھ کے کبار محدثین کو ائمہ متقدمین سلف سے کوئی نسبت نہیں، ان کے علم ومعرفت ان کے تبحر وبصیرت اور کمال حفظ اور علل رجال وطرق حدیث پر وسعتِ نظر کے درجہ عظمیٰ پر متاخرین محدثین میں سے کوئی بھی فائز نہیں ہوسکا۔ ان حقائق کے پیشِ نظر آج کے کسی عالم زمانہ کو کب زیب دیتا ہے کہ وہ ائمہ متقدمین یا امام بخاری ؒ وغیرہ جیسے محدثین کے علم ومعرفت کو اپنی کوتاہ نظری اور بے بضاعتی وکم سوادی کے فیتہ سے ناپے اور ان کے علم کامل وتبحر عظیم سے چشم پوشی کر کے استکبار نفس میں مبتلا ہو۔ (نسأل الله العفو والسلامة)

---

❶ حافظ سخاوی نے لکھا ہے: ''الذي يطلق عليه اسم المحدث في عرف المحدثين أن يكون كتب وقرأ وسمع ورحل إلى المدائن والقرىٰ وحصل أصولا وعلق فروعا من كتب المسانيد والعلل و التواريخ التي تقرب من ألف تصنيف." (فتح المغيث: ۱۸) یعنی محدث وہ شخص ہوسکتا ہے، جس نے اپنی ساری زندگی علم حدیث کے سننے لکھنے پڑھنے اور اس سلسلہ کے سفروں میں بسر کی ہو اور مسانید وعلل حدیث اور تواریخ ورجال پر تقریباً ہزار تصنیفات وتعلیقات اس کے قلم سے تیار ہو جائیں۔ (مؤلف)

not found.

محدثین پر بے اعتباری کے نقصانات:

علاوہ ازیں اس شخصی آزادی تحقیق اور اختیار بحث ونظر کا جملہ لکھ کر مولانا مودودی صاحب نے میرے نزدیک خود عقل و درایت کے خلاف ایک امر شنیع کا ارتکاب فرمایا ہے، کیونکہ ظاہر ہے کہ متھے ہوئے کو متھنا، پسے ہوئے کو پیسنا، تحصیل حاصل اور بے سود ہے۔

ذرا سوچئے! کہ جب محدثین کاملین اور ماہرینِ فن نے اس میں اپنی عمروں کو مشغول رکھا اور احادیث صحیحہ کا انتخاب کیا، پھر اسی میں اپنی عمروں کا صرف کرنا، تمام دینی خدمات اور علمی تحقیقات اور علوم وفنون کی تصنیفات سے دست کش ہوجانے کو مستلزم ہے، بحوالہ اتحاف النبلاء عرض ہے کہ ابن الجوزی ؒ کی ڈھائی سو مصنفات، سیوطی کی چار سو مؤلفات کا آج کہیں وجود نہ ہوتا، اگر یہ ائمہ کرام ؒ صحیحین و دیگر احادیث صحیحہ معتبرہ ہی کی ذاتی تحقیق میں لگ جایا کرتے، تو ان کی ساری عمریں اسی ایک وادی کی سیاحت میں ختم ہوجاتیں، نہ اصحاب تفسیر تفسیروں کو لکھ سکتے، نہ اصحاب سیر و مغازی اپنی کتبِ سیرت تصنیف فرما سکتے، نہ اصحاب تذکرہ و تاریخ اپنے طبقات و تواریخ لکھ سکتے، نہ دیگر اسلامی علوم وفنون پر توجہ ہوسکتی، یہ سب کام جو کچھ ہوا محدثین، کاملین، ماہرین ومتبحرین پر اعتماد کے بعد ہی ہوا۔

۱۔ وہ امام ابو الحسن اشعری ؒ جن کے مناقب و فضائل کو علماء نے اسی جلدوں میں قلمبند کیا ہے اور جن کی مصنفات و مؤلفات کے مختصر تعارف میں تین سو اسی جلدیں لکھی گئیں، جیسا کہ علامہ یافعی ؒ لکھتے ہیں:

"يدل على جلالة قدره وارتفاعه وكثرة مصنفاته ما روى الحافظ أبو القاسم بسنده أنها عدت تراجمهم ففاقت على ثلاث مائة وثمانين مصنفاً." (مرآة الجنان: ۲/ ۲۹۹)

۲۔ وہ ابو بکر انباری ؒ جن کو شواہد قرآن سے متعلق ۳ لاکھ اشعار ازبر تھے اور جن کو

not found.

قرآن عظیم کی ایک سوبیس تفسیریں اسانید کے ساتھ یاد تھیں۔ (مرآۃ الجنان: ۲/ ۲۹٤)

۳۔ وہ حافظ ابوالحسن بغدادی ؒ جن کے متعلق خطیب بغدادی ناقل ہیں کہ علم تفسیر میں انہوں نے سو جلدیں لکھیں۔ (مرآۃ الجنان: ۲/ ٤۲۱)

۴۔ وہ حافظ ابوحفص بن شاہین بغدادی ؒ جنہوں نے تین سوتیس مجلدات کو تصنیف فرمایا، جس میں سے صرف ایک تفسیر قرآن بنام تفسیر کبیر ہزارہا ورقوں پر تھی۔
(مرآۃ الجنان: ۲/ ٤۲٦)

۵۔ وہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ جو پانچ سو ساٹھ مصنفات کے تنہا مصنف ہیں اور جن کی اکثر تصانیف چار چار چھ چھ جلدوں میں بلکہ تاسیس التقدیس ۱۰ جلدوں میں اور فتاویٰ مصریہ تیس جلدوں میں آئی۔

وہ مجدد امت فخر الدین رازی، وہ محمد بن جریر طبری، وہ ابن دقیق العید، وہ ابن حزم ظاہری، وہ خطیب بغدادی، وہ ابن خلکان، وہ ابن الاثیر جزری، وہ امام شمس الدین ذہبی، وہ جلال الدین سیوطی، وہ امام اوزاعی، وہ امام غزالی، وہ قاضی عیاض، وہ قاضی ابو بکر باقلانی، وہ قاضی ابو یوسف، وہ محمد بن حسن شیبانی، وہ امام الحرمین ابوالمعالی ۰، اپنے اپنے گوناں گوں علوم وفنون کی بوقلمونیوں کے ساتھ ہرگز ہرگز نہ پائے جاتے، اگر امام بخاری ؒ کی طرح برسہا برس ہر حدیث کی ذاتی تحقیق میں لگے ہوتے۔

کیونکہ یہ سب کو معلوم ہے کہ امام بخاری ؒ نے صحیح بخاری کی تدوین وتحقیق میں پورے سولہ برس کا زمانہ صرف فرمایا ہے، جب کہ ان کے حافظہ میں ہر چیز ہر گوشہ ہر موقع محفوظ تھا، جن کی قوت حافظہ پر جبل الحفظ کا اطلاق تھا، آج بخاری ؒ جیسا بن لینے کے بعد ہر حدیث کی ذاتی تحقیق پر کم از کم اتنا وقت تو ضرور لگے گا جتنا کہ امام بخاری ؒ کے لیے ضروری تھا، ورنہ پوری عمر ختم کرنے کے بعد بھی شاید آج کے علماؤں اور مولاناؤں کو بخاری ؒ جیسی نظر اور وسعتِ حفظ حاصل نہ ہو۔

وہ حافظ ابن حجر ؒ جنہوں نے صحیح بخاری کی شرح فتح الباری لکھی، باوجود کمال

تبحر اور وسعتِ حفظ ونظر کے ہر حدیث کی ذاتی تحقیق اور شرح میں انہوں نے اپنی عمر عزیز کا مسلسل ۲۵ برس صرف فرمایا۔ (اتحاف النبلاء: ۱۱۵)

ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حافظ ابن حجر ؒ کی نظر اور قوت حافظہ اور وسعت علم کا کوئی بھی مماثل اور مد مقابل آج عصرِ حاضر میں تو نہیں ہے، الا ما شاء اللہ جب آپ کو ہر حدیث کی شرح اور ذاتی تحقیق پر ۲۵ برس لگ گئے تو ہم بے مایہ اور تہی دامنوں کی پوری عمریں بھی ذاتی تحقیق کے لیے کافی نہ ہوں گی۔

برادرِ عزیز مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی نے ''الفرقان'' لکھنؤ کے شمارہ جولائی ۱۹۵۵ء میں کیا خوب لکھا ہے:

''اگر اسلاف محققین ہر حدیث کی ذاتی تحقیق کے پیچھے پڑے ہوتے تو جتنا ذخیرہ علوم وہ تیار فرما گئے ہیں، اس کا عشر عشیر بھی تیار نہ ہوسکتا، اس لیے ذاتی و شخصی طور پر تحقیقِ احادیث کا مسلک سرتاسر غیر عملی ہے اور نہ غیر عملی بلکہ تمام دینی خدمات، دینی تصنیفات دینی مجاہدات ومساعی پر بریک لگا دینے والا ہے، اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ محدثین پر پورا پورا اعتماد کیا جائے۔''

حافظ ابن حجر ؒ نے صحیح بخاری کی ہر حدیث کی تحقیق وتشریح وتوضیح میں جن صدہا کتابوں کے حوالے دیئے ہیں، آج وہ کتبِ اسلاف اور متقدمین محدثین کی بیش بہا مؤلفات کمیاب ہی نہیں بلکہ اکثر نایاب ہیں، ذاتی تحقیق کے لیے ان مصنفات کی تلاش و طلب ہی میں عمر کا ایک بڑا حصہ صرف ہوجائے گا۔

ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن دقیق العید، سیوطی • وغیرہ کے حالات میں مذکور ہے کہ انہوں نے مطالعہ اور جمع کتب میں بڑا وقت صرف کیا، تب ان کی نظر میں وسعت پیدا ہوئی کہ وہ ہر حدیث کی ذاتی تحقیق کر سکتے تھے، پھر بھی انہوں نے ایسا نہیں کیا، بلکہ صحیحین پر کامل اعتماد کیا۔ پس مولانا جس آزادی تحقیق اور اختیارِ بحث ونظر کو قائم کرنا چاہتے ہیں، وہ

عقل و درایت کے بھی خلاف ہے ۔

وکم من عائب قولاً صحیحاً وآفته من الفهم السقیم

قبول احادیث کے لیے مقام درایت:

مولانا مودودی صاحب نے جامع صحیح بخاری کی صحت سے جب انکار کیا اور اہل علم نے ان کے اس اظہار خیال پر اعتراضات کئے، تو مولانا نے جامع صحیح پر ایک اور طرح سے حملہ کیا کہ بخاری کی تمام حدیثیں آنکھ بند کر کے نہیں قبول کی جائیں گی، بلکہ ان میں اصول وقواعد کے تحت غور کیا جائے گا۔

''الاعتصام'' کے مدیر شہیر نے اس پر مولانا سے یہ سوال کیا کہ:

''فرمایئے اس گول مول جملے سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ محدثین کی چھان بین اور ان کے اصول وقواعد مراد ہیں یا معتزلہ وغیرہ فرق ضالہ کے؟ ظاہر ہے کہ معتزلہ کسی حدیث کو صحیح السند ہونے کے باوجود اس وقت تک قبول نہیں کرتے، جب تک کہ اس کو اپنی خود ساختہ درایت کے ترازو میں تول نہیں لیتے، معلوم نہیں مولانا مودودی محدثین کے قواعد رد وقبول پر مطمئن ہیں یا معتزلہ کی طرح درایت پر اعتماد کرتے ہیں۔؟!''

(الاعتصام ۱۷ جون ۱۹۵۵ء)

میں اس جگہ تتمیماً للبحث اور جمعاً للفوائد امام بخاری ﷫ کی درایت وفقاہت پر ان کے ہم عصر محدثین اور ائمہ متبحرین کی چند شہادتوں کو پیش کرتا ہوں، تا کہ معلوم ہو سکے کہ امام بخاری ﷫ صرف روایت کے جامع نہ تھے، بلکہ روایت اور درایت دونوں کے اعتبار سے مجمع البحرین تھے، حافظ شیرازی کیا خوب لکھتے ہیں۔

ایں کہ می گویند ''آں بہتر'' ز حسن

یار ما ''ایں'' دارد و ''آں'' نیز ہم

فرماتے ہیں اگر معشوق کے حسن سے زیادہ اس کے ناز و انداز دلربا مانے گئے ہیں تو

not found.

میرا معشوق ''ایں'' یعنی حسن اور ''آں'' یعنی ناز و انداز دونوں سے متصف ہے۔

اسی طرح میں امام المحد ثین الامام البخاری ﷫ کے متعلق کہتا ہوں کہ امام عالی مقام حسن روایت اور آں درایت دونوں میں فرد کامل ہیں۔قبل اس کے کہ امام بخاری کی درایت و فقاہت سے متعلق شہادتیں پیش کی جائیں، تمہیداً درایت کے متعلق کچھ گزارشات ملاحظہ فرمالیجئے:

مقام درایت:

درایت کے معنی سمجھ و عقل و فہم کے ہیں، بے شک شریعت میں کوئی بات خلافِ عقل نہیں ہے، لہٰذا درایت ہر صحیح روایت کے ساتھ جمع ہوسکتی ہے لیکن شرط نہیں ہے، کیونکہ نقل صحیح و عقل صریح میں بجائے کسی تعارض کے منفصلہ مانعۃ الخلو کا درجہ ہے، لیکن یہاں ایک باریک فرق کا اچھی طرح سمجھ لینا ضروری ہے، تاکہ معتزلہ و دیگر فرق ضالہ کی طرح دھوکہ نہ کھائیں۔

ایک چیز ہے خلافِ عقل ہونا، ایک چیز ہے عقل سے مدرک نہ ہونا، خلاف عقل کی مثال یہ ہے کہ کوئی دو دو مل کر پانچ بتائے، یہ امر ہمیشہ عقل کے خلاف رہے گا، چاہے زمانہ کیسی ہی ترقی کرے عقل دو دو مل کر چار مانے گی، پانچ کبھی بھی نہ تسلیم کرے گی اور عقل سے مدرک نہ ہوسکنا بالکل دوسری چیز ہے، اس کو خلاف عقل کبھی نہیں کہا جاتا، مثلاً سریر سلیمانی کا ہوا پر اڑنا کہ یہ خلافِ عادت تو ہے، مگر خلاف عقل نہیں، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہوا چھوٹے موٹے تنکوں کو اڑاتی پھرتی ہے اور زور دار ہوا درختوں کو اکھاڑ کر لے جاتی ہے، تو اب باصول ﴿وَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ﴾ حضرت سلیمان ◆ نے مسخر ہوا کے زور و طاقت سے اگر تخت اڑانے کا کام لے لیا تو اس میں عقلی استبعاد کیا ہے؟

آج ہوائی جہازوں کی ایجاد نے اس امر کا مشاہدہ کرا دیا کہ تخت سلیمان کا واقعہ خلاف عادت تو ضرور تھا، لیکن خلافِ عقل نہ تھا، استبعاد عقلی اسی لیے پیدا ہوتا ہے کہ انسان

نے اپنی طاقت اور خدا کی بے پناہ قدرت کو یکساں قرار دے لیا ہے، آخر آج انسانی ایجاد سے جو امر ممکن ہے، اس کو خدا کی ہمہ گیر قدرت کے لیے عقل کیوں دشوار سمجھ رہی ہے؟ خدا نے اگر سلیمان ◆ کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا تو اس میں استبعاد اور دشواری کیا ہے؟ لیکن اس کے برعکس ایک چیز ایسی بھی ہوتی ہے، جو واضح طور پر خلاف عقل ہوتی ہے اور کسی زمانہ میں اس کا تعقل اور ادراک نہیں کیا جا سکتا، مثلاً اجتماع النقیضین یا ارتفاع النقیضین یہ ہے کہ نہ رات ہو نہ دن ہو، تو ایسی خلاف عقل باتیں شریعت میں آ ہی نہیں سکتیں، اسی واسطے حافظ سخاوی ؒ نے لکھا ہے: ''لا يجوز أن يرد الشرع بما ينافي مقتضى العقل.''

(فتح المغيث: ١/ ٢٦٩ و ظفر الأماني)

کہ شریعت میں تقاضائے عقل کے خلاف خبریں وارد نہیں ہوسکتیں۔

عقل کا حال:

علاوہ ازیں اس پر بھی غور کیجیے کہ عقل کی قوت آخر کتنی ہے کہ وہ ہر چیز پر کنٹرول کرے، عقل بھی انسانی قوتوں کی طرح ایک مختلف المراتب قوت ہے، یعنی جس طرح قوت باصرہ و سامعہ وقوت لامسہ وغیرہ میں اختلاف ہے، چنانچہ کسی کسی کی نگاہ تیز اور دور بیں ہے اور کسی کی کمزور، کسی کی آواز چند قدم پر رک جاتی ہے اور کسی کی میلوں چلی جاتی ہے، چنانچہ حضرت عباس کی آواز آٹھ میل دور تک چلی جاتی تھی۔

(تهذيب الأسماء للنووي: ١/ ٢٥٨ و مرآة الجنان: ١/ ٢٤٧)

اسی طرح عقل کی قوت میں بھی تفاوت ہے، مشہور فلسفی نیوٹن نے ایک مثال دی ہے کہ جس طرح ایک کمزور آدمی سے پختہ دو من کا اٹھنا مشکل ہے، مگر ایک طاقتور پہلوان کے لیے یہ امر بالکل آسان ہے، اسی طرح کمزور عقل کے لیے ایک بات کا ادراک مشکل ہے اور طاقتور عقل کے لیے اس کا مدرک ہوجانا بالکل آسان ہے۔

بہر حال اصل سوال یہ ہے کہ کونسی عقل کو معیار قرار دیا جائے؟ اوسط کو اعلیٰ کو یا پھر اس سے اعلیٰ تر کو اور عقل کی اعلیٰ ترین حد کی حد بندی کیا ہوگی؟ انیسویں صدی کی عقل

not found.

معیار ہوگی یا بیسویں صدی کی؟ کیونکہ ہم فلسفہ قدیم وجدید کے نظریات کی بنیاد پر کہتے ہیں کہ ہر صدی کے محققین اور عقلا نے پچھلی صدی والوں کے اصول ونظریات کو توڑ کر رکھ دیا ہے، تو آخر معیار کونسی صدی کی عقل ہوگی؟ ایسی بودی اور پھس پھسی چیز سے شریعت کے محکم اور مستحکم اصولوں کو پرکھنا آفتاب کی روشنی کو چراغ کی ٹمٹماتی ہوئی لو سے دیکھنے کا ارادہ کرنا ہے۔ اقبال مرحوم نے عقلائے زمانہ کی انہی بے عقلیوں کو دیکھ کر لکھا ہے۔

خرد واقف نہیں ہے نیک وبد سے
بڑھی جاتی ہے ظالم اپنی حد سے

معجزات انبیاء:

انبیاء کرام کے معجزات، فرشتوں کا نزول وعروج، حضور اکرم ﷺ کا معراج جسمانی وغیرہ اس میں سے کوئی چیز خلاف عقل نہیں ہے، البتہ خلاف عادت ہے، کیونکہ خلاف عقل تو یہ ہے کہ کسی چیز کے لیے کوئی قانون اور کوئی سبب نہ ہو، مثلاً آگ کا جلانا عام قانون فطرت ہے، خدا نے اس سبب میں یہ عادت ڈال دی ہے کہ وہ جلائے، لیکن بالکل اس طرح آگ کا نہ جلانا بھی قادرِ مطلق کے تابع امر ہے اور اس کے لیے بھی کوئی خاص قانون اور کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہے، مگر ہمیں اس کا علم نہیں دیا، تو عدم علم سے علم بالعدم کا فیصلہ کیسے کیا جا سکتا ہے؟ نار ابراہیمی نے نہیں جلایا تو اس کے لیے کسی مخفی قانون کے نہ ہونے کا علم کیسے ہوگیا؟ غایت ما فی الباب یہ ہے کہ عام قانون عادیہ کے خلاف ہوتی ہیں۔

احادیث میں فاروق اعظم ♦ کی ایک کرامت کا واقعہ موجود ہے کہ منبر نبوی پر خطبہ پڑھتے ہوئے اچانک "یا ساریة الجبل"[1] فرمایا، یہ صدائے فاروقی مدینہ سے نکل کر نہاوند کے پہاڑوں تک عراق میں پہنچ گئی۔ یہ امر خلاف عقل نہیں صرف عام اسباب

[1] دلائل النبوة للبيهقي (٣/ ١٨١) نیز دیکھیں: السلسلة الصحيحة (١١١٠)

not found.

عادیہ کے خلاف ہے، آج لاسلکی اور وائرلیس نے اس راز کو سمجھا دیا ہے کہ بعید مقامات تک خبریں آناً فاناً پہنچائی جا سکتی ہیں، آج برقی آلات کی مدد سے ایسا ہو رہا ہے اورکل خداوند کریم نے دوش ہوا کو سروش غیبی بنایا، جس نے باذن اللہ فضا کی آواز کو خوب جذب کر کے منزل مقصود تک پہنچا دیا، تو اس میں بعد کیا ہے؟ یہ نظریہ تو آج بنا ہے کہ ریڈیو کی برقی لہروں کے ذریعہ فضا وجوّ کی آوازیں جذب کر کے محفوظ کر لی جا سکتی ہیں، لیکن آج سے صدہا برس پہلے فاروق اعظم ◆ کی اس کرامت میں اس کا نشان ملتا ہے، بلاشبہ قدرتِ خداوندی کی وسعت پیش نظر ہو تو ایسی تمام چیزوں کا تسلیم کر لینا عین تقاضائے ایمان اور مقتضائے عشق الٰہی ہے مولانا رومی نے کیا خوب لکھا ہے۔ؔ

خرد ہر چند نقد کائنات است
چہ مسجد پیش عشقِ کیمیا کار

عقل معیار نہیں ہے:

عقل کو احادیث یا شرع اسلام کے حقائق کے لیے نہ معیار قرار دیا جا سکتا ہے نہ عقل کی مطابقت کو کسی درجہ میں شرط قرار دیا جا سکتا ہے، معتزلہ کی غلطی حضرت علی ◆ کے اس فرمودہ سے صاف ظاہر ہے، حضرت علی ◆ نے فرمایا تھا:

”لو كان الدين بالرأي لكان أسفل الخف أولىٰ بالمسح من أعلاه.“[1]

”یعنی دین کا مدار اگر عقل پر ہوتا تو خف (چرمی موزہ) کے نچلے حصہ کا مسح کیا جانا مطابق عقل تھا۔“

کیونکہ گرد و غبار سے اسی حصہ کو زیادہ واسطہ رہتا ہے، لیکن شرع میں اوپر والے حصہ کے مسح کا حکم آیا ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ عقل کو دین فہمی کے لیے شرط ٹھہرانا سرتاسر باطل خیال ہے۔

---

[1] سنن أبي داود: برقم (١٦٢)

حضرت عمر ♦ نے ایک بار یہ خیال کیا کہ طواف میں رمل کرنا اور دوڑنا کفار مکہ کو اپنی قوت دکھانے کی غرض سے تھا، اب اسلام کا غلبہ ہے، کفار مکہ رہے نہیں تو اب اس کی کیا ضرورت؟ لیکن پھر عقل کے اس فیصلہ سے ڈر گئے کہ ممکن ہے کوئی اور سبب اس کے لیے ہو، جس پر میری عقل محیط نہیں، بایں عقل وفہم حضرت عمر ♦ نے شریعت کے حکم کو برقرار رکھا اور اس کو اپنے عقلی تقاضا کے مطابق نہیں رکھا۔

حضرت شاہ ولی ♋ کے آخری الفاظ یہ ہیں:

"ثم خشي عمر أن يكون له سبب آخر." [1] (حجة الله البالغة: ٢٧٦)

بہر حال یہ اور بات ہے کہ اسلامی حقائق و مسائل کے لیے اس کی توجیہات اور حکمتیں موجود ہیں اور ان کی مصلحتیں بیان کی گئی ہیں، جیسا کہ حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ ♋ نے حجۃ اللہ البالغہ میں احکام شرع کے اسرار و مصالح سے بحث فرمائی ہے اور ان سے پہلے دیگر عارفین امت نے بھی اسرار وحکمت پر کتابیں لکھی ہیں۔ مختصر یہ کہ عقل شرط تو نہیں ہے، البتہ دین فہمی اور ازدیاد بصیرت کے لیے ممد ہوسکتی ہے۔ چنانچہ حدیث غمس ذباب جو بخاری شریف میں مروی ہے، عقل پرستوں کو عقل کے خلاف معلوم ہوتی ہے، لیکن اس کی عقلی مصلحتیں موجود ہیں، حضور ♏ نے فرمایا ہے:

"إذا وقع الذباب في شراب أحدكم فليغمسه ثم لينزعه، فإن في إحدىٰ جناحيه داء، وفي الأخرى شفاء." (بخاری: ١/ ٤٦٧)

''یعنی جب کسی کھانے پینے کی چیز شربت، دودھ، گھی، دال، شوربہ وغیرہ میں مکھی پڑ جائے تو چونکہ اس کے جس پر میں زہر ہوتا ہے، اسی کو وہ پہلے ڈالتی ہے، اس لئے تم اس کو ڈبو کر پھینک دو، تاکہ دوسرے پر میں جو شفا ہے، وہ تمہیں حاصل ہوجائے۔''

---

[1] صحيح البخاري، برقم (١٥٢٨)

not found.

عقل پرستوں کو دوبارہ ڈبونا اور اس میں شفا کا سمجھنا بعید از عقل معلوم ہوتا ہے، حالانکہ اللہ کی مخلوق میں اس کی نظیریں موجود ہیں۔ "أفعیٰ" کالے سانپ میں زہر بھی ہے اور اس میں تریاق بھی اور شہد کی مکھی میں شہد اور شفا کے ساتھ اس کے اندر ڈنک کا زہر بھی ہے۔ (زاد المعاد: ۲/ ۳۹)

اسی طرح شاہ ولی اللہ ؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں غمس ذباب کے متعلق ارشاد نبوی کی توجیہہ اور اس کی حکمت بیان فرمائی ہے، مصر کے ایک عالم دین نے "مشکلات الحدیث و بیانها" نامی کتاب میں اس قسم کی تمام حدیثوں کو جمع کیا ہے، جن کو خلاف عقل خیال کہا جا رہا ہے، ازاں جملہ یہ حدیث ذباب بھی مع بیان مصلحت وحکمت اس میں موجود ہے۔
(مشکلات الحدیث: ۱۱۱ تا ۱۲۳)

بہر حال مجھے صرف اتنا عرض کرنا ضروری تھا کہ احادیث اور کتاب اللہ کے مسائل وحقائق ومعجزات اور خوارق عادت امور کا اس لیے نہیں انکار کیا جا سکتا کہ وہ معتزلہ کے خود ساختہ اصولِ درایت اور تقاضائے عقل کے مطابق نہیں ہیں کیونکہ کتاب وسنت کا کوئی بھی عقیدہ اور کوئی بھی حقیقت عقل ودرایت کے خلاف ہرگز نہیں ہے، گو بادی الرائے میں کوئی امر عقل ودرایت کے خلاف معلوم ہو، مگر حقیقت میں اس کی کوئی نہ کوئی توجیہہ اور کوئی نہ کوئی حکمت ومصلحت ضرور موجود ہوتی ہے، اسی طرح خوارق عادت کے لیے بھی کوئی نہ کوئی قانون کوئی نہ کوئی سبب غیر عادی سہی موجود ہوتا ہے، گو ہمیں اس کا علم نہیں ہوتا، بہر حال کوئی حدیث خلاف عقل نہیں ہو سکتی۔

حافظ ابن القیم، ابن قتیبہ دینوری • وغیرہ نے ایسی کتابیں لکھی ہیں، جن میں مستقلاً ان تمام احادیث کا جواب دیا گیا ہے، جن کو بظاہر خلاف فہم وخلافِ عقل سمجھا گیا ہے، اعلام الموقعین تاویل مختلف الحدیث وغیرہ اس بحث پر کافی وشافی ہیں۔

حضرت سعید بن جبیر سے ایک شخص نے اپنی عقل سے کام لے کر کسی حدیث کو قرآن کے مخالف بتایا، تو سعید نے جواب دیا:

"كان رسول الله صلى الله عليه وسلم أعلم بكتاب الله منك."

(دارمی : ۷۷)

''رسول اللہ ﷺ قرآن کریم کے مطلب کو تجھ سے زیادہ بہتر جانتے تھے۔''

آج کے منکرین حدیث احادیث کو اس لیے بھی نہیں تسلیم کرنا چاہتے کہ ان کے نزدیک بعض مضامین خلاف عقل ہیں، چنانچہ حدیث بخاری کذبات ابراہیم، ❶ حضرت موسیٰ ◻ کا فرشتہ کو تھپڑ مارنے کا واقعہ یا بندروں کا زنا پر سزا دینا، ان کے نزدیک خلاف عقل و خلاف تواتر ہے، ان کے معقول و متوازی جوابات سے اخی المکرّم حضرت مولانا اسماعیل صاحب گوجرانوالہ اپنی پر مغز تصنیف ''جماعتِ اسلامی کا نظریہ حدیث'' میں فارغ ہو چکے ہیں، جسے شوق ہو ملاحظہ کرے۔

بہر حال حدیث کے اصل مطلب و مفہوم میں کوئی بُعد اور کچھ بھی وجہ انکار نہیں ہے، البتہ خلاف سمجھنے والے ہی کی عقل میں فساد و نقص ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ ؒ فرماتے ہیں کہ کوئی حدیث خلافِ عقل نہیں ہے، لیکن اگر کبھی کوئی حدیث خلاف قیاس نظر آئے یعنی قیاس و حدیث میں بظاہر تطبیق نہ ہو سکے تو ان میں سے ایک ضرور ضعیف ہوگا، ہوسکتا ہے کہ خود قیاس ہی غلط ہو کیونکہ قیاس صحیح و قیاس فاسد میں تمیز کرنا ہر ایک کے لیے آسان نہیں ہے۔الفاظ یہ ہیں:

"إن المعقول الصحيح لا يخالف المنقول الصحيح بل متى رأيت قياسا يخالف أثراً فلا بد من ضعف أحدهما... الخ"

(إعلام الموقعين: ۲/ ٤)

معلوم ہوا جس عقل سے حدیث کی تغلیط کی جاتی ہے، کبھی خود اسی میں فساد ہوتا

---

❶ مشکلات الحدیث میں موسیٰ ◆ کے تھپڑ مارنے کا جواب (ص: ۱۸۰، ۱۸۸) اور کذبات ابراہیم کا نفیس ترین جواب (ص: ۲۲۱،۲۲۲) مفصل موجود ہے اور اسی طرح حدیثِ دجال، حدیث معراج، حدیث شق قمر، حدیث سجود الشّمس تحت العرش وغیرہ اعتراضات کے بہترین جوابات اس میں موجود ہیں۔(مؤلف)

not found.

ہے، پس ہر مدعی عقل و قیاس کو یہ اجازت نہ ہونی چاہیے کہ وہ کتاب وسنت کے مضامین کو اپنی عقل خام سے پرکھے، ہر عقل عام و قیاس خام کو حدیث کے پرکھنے کا حق دینا قطعاً ضلالت و جہالت ہے۔

اصول درایت:

اب رہی یہ بات کہ محدثین نے فقہ و درایت سے کام لیا ہے یا نہیں؟ تو اصل یہ ہے کہ درایت الحدیث اور اس کے اصول کے موجد خود ائمہ حدیث ہیں اور ائمہ حدیث نے ان اصول موضوعہ کے تحت حدیثوں کو خوب جانچا اور پرکھا ہے، نواب صدیق الحسن خان صاحب لکھتے ہیں:

”العلم بدراية الحديث هو علم باحث عن المعنى المفهوم من ألفاظ الحديث، وعن المراد منها، مبنيا على قواعد العربية وضوابط الشريعة، ومطابقا لأحوال النبي صلى الله عليه وسلم... الخ“

(أبجد العلوم: ٤٣٦)

یعنی درایت ایک مستقل فن ہے، اس علم کا تمام تر تعلق الفاظ حدیث کے معانی و مطالب سے اور عربی لغت و آداب کے قواعد اور شریعت کے دیگر ضوابط و نصوص سے ہے اور آنحضرت ﷺ کے حالات و عادات مبارکہ کی مطابقت و عدم مطابقت وغیرہ امور کے لحاظ ورعایت کے بعد حدیث کی صحت و عدم صحت کا فیصلہ ہوتا ہے۔

بنا بریں اصولِ حدیث کی کتابیں درایت الحدیث کا درجہ رکھتی ہیں۔

درایت الحدیث کی ایک مثال:

بعض احادیث کو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرنے والوں نے منسوب کر دیا ہے، لیکن جب محدثین کرام نے ان کے معانی و مطالب پر غور کیا اور احادیث شریفہ کے نصوص سے اس کی مطابقت تلاش کی اور آنحضرت ﷺ کے حالات و عادات پر نظر ڈالی تو

not found.

ان کو واضح ہوا کہ یہ حدیث دیگر ضوابطِ شریعت اور عاداتِ آنحضرت ﷺ کے یکسر خلاف ہے، پس درایت الحدیث سے کام لے کر انہوں نے ایسی حدیث کو رد کر دیا۔ چنانچہ امام طبرانی معجم کبیر میں ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے مانند حلہ پہن کر مدینہ سے کچھ فاصلہ پر رہنے والے بعض اصحاب نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے آنحضرت ﷺ نے اجازت دی ہے کہ میں جس گھر میں چاہوں ان کی عورتوں کو جھانک اور دیکھ سکتا ہوں، ان اصحاب النبی ﷺ نے سوچا:

”عهدنا برسول الله صلى الله عليه وسلم لا يأمر بالفواحش“

کہ ہمیں آنحضرت ﷺ کی عاداتِ مبارکہ معلوم ہیں، وہ ایسی فحش باتوں کی تلقین نہیں کر سکتے۔ بہر حال ان لوگوں نے اس شخص کو ایک گھر میں ٹھہرایا اور اس کی لاعلمی میں تحقیق حال کے لیے آنحضرت ﷺ کے پاس اپنے آدمیوں کو بھیجا، آنحضرت ﷺ اس شخص کا پُرفریب ماجرا سن کر بہت خفا ہوئے اور حضرت ابوبکر وعمر ♦ کو بھیجا کہ تم دونوں جاؤ اور اگر وہ زندہ ملے تو قتل کر دو اور اس کے جسم کو آگ سے جلا دو۔ یہ حضرات جب وہاں پہنچے تو یہ شخص ان کو وہاں مردہ ملا، کیونکہ رات کو یہ شخص جب پیشاب کے لیے باہر نکلا تو اسے سانپ نے ڈس لیا اور اس کی موت واقع ہوگئی۔ حضرت ابوبکر ♦ وحضرت عمر ♦ نے حسب الحکم اسے آگ سے جلا کر راکھ کا ڈھیر کر دیا اور جا کر عرض حال کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار“[1]

(مجمع الزوائد: ١/ ٥٧)

محدثین نے اس روایت کو اصول درایت سے بھی غلط ٹھہرایا ہے:

اول: تو شریعت کے دیگر ضوابط کو دیکھا تو اس کے خلاف نظر آیا کیونکہ تمام احادیث متعلقہ باب میں لوگوں کے گھر میں جھانکنے تاکنے کی ممانعت صاف طور پر موجود ہے۔

---

[1] المعجم الأوسط (٢/ ٣١٩٨) اس کی سند میں عطاء بن السائب راوی مختلط ہے، ان سے وہیب بن خالد روایت کرتے ہیں، جنہوں نے عطاء سے بعد از اختلاط سماع کیا ہے۔

not found.

دوئم: یہ کہ عادات نبویہ پر غور کیا گیا تو اس کی کہیں دوسری مثال نہیں کہ آنحضرت ♏ نے کسی وقت اور کسی حال میں مردوں کو جلانے کا حکم دیا ہو۔

سوئم: انہوں نے حدیث مذکورہ بالا پر اس طرح بھی غور کیا کہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو لازم آئے گا کہ نبی کریم ♏ کے اصحاب افتراء علی النبی اور تعمد کذب سے کام لیتے ہوں، حالانکہ نبی ♏ کے تزکیہ وتربیت کے بعد ایک صحابی کا بھی آنحضرت ♏ پر حدیث گھڑ کر منسوب کرنا ثابت نہیں ہے۔

(مقدمه ابن الصلاح : ١٤٩ و مجمع البحار: ٢/ ٥٤٤)

یہی بات حضرت شاہ ولی ♋ نے تحریر فرمائی ہے، ان کے کلمات یہ ہیں:

"لقد تتبعنا سيرة الصحابة كلهم: فوجدناهم يعتقدون الكذب على النبي صلى الله عليه وسلم أشد الذنوب، ويحترزون عنه غاية الاحتزار." (ظفر الأماني: ٣١٣)

یعنی ہم نے صحابہ کرام کے حالات وسیر کو کمال تلاش اور نظر غور سے دیکھا تو یہ مشترک عقیدہ اور نصب العین سب حضرات میں جلوہ گر پایا کہ یہ سب کے سب نبی کریم ♋ پر جھوٹ بولنے یا غلط بات کے انتساب واضافہ کرنے سے کوسوں دور رہے اور کذب علی النبی ♏ کو سب سے بڑا گناہ سمجھتے اور تعمد کذب سے بغایت احتراز و اجتناب رکھتے تھے۔ [1]

ایک واقعہ:

تاریخ صغیر میں امام بخاری ♋ نے ایک ایسے بزرگ کا واقعہ قلم بند کیا ہے، جنہوں نے نبی کریم ♏ کا صرف زمانہ پایا تھا، ان کو مختار ثقفی نے راستہ جاتے ہوئے اپنے ملازمین کے ذریعہ گرفتار کرایا اور یہ خواہش ان سے ظاہر کی کہ تم نے نبی ♏ کا زمانہ پایا ہے، میں ان کے واسطے سے اپنے مفید مطلب باتوں کی روایت کروں گا، تمہاری

[1] اس پر مفصل ومبسوط بحث میری تالیف "صیانۃ الحدیث" میں ملاحظہ فرمائیے۔ (مؤلف)

خاموشی اور روا داری پر سات سو دینار بطور انعام دوں گا، شیخ نے یہ سن کر کہا:

"الكذب على النبي صلى الله عليه وسلم النار، وما أنا بفاعل."

(تاريخ صغير: ٧٤)

''یعنی نبی اکرم ﷺ پر جھوٹ بولنے والے کی سزا جہنم کی آگ ہے، میں ایسی حرکت نہیں کر سکتا۔''

اس سے معلوم ہوا کہ کذب علی النبی ﷺ کی اس وعید کا صحابہ کرام وشیوخ عظام پر بڑا ہی اثر تھا اور ان کے سامنے یہ وعید ہمیشہ مستحضر رہتی تھی۔ پس وہ کذب علی النبی ﷺ خود تو کیا کرتے، دوسروں نے جب کبھی اس کی خواہش کی تو انکار کرتے ہوئے ان سے کہا

انہی وجوہ سے حافظ سخاوی ؒ نے لکھا ہے کہ اس واقعہ میں جھوٹ بولنے والے نے آپ کے دین پر عیب لگانے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اس حدیث کو گھڑ کر کے آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کر دیا تھا، لیکن الحمدللہ قلعی کھل گئی۔ (فتح المغيث: ١١٠)

اس سے معلوم ہوا کہ محدثین نے اس حدیث پر درایتاً غور کیا اور اس مدعی کی بیان کردہ حدیث کے ہر جزو کو دین محمدی کے خلاف ایک خلل وعیب قرار دیا۔ بہر حال ضوابطِ شریعت اور حالات و عاداتِ نبوت کے تحت حدیث نبوی کی تحقیق وتفتیش کرنا اور بیان کرنے والے پر نظر ڈالنا کہ وہ کیسا ہے؟ اور اس نے کس سے سنا؟ پھر وہ کیسا ہے؟ هلم جراً یہ تمام امور ضروری ہیں اور ایک محدث درایت اور روایت کے انہی دوگانہ اصول سے کام لیتا ہے۔ چنانچہ روایت مذکورہ بالا کے متعلق محدثین نے اس امر پر بھی غور کیا ہے کہ یہ روایت جس طرح درایتاً صحیح نہیں ہے، سنداً بھی صحیح نہیں ہے، اس کے بعض راوی ضعیف اور واہی الحدیث ہیں اور بعض راوی مختلط الحافظہ ہیں۔ (مجمع الزوائد: ١/ ٥٧)

بلاشبہ محدثین نے راوی کے حالات واوصاف کے ساتھ روایت کی رکاکت اور دیگر

ضوابطِ شریعت کی مطابقت و عدمِ مطابقت وغیرہ امور سے بھی بحث کی ہے، یہی در اصل درایۃ الحدیث ہے۔ خداوندِ کریم نے امام بخاری ♋ کو درایت و فقاہت سے حظ وافر عطا فرمایا تھا، اور یہ ان کے تراجم ابواب سے بھی ظاہر ہے۔ انسائیکلو پیڈیا کے مؤلفین نے بھی یہ شہادت نقل کی ہے کہ صحیح بخاری اپنے پیرا گراف (ابواب) اور پیرا گرافوں کے عنوانات (تراجم ابواب) سے فقہ کی مکمل کتاب معلوم ہوتی ہے۔ (انسائیکلو پیڈیا آف اسلام: ۱/ ۷۸٤)

درایتِ حدیث میں امام بخاری کا مقام:

امام بخاری ♋ کی درایت و فقاہت پر ائمہ حدیث کی شہادتیں ابھی آپ ملاحظہ کریں گے، سر دست امام بخاری ♋ کی درایت کے دو ایک واقعات ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ ایک حدیث میں ہے کہ بریرہ □ کو، جو حضرت عائشہ □ کی لونڈی تھیں، کسی نے کچھ گوشت صدقہ کے طور پر دیا، حضرت عائشہ □ نے اس گوشت کو یہ کہہ کر نہیں لیا کہ یہ گوشت صدقہ کا ہے اور آپ ♏ صدقہ نہیں کھاتے، آنحضرت ♏ نے فرمایا کہ بریرہ کے لیے بے شک صدقہ ہے، لیکن اگر بریرہ مجھے دے تو میرے لیے ہدیہ ہے۔

امام مسلم ♋ نے اس حدیث کو باب الصدقہ میں درج کیا ہے، مگر امام بخاری ♋ نے اس حدیث سے متعدد نتائج پیدا کئے ہیں اور مختلف ابواب میں درج کیا ہے۔ ایک موقعہ پر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جن لوگوں پر صدقہ حرام ہے، ان کی لونڈیوں کو صدقہ دینا جائز ہے، کیونکہ ازواج رسول اللہ ♏ کی لونڈیوں نے صدقہ لیا اور آنحضرت ♏ مانع نہیں ہوئے۔ ایک اور موقع پر اسی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ اگر کسی شخص کو صدقہ دیا جائے اور وہ کسی ایسے شخص کو وہ چیز ہدیہ کے طور پر دے جس پر صدقہ حرام ہے، تو اس کو قبول کرنا جائز ہے۔ [1] وغیر ذلك.

۲۔ اسی طرح امام بخاری ♋ جزء القراءۃ میں لکھتے ہیں کہ کچھ لوگ فاتحہ خلف الامام کے بارہ میں بعض صحابہ کا یہ قول پیش کرتے ہیں کہ جو کوئی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھے

---

[1] صحيح البخاري، برقم (١٤٢٢، ١٤٢٤)

not found.

گا، اس کے منہ میں نجاست یا آگ بھر دی جائے گی۔ ❶

امام بخاری ♋ نے اس کو اصول درایت پر بھی جانچا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ صحابہ کا امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا ثابت ہے اور رسول اکرم ♏ کے اصحاب کا طریقہ نہ تھا کہ کسی مسئلہ میں باہم مختلف ہوں، تو کلمات زشت و درشت منہ سے نکالیں، بلکہ یہ کہا کرتے تھے کہ خدا رحم کرے فلاں پر، یہ واقعہ اُس طرح نہیں اس طرح ہے۔ ایسی حالت میں یہ خلاف درایت ہے کہ کوئی صحابی رسول اکرم ♏ کے عام اصحاب کے فاتحہ خلف الامام پڑھنے کا علم رکھتے ہوئے اس طرح کہے کہ قرأت فاتحہ پڑھنے والے کے منہ میں نجاست یا آگ بھر دی جائے گی۔ علاوہ زشتی کلمہ کہ یہ اُمور صحابہ کرام کی تہذیب و شرافت سے بھی بعید ہیں، پس صحابہ ⌂ کے منہ سے اس قسم کے جملہ کا نکلنا درایت کے بھی خلاف ہے۔

امام بخاری ♋ کی درایت و فقاہت پر شہادتیں:

۱۔ حافظ ابن حجر ♋ نے امام بخاری ♋ کے متعلق لکھا ہے:

"جبل الحفظ و إمام الدنيا في فقه الحديث." (تقريب التهذيب:)

''یعنی امام بخاری ♋ قوت حافظہ کے پہاڑ ہیں اور حدیث کی فقاہت میں دنیا بھر کے امام ہیں۔''

۲۔ احمد بن ابی بکر زہری ♋ نے فرمایا:

"محمد بن إسماعيل أفقه عندنا، وأبصر بالحديث من أحمد بن حنبل." (مقدمه فتح الباري: ٥٦٨)

''محمد بن اسماعیل بخاری ♋ ہمارے نزدیک حدیث کی فقاہت اور بصیرت میں امام احمد بن حنبل سے بھی بڑھ کر ہیں۔''

یہ بلند پایہ فقیہہ کی شہادت ہے، کیونکہ یہ احمد بن ابی بکر اپنے کمال علم وفضل کے

---

❶ جزء القراءة للبخاري، برقم (٣٩، ٤٠)

سبب ہارون رشید کی طرف سے مدینہ کے عہدہ قضا پر مامور تھے۔ ان کی نسبت حافظ ذہبی ؒ نے لکھا ہے: ”كان إماما في السنة والأحكام فقيهاً فصيحاً بليغاً“

”یعنی سنن و احکام کی معرفت میں امام وقت تھے اور فقاہت و فصاحت لسان میں معروف ومشہور تھے۔“

۳۔ ایک مرتبہ ایک شخص امام قتیبہ بن سعید ؒ سے مدہوشی کی حالت میں دی گئی طلاق کی نسبت مسئلہ دریافت کر رہا تھا کہ امام بخاری ؒ تشریف لے آئے، تو امام قتیبہ ؒ نے سائل سے فرمایا:

”هذا أحمد بن حنبل و إسحاق بن راهويه وعلي بن المديني قد ساقهم الله إليك، وأشار إلى البخاري.“ (مقدمه فتح الباري: ٥٦٩)

”یعنی امام بخاری ؒ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: یہ دیکھو! خدا نے تمہارے سوال کے جواب کے لیے احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ اور علی بن مدینی • کو پہنچا دیا۔“

اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام بخاری ؒ ان تمام حضرات کے علوم روایت و درایت و حدیث و فقاہت کے جامع و حافظ تھے۔ واضح ہو کہ یہ شہادت بھی کسی معمولی شخص کی شہادت نہیں ہے، یہ قتیبہ بن سعید امام مالک اور امام لیث کے شاگرد اور امام مسلم و ابوداود و ترمذی و نسائی • کے شیخ ہیں اور بڑے امام مانے جاتے ہیں۔
(نيل الأوطار: ١٢، ١٣)

چونکہ امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، علی بن مدینی • کا ذکر اس میں آ گیا ہے اس لیے ان حضرات کی درایت و فقاہت سے متعلق یہ چند سطور پڑھتے چلئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ ؒ فرماتے ہیں:

”وكان أعظمهم شأنا وأوسعهم رواية وأعرفهم للحديث مرتبة

not found.

وأعمقهم فقهاً أحمد بن محمد بن حنبل و إسحاق بن راهويه.“
(حجة الله البالغه، باب الفرق بين أهل الحديث وأصحاب الرأي)

’’یعنی محدثین میں سب سے زیادہ شان والے اور سب سے زیادہ روایت کرنے والے اور حدیث کے مراتب سب سے زیادہ پہچاننے والے اور فقہ اور اجتہاد میں زیادہ گہرائی رکھنے والے امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ ہیں۔‘‘

اور علی بن مدینی ؒ کے متعلق علامہ ذہبی ؒ لکھتے ہیں کہ ان کی جلالت شان کا یہ عالم کہ امام احمد بن حنبل ؒ کبھی ان کا نام نہ لیتے، بلکہ کنیت سے یاد کرتے، بعض ائمہ نے علی بن مدینی ؒ کا درجہ امام احمد ؒ سے بھی بڑھا ہوا سمجھا ہے۔
(تذكرة الحفاظ: ٢/ ١٥)

امام بخاری ؒ ان کے متعلق فرمایا کرتے تھے:

”ما استصغرت نفسي عند أحد قط إلا عنده.“ (تهذيب الأسماء: ١/ ٣٥١)

’’میں نے اپنے نفس کو صرف علی بن مدینی ؒ کے سامنے حقیر پایا۔‘‘

علی بن مدینی ؒ امام بخاری ؒ کے اَجلہ شیوخ میں سے ہیں۔
(تقريب التهذيب: ٢٧٢)

ائمہ حدیث کے سلسلہ میں ابن راہویہ، ابن مدینی • وغیرہ تمام مشاہیر کا مبسوط تذکرہ میری کتاب ’’صیانۃ الحدیث‘‘ میں ملاحظہ فرمایئے۔

یہاں اس کے نقل کرنے سے صرف اس قدر مقصد ہے کہ امام بخاری ؒ کے معاصر محدثین اور ان کے جلیل القدر شیوخ نے امام بخاری کا درجہ ان مسلم الثبوت فقہائے امت پر فقاہت و درایت کے اعتبار سے بھی بلند و بالا تر بتلایا ہے، یہ معاصر وہ تھے جو ان ائمہ کرام اور امام بخاری ؒ سے بھی بخوبی واقف تھے۔ پس ان کی تفصیل سے اگر زیادہ نہیں تو کم از کم اس بات کا اعتراف تو لازمی ہے کہ امام بخاری ؒ درایت و روایت و

not found.

فقاہت و استنباطِ احکام و مسائل میں بلند مرتبہ رکھتے تھے۔

۴۔ محمد بن بشار نے فرمایا: "هذا أفقه خلق الله في زماننا"

''یعنی امام بخاری ہمارے زمانے میں سب سے بڑھ کر فقیہہ ہیں۔'' (مقدمه فتح: ٥٦٩)

مزید یہ کہ آپ امام بخاری ؒ کو "سيد الفقهاء" کے لقب سے یاد فرماتے تھے۔
(تهذيب التهذيب: ٩/ ٥٠ و تهذيب الأسماء: ١/ ٦٨)

واضح ہو کہ محمد بن بشار ؒ امام بخاری ؒ و امام مسلم ؒ کے شیخ ہیں۔
(تهذيب الأسماء: ١/ ٦٨)

نیز امام ابو داود، ترمذی و نسائی • کے بھی شیخ ہیں۔ (نيل الأوطار: ١/ ١٣)

۵۔ حافظ ابن کثیر ؒ نے امام راہویہ ؒ کا مقولہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ امام بخاری ؒ اگر حسن بصری ؒ کے زمانہ میں ہوتے تب بھی احادیث کے فہم معرفت اور فقہ و درایت میں لوگ امام بخاری ؒ کے محتاج ہوتے۔
(البدايه والنهايه: ١١/ ٢٥ وكذا في تهذيب التهذيب: ٩/ ٥٣)

٦۔ یعقوب بن ابراہیم دورقی اور نعیم بن حماد خزاعی • نے کہا:

"محمد بن إسماعيل فقيه هذه الأمة."

''یعنی امام بخاری ؒ امت محمدیہ کے فقیہہ ہیں۔''
(مقدمه فتح الباري: ٥٦٩ و تهذيب التهذيب: ٩/ ٥١)

۷۔ امام دارمی ؒ نے فرمایا:

"قد رأيت العلماء بالحرمين والحجاز والشام والعراق فما رأيت فيهم أجمع من محمد بن إسماعيل، وهو أعلمنا وأفقهنا."
(مقدمه فتح البارى: ٥٧١)

''یعنی دارمی (صاحب مسند دارمی) نے فرمایا کہ میں نے حرمین (مکہ و مدینہ) اور حجاز و عراق اور شام میں پھر کر تمام علماء کو دیکھا، مگر ان میں سے کسی کو امام بخاری ؒ جیسا جامع نہیں پایا، وہ ہماری جماعت محدثین میں سب سے زیادہ

عالم اور سب سے زیادہ فقیہہ ہیں۔''

۸۔ حافظ اسماعیلی ﷫ صاحب کتاب المدخل و حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی ﷫ نے امام بخاری ﷫ کے کمال فقاہت پر شہادت دی ہے۔ (مقدمه فتح البارى: ١٤)

۹۔ امام قسطلانی ﷫ لکھتے ہیں:

''إن كتاب البخاري الجامع أتى من صحيح الحديث و فقهه بما لم يسبق إليه.'' (إرشاد الساري: ١/ ٢)

''یعنی صحیح بخاری حدیث اور فقہ حدیث پر ایک غیر مسبوق و عدیم المثال کتاب ہے۔''

۱۰۔ حافظ ابن الصلاح وغیرہ ائمہ و مورخین نے لکھا ہے کہ امام بخاری جب بغداد تشریف لے گئے تو وہاں کے محدثین اور فقہاء آپ کے پاس جمع ہو کر آئے اور سو حدیثوں کے متن اور سند کو مقلوب کر کے آپ کا امتحان لیا، آپ نے ان کی سو مقلوب روایتوں کو پہلے سنا دیا، پھر صحیح السند والمتن سو روایتوں کو سنا دیا، سب نے آپ کے کمال و فضل کا اعتراف کیا اور سب نے متفق اللفظ ہو کر امام بخاری کی روایت و درایت میں یکتائے زمانہ کی گواہی دی، الفاظ یہ ہیں:

''واعترفوا بفضله، وشهدوا له بتفرده في الرواية والدراية.''

(مقدمه ابن الصلاح: ٤٥ وفيات الأعيان لابن خلكان: ٣/ ٣٢٩ و مرآة الجنان: ٢/ ١٦٧ و إتحاف النبلاء: ٣٥٠)

۱۱۔ حضرت شاہ ولی ﷫ نے شرح تراجم ابواب بخاری میں امام بخاری ﷫ کی فقاہت و دقتِ نظر اور قوت اجتہاد و استنباط کا اعتراف فرمایا۔ (رساله شرح تراجم بخاری: ١٣)

۱۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

(اتحاف النبلاء: ٣٥٠)

اس میں امام کی فقہ ومعرفت کا اعتراف موجود ہے۔

۱۳۔ نواب صدیق الحسن خاں صاحب ؒ لکھتے ہیں:

(إتحاف النبلاء: ٣٥٣)

(اتحاف: ٤٩)

''یعنی امام کی فقاہت اورفہم درایت ان کے ابواب وتراجم سے خود ظاہر ہے کہ لوگ ان کی وسعت نظر وسیلان ذہن سے متحیر ہیں۔''

۱۴۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلی ؒ لکھتے ہیں:

"جلالة قدر البخاري ودقة فهمه وسعة نظره وغوره وفكره مما لا يخفىٰ على من انتفع بصحيحه." (الفوائد البهمية)

''یعنی جو شخص صحیح بخاری سے بہرہ یاب ہوا ہے، اس پر امام بخاری ؒ کی جلالت شان اوران کی باریک بینی اور فقاہت اورفکر ونظر کی باریکی پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔''

۱۵۔ علامہ ابن جوزی ؒ نے بسند صحیح محمد بن ابی حاتم ؒ کا چشم دید واقعہ لکھا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں ایک مدت سے دیکھتا رہا کہ امام بخاری ؒ رات میں بستر پر جانے کے بعد پندرہ پندرہ بیس بیس مرتبہ بستر سے اٹھا کرتے اور چراغ روشن کر کے دفتر احادیث نکالتے اوراس پر کچھ ریمارک فرماتے،نشانات لگاتے۔

(صفة الصفوة: ٤/ ١٤٤)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام بخاری ؒ کو احادیث کے جمع وترتیب اوراس

not found.

سے فقیہانہ طور پر اجتہاد و مسائل و استنباط احکام کے لیے کس قدر محنت و شب بیداری میں سالہا سال مصروف ومنہمک رہنا پڑا ہے، کسی نے کیا خوب لکھا ہے۔

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

امام بخاری ؒ نے جس زمانہ میں صحیح بخاری کی ترتیب وتصنیف شروع کی ہے، وہ زمانہ امام بخاری ؒ کے جامع بین الروایت والدرایت ہونے کا تھا، کیونکہ حافظ سخاوی ؒ نے قاضی عیاض ؒ کا بیان نقل کیا ہے کہ صحت روایت بیس برس کی عمر میں اور درایت چالیس برس کے زمانہ میں حاصل ہوتی ہے۔ (فتح المغيث: ١٦٦)

چونکہ امام بخاری ؒ نے جوانی کا زمانہ ڈھل جانے کے بعد صحیح بخاری کے اجزاء کا لکھنا شروع کیا تھا۔ (مقدمه فتح الباری: ٥٦٨ و تهذيب الأسماء للنووي: ١/ ٧٥)

اس لئے امام بخاری ؒ کا جامع بین الروایت والدرایت ہونا اس طرح سے بھی ظاہر ہوگیا۔ الغرض ان کے محدثانہ وفقیہانہ ذہن و حافظہ سے صدہا ہزارہا مسائل و احکام مستخرج ہوئے ہیں، جو ان کی درایت وفقاہت اور مجتہدانہ بصیرت ومعرفت پر دال ہیں۔ پس جہاں تک امام بخاری ؒ کی درایت وفقاہت اور ملکہ استنباط و اجتہاد کا تعلق ہے، امام بخاری ؒ اس باب میں بھی بے مثال و بے نظیر گزرے ہیں اور اسی طرح آپ کی تصنیف صحیح بخاری جامع بین الروایت والدرایت ہونے کے اعتبار سے بے نظیر و بے مثال کتاب ہے۔ حتی لا یرام فوقها ۔

not found.

امام بخاری ؒ بحیثیت محقق و مجتہد

امام بخاری ؒ مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب کے پابند اور مقلد نہ تھے، ایک محقق کی طرح تعصب اور بیجا طرفداری اور تقلید کی بندشوں سے دور تھے۔ امام بخاری ؒ اسی مسلک پر چلے جس طرف ان کے حق پسند دل نے گواہی دی، چنانچہ آپ نے جس طرح ''بعض الناس'' فقرہ کے ذریعہ بہت سے حنفی مسائل پر تنقید فرمائی، اسی طرح مالکیہ و شافعیہ سے بھی اختلاف کیا اور اسی طرح حنابلہ کے بھی مشہور مسائل کے خلاف اپنی تحقیق تراجم ابواب میں ظاہر فرمائی، لیکن ارباب تقلید کا شیوہ یہ ہے کہ جب کسی محدث کا مسلک کسی خاص امام سے زیادہ ملتا جلتا ہو تو اس محدث کو اسی امام کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ ؒ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

> ”وكان صاحب الحديث أيضاً قد ينسب إلى أحد المذاهب لكثرة موافقته له كالنسائي والبيهقي ينسبان إلى الشافعي.“ ❶
>
> ''یعنی امام نسائی و امام بیہقی کو بکثرت موافقت کے سبب لوگوں نے امام شافعی کی طرف منسوب کر دیا۔''

اسی بنا پر امام بخاری ؒ کو بھی علامہ تاج الدین سُبکی نے طبقات شافعیہ میں شمار کیا ہے۔ (الإنصاف: ٦٧) حالانکہ امام بخاری ؒ فی الواقع مقلد نہ تھے، بارہا امام شافعی ؒ کے مسائل سے بھی امام بخاری ؒ نے اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ خود حضرت شاہ ولی اللہ ؒ نے صراحت فرمائی ہے، وہ لکھتے ہیں:

> ”وأما البخاري فهو وإن كان منتسباً إلى الشافعي موافقا له في

❶ حجة الله البالغة (ص: ٣٢٢)

not found.

كثير من الفقه خالفه أيضاً في كثير." (الإنصاف: ٧٩)

یعنی کثرت موافقات کے سبب امام بخاری رحمہ اللہ کی نسبت امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف کی گئی ہے، لیکن جس کثرت سے موافقت ہے، اسی کثرت سے بہت سے مسائل میں امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک سے مخالفت بھی موجود ہے۔"

مثلاً شافعیہ کا مسلک ہے کہ زکوۃ کو مقامی فقراء ہی میں تقسیم کیا جانا ضروری ہے، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے ترجمة الباب میں اس کی مخالفت فرمائی ہے۔
(صحیح بخاری: ١/ ٢٠٢)

وہ اس موقع پر فرماتے ہیں کہ زکوۃ اغنیاء سے لی جائے اور فقراء کو دی جائے، وہ جہاں کہیں بھی ہوں، اس میں مالکیہ کی بھی مخالفت ہوگئی۔ لأن الأصح عند الشافعية والمالكية عدم الجواز۔

اسی طرح شافعیہ کے یہاں قیام جمعہ کے لیے چالیس آدمیوں کی شرط ہے، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بارہ آدمیوں کے ساتھ نماز جمعہ ادا فرمائی۔ خود ترجمہ باب میں اپنے اس فقہی مسلک کو اس طرح ظاہر فرمایا:

"فصلوة الإمام ومن بقي جائزة." (صحیح بخاری: ١/ ١٢٨)

یہ مسلک شافعیہ کے قطعاً خلاف ہے۔ ولا يصح توجيه الشافعي على أنهم رجع منهم تمام أربعين فأتم بهم الجمعة."

امام بخاری رحمہ اللہ کی اسی آزاد روش وعدم تقلید کے سبب حضرت العلام جناب مولانا سید انور شاہ صاحب دیوبندی نے صاف طور سے لکھا ہے:

"إن البخاري عندي سلك مسلك الاجتهاد، ولم يقلد أحداً في كتابه." (فيض الباري: ١/٣٢٥)

یعنی امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک مجتہد کی حیثیت سے مسائل کو اختیار کیا اور اپنی کتاب صحیح بخاری کے تراجم ابواب وغیرہ کے ضمن میں اس کو درج فرمایا۔ اس لیے ان کو ہرگز

مقلد نہیں کہا جا سکتا۔

انسائیکلو پیڈیا کے مصنفین نے امام بخاری رحمہ اللہ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ابواب کے انعقاد کے ذریعہ اس طرح کی جدتیں کی ہیں کہ بغیر فقہی مسلک کی ماتحتی کے خود ایک مسلک فقہی بن گیا۔ (1) (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا: ۴/۴۷۴ طبع چہاردہم)

بہرحال امام بخاری رحمہ اللہ کی جو مجتہدانہ شان تھی ان کے لیے یہ صرف اشارات تھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے زمانہ کے عام فرق ضالہ کی بڑی خوبی سے تردید فرمائی ہے، معتزلہ، جہمیہ، مرجیہ، قدریہ کی تردید و ابطال میں صحیح بخاری میں جو مستقل ابواب و فصول ہیں، وہ امام بخاری رحمہ اللہ کی مجتہدانہ شان اور ایک محقق مدقق کے مقام کو خود واضح کرتی ہیں۔

صحیح بخاری کی تخفیف وتوہین کی سزا:

صحیح بخاری یا امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ یا دوسرے ائمہ حدیث کے خلاف استکبار نفس یا حسد وعناد کی وجہ سے اگر کسی نے کچھ کہا یا لکھا تو اسے یقیناً دارین میں سزا ضرور مل کر رہے گی، ذیل میں نموناً علمائے دین کی تجویز کردہ چند سزاؤں کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔ امام مسلم رحمہ اللہ امام بخاری رحمہ اللہ کو "يا أستاذ الأستاذين و يا سيد المحدثين" سے مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"لا يبغضك إلا حاسد، وأشهد أنه ليس في الدنيا مثلك."

(تهذيب الأسماء واللغات: ١/ ٧٠ و مقدمه بخاری: ٣)

''یعنی اے سب کے استاد اور تمام محدثین کے سردار آپ سے دشمنی اور بغض وہی رکھے گا جس کو آپ کے کمال علم وفضل اور وسعت ضبط وحفظ پر آپ سے حسد وعناد ہو۔''

اس سے معلوم ہوا کہ امام یا ان کی جامع بخاری کی تخفیف وتوہین ایک حاسد کا کام

---

(1) یہ حوالہ حضرت مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی زیدت برکاتہٗ کے افادات میں سے ہے۔ (مؤلف)

not found.

ہے، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ سے پہلے بھی حسد کیا گیا تھا، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ جب امام بخاری رحمہ اللہ نیسا پور تشریف لے گئے تو بعض شیوخ حدیث کا حلقہ درس ٹوٹ گیا، تو امام سے حسد کیا جانے لگا، اس وقت امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

”قد قصدني هذا الرجل حسدا لما آتاني الله لا غير!“

(مقدمه فتح الباري: ٥٧)

”یعنی یہ شخص صرف حسد سے میرے پیچھے پڑا ہے، بہ سبب اس کے جو خدا نے مجھے دیا ہے اور کوئی وجہ نہیں۔“

قرآن حکیم نے بلاءِ حاسد سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے ﴿وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ﴾

اس لئے ہم بھی ایسے حاسدین سے پناہ مانگتے ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف سے ان سے اتنا کہنا چاہتے ہیں ؎

ألا قل لمن كان لي حاسداً　　أتدري علىٰ من أساءت الأدب
أسأت على الله في فعله　　لأنك لم ترض لي ما وهب

(مرآة الجنان)

؎ بمیر تا برہی اے حسود کیں رنجیست
کہ از مشقت او جز بہ مرگ نتواں رست

۲۔ محدث ابوعمرو خفاف رحمہ اللہ نے فرمایا:

”لم أرمثل محمد بن إسماعيل، ومن قال فيه شيئا فعليه مني ألف لعنة.“ (مقدمه فتح الباري: ٥٧٢ و تهذيب التهذيب: ٩/ ٥٤)

”یعنی میں نے محدثین میں محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ کی مانند کسی کو نہیں دیکھا اور جو شخص ان کے خلافِ شان کچھ کہے گا اس پر میری طرف سے ہزار بار لعنت ہے۔“

۳۔ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وأما تأليفه فإنها سارت مسير الشمس، ودارت في الدنيا فما جحد فضلها إلا الذي يتخبطه الشيطان من المس.“ (إرشاد الساري: ١/ ٢٦)

not found.

''یعنی بخاری جیسی جلیل الشان کتاب کی عظمت وصحت سے انکار ایسے خبط الحواس کا کام ہے جس کو شیطان نے خبطی بنا دیا ہو۔''

۴۔ حضرت شاہ ولی اللہ ﵀ فرماتے ہیں:

"وأنه كل من يهون أمرهما فهو مبتدع متبع غير سبيل المؤمنين."

(حجة الله البالغه: ۱/ ۱۳٤)

''یعنی جو شخص کتاب بخاری ومسلم کی توہین کرے گا وہ بدعی ہے اور مسلمانوں کے طریقہ سے خارج ہے۔''

۵۔ نواب صدیق الحسن خاں صاحب ﵀ فرماتے ہیں:

"وهما أصح الكتب، ومن يهون أمرهما فهو مبتدع متبع غير سبيل المؤمنين، وهذا صحف الفحول تنطق بذلك." (السراج الوهاج: ٤)

''یعنی صحیح بخاری ومسلم صحیح ترین کتابیں ہیں، ان کی توہین وتخفیف کرنا اہل بدعت کا کام ہے، تمام ائمہ واکابر نے اپنی مصنفات میں اس کی صراحت کی ہے۔''

٦۔ فخرِ علمائے احناف مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ﵀ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

''کتب صحاح میں احادیث رسول اللہ ﷺ ہیں اور ان کے جمع کرنے والے صحابہ کرام اور بعد کو علمائے مقبولین ومحدثین رہے ہیں اور باتفاق جمیع اہل اسلام مقبول اللہ کے ہیں جو شخص ان کتابوں کو برا کہتا ہے اور توہین کرتا ہے، گویا وہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے، وہ شخص فاسق مرتد بلکہ کافر اور ملعون حق تعالیٰ کا ہے۔''

(فتاویٰ رشیدیه: ۲/ ۱۳)

اس فتویٰ میں بھی چند القاب وخطاب امام بخاری ﵀ وصحیح بخاری کی توہین کرنے والوں کو عنایت ہوتے ہیں، اس میں صرف حق تعالیٰ کا ملعون ہونا لکھا ہے، اور صحیح بخاری میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ بدعتی پر حق تعالیٰ اور ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت پڑی ہے۔ (بخاری، کتاب الجهاد: ۱/ ٤٥١)

وہ جامع صحیح بخاری جس کی صحت پر تمام علمائے محققین ومحدثین کا اجماع واتفاق

not found.

ہے اس کی صحت کو مشتبہ ٹھہرانا، اس کی صحت سے انکار کرنا اور اس طرح کہنا کہ ''وہ صحیح بخاری جس کی نسبت اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا جملہ کہا گیا ہے، حدیث میں کوئی بڑے سے بڑا غلو کرنے والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کی ساری حدیثیں صحیح ہیں۔'' سرتاسر جامع صحیح بخاری کی تخفیف وتوہین ہے، محدثین کے فیصلہ صحت کی توہین ہے، اجماع امت کی توہین ہے، کیونکہ توہین اسی امر کا تو نام ہے کہ جو عیب کسی میں نہ ہو وہ عیب اس میں نکالا جائے تو جب صحیح بخاری میں عدم صحت کا عیب اور نقص نہیں ہے، پھر اس میں اس عیب کا نکالنا اور اس کی عدم صحت کے درپے ہونا اس کی بلا شبہ توہین ہے۔ توہین کی سزا میرے لفظوں میں نہیں بلکہ امام مسلم، شاہ ولی اللہ، مولانا رشید احمد گنگوہی • کی رائے میں جو کچھ ہے وہ میں نے ان صفحات پر بڑے اختصار کے ساتھ پیش کر دیا ہے۔ فهل من مذكر

مولانا مودودی سے ایک گزارش:

سب سے آخر میں مولانا مودودی سے اور مولانا کے متاثرین حضرات سے عرض ہے کہ جامع صحیح بخاری کے بارہ میں اپنے غلط رویہ اور باطل نظریہ سے باز آجائیں، کیا خوب شاہ عبدالعزیز نے لکھا ہے:

(عجاله نافعه: ٣٣)

پس ہمیں انصاف پسند ناظرین سے اب امید ہے کہ وہ جامع صحیح بخاری کے بارہ میں محدثین کاملین کی تحقیقات وفنی تنقیدات کے بعد ان کے قائم کئے ہوئے فیصلے (صحت صحیح بخاری) کو تسلیم کریں گے اور اس کو قطعی الصحت سمجھ کر واجب العمل جانیں گے۔ صدق من قال ؎

امام بخاری ﷫ کے اخلاق وشمائل کے کچھ جلوے:

امام بخاری ﷫ کی سیرت کس قدر پاکیزہ اور صاف و روشن ہے کہ آج کی بڑی سے بڑی صاحب ورع وتقویٰ ہستیاں اس مرتبہ علیا تک شاید نہیں پہنچ سکتیں۔

بلند شمائل اور پاکیزگی سیرت کی پہلی بات تو یہ ہے کہ امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاری ﷫ نے زندگی بھر کسی انسان کی غیبت نہیں کی، ہم اور آپ سب جانتے ہیں کہ غیب وچغل خوری اور پس پشت ایک دوسرے پر نکتہ چینی اور عیب جوئی آج کل عام وخاص جاہل و عالم ہر طرح کے لوگوں کی کس طرح ایک عادت بن چکی ہے، مشکل ہی سے اس وباءِ عالمگیر اور عادت بد سے کوئی انسان بچ رہا ہو، الا ما شاء اللہ۔ اس عموم بلویٰ کو پیش نظر رکھئے اور پھر امام بخاری ﷫ کی سیرت پاک کی اس پاکیزگی اور پختگی کو دیکھئے، وہ فرماتے ہیں:

''میں اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملوں گا کہ وہ مجھ سے کسی انسان کی غیبت اور پس پشت بدگوئی کا سوال نہ فرمائے گا۔''

امام نووی ﷫ اور حافظ ابن حجر ﷫ وغیرہ ناقل ہیں:

"قال: إني لأرجو أن ألقى الله ولا يحاسبني أني اغتبت أحداً."

(تهذيب الأسماء للنووي: ١/ ٦٨ و مقدمه فتح: ٥٦٦ و فتح المغيث: ٤٨)

اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے مدت العمر کسی کی غیبت کو پسند نہیں فرمایا کہ حق تعالیٰ کے سوال اور داروگیر کی نوبت آنے پائے۔ بلاشبہ قرآن کریم اور حدیث صحیح سے غیبت کی حرمت اور ممانعت صاف طور سے ثابت ہے، مگر بایں ہمہ ایک دنیا کی دنیا اس میں مبتلا ہے، مگر ہمارے امام الائمہ اور سید المحدثین اس بلائے عظیم سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے میں کامیاب رہے۔ نواب صدیق الحسن خاں صاحب ﷫ نے کیا خوب لکھا ہے:

(إتحاف النبلاء: ۳۵۱ و صفة الصفوه جلد چهارم)

۲۔ امام بخاری ﷫ جود وسخا میں مشہور عالم ہیں، آپ ہر ماہ غریب طلبہ ومحدثین پر پانچ سو درہم صرف فرماتے تھے۔ (مرقاة شرح مشکوة)

۳۔ امام بخاری ﷫ معاملات میں بھی کس قدر سچے دل اور پاکیزہ طبیعت کے آدمی تھے، اس کا اندازہ ذیل کے ایک واقعہ سے ہوگا، واقعہ یہ ہے کہ امام بخاری ﷫ نے معاشی ضروریات کے سلسلہ میں کچھ رقم ایک شخص کو مضاربت پر دے رکھی تھی۔ (مضاربت کہتے ہیں کہ رقم کسی کی ہواور محنت دوسرے کی ہو، نفع ہوتو حسب حصہ دونوں میں مشترک ہو، نقصان ہوتو صرف رب المال کا ہو) ایک دفعہ امام بخاری کے مضارب نے کوئی تجارتی سامان امام کے پاس دوسرے شہر سے خرید کر بھیجا، تاجروں کو اس سامان کی آمد کا علم ہوا تو وہ امام بخاری ﷫ کے پاس رات کو آئے اور اس سامان میں پانچ ہزار نفع دینے لگے، امام بخاری ﷫ نے فرمایا کہ اس وقت آپ لوگ واپس جائیے، مجھے صبح تک غور کرنے کا موقع دیجئے، صبح ہوئی تو اس وقت شہر کے دوسرے تجار آگئے اور امام بخاری ﷫ کو اس سامان پر دس ہزار روپیہ نفع دینے لگے، مگر امام بخاری ﷫ نے ان نو وارد تاجروں کو واپس کر دیا اور یہ کہا:

"نويت البارحة أن أدفع إليهم بما طلبوا، ولا أحب أن أنقض نيتي."

(مقدمه فتح الباري: ٥٦٥ و إرشاد الساري: ١/ ٣٧ و صفة الصفوة: ٤/ ١٤٣)

''یعنی تم سے پہلے آئے ہوئے سوداگروں کو واپس کر دینے کے بعد میں نے رات میں ہی نیت کر لی تھی کہ ان کے حسب طلب پانچ ہزار منافع کے بالعوض میں ان کو یہ سامان دے دوں گا، اس لیے اب میں اپنی نیت کو توڑنا نہیں چاہتا۔''

اس واقعہ سے امام بخاری ﷫ کے معاملات و نیات کی دیانت داری اور پاکیزہ باطنی اور روشن ضمیری اظہر من الشمس ہے۔ جس شخص نے ایک سودا کو پانچ ہزار میں دینے کا دل میں محض ارادہ ہی کر لیا ہے، ابھی دوست احباب سے اپنے خیال کو ظاہر تک نہ کیا ہو اور سوداگروں

not found.

سے بھی کوئی بات پختہ نہ کی ہو اور اس پر جب اس کو دس ہزار کا نفع نقد ملتا ہو تو وہ اسے محض اس لیے مسترد کر دیتا ہے کہ پانچ ہزار میں دینے کی جو نیت اس پاک ضمیر نے کر لی تھی، اس میں کھوٹ کی بات پیدا ہوگی اور خواہشِ نفس کی اتباع اور لالچ و طمع کا تسلط ہوگا، اس لیے پانچ ہزار میں دے ڈالنا بطیّب خاطر منظور کر لیا اور دس ہزار کی خطیر رقم کی طرف ادنیٰ التفات بھی نہ فرمایا۔

۴۔ ایک شریک تجارت (مضارب) پر پچیس ہزار درہم امام بخاری ♋ کا باقی تھا، لوگوں نے حاکم شہر سے اطلاع دے کر قرضدار کو گرفتار کرایا، امام کو اطلاع ہوئی، ایک خط کسی شاگرد کے نام لکھا کہ میرے قرضدار سے کچھ تعریض نہ کیا جائے، امام بخاری ♋ نے اسے معاف کر دیا، ایک پیسہ بھی اس سے وصول نہ فرمایا۔ (مقدمہ فتح الباری)

ناظرین کرام سوچیں کہ امام الائمہ امام بخاری ♋ کیسے صاف باطن اور پاک ضمیر تھے؟ اب ان واقعات کی روشنی میں آپ خود اندازہ لگائیے کہ جو شخص دنیا کے تمام معاملات میں اس قدر سچا ہو اور اپنے ضمیر کے فیصلہ اور نیت و ارادہ کی پاکیزگی کا اس قدر پاس و لحاظ رکھتا ہو، وہ دین کی ضروریات اور حدیث نبوی ♏ کے معاملات میں کس قدر بلند عزم اور کس قدر احتیاط کا پابند ہوگا اور نبی اکرم ♏ کی حدیثوں کے حاصل کرنے اور روایات کو قبول کرنے اور کھرے کھوٹے کے امتیاز و تجرید میں اور صداقت و عدالت، حفظ و ضبط نیز دیگر اخلاقی امور کے جانچنے پرکھنے میں اس نے پھر کیا کیا احتیاط، کیا کیا پیش بندیاں، کیا کیا آداب و شرائط نہ قائم کیے ہوں گے اور نبی اکرم ♏ کے ارشادات کے حصول اور قلم بند کرنے نیز ان کے اخذ و روایت میں کس کس طرح کی کوششیں نہ کی ہوں گی۔

امام بخاری ♋ کے اس تصنیفی سلسلہ کی محنت شاقہ اور سعی جمیل کا تذکرہ ہم شروع میں کر آئے ہیں، وہاں ملاحظہ فرما لیا جائے۔ آپ کی اس محنت عظیمہ کو خداوند کریم نے پسند فرمایا اور اسے قبول دوام بخشا۔ صدق من قال ؎

ہر گز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

امام بخاری ♋ کی مقبولیت عامہ:

خاصان خدا اور ائمہ ہدیٰ کی خدمات جلیلہ کو خداوند کریم پسند فرماتے ہیں، تو اس کی

عوامی مقبولیت کو بسیطِ ارض میں مشیتِ ایزدی پھیلا دیتی ہے اور پھر اس کا مظاہرہ خلقِ خدا کے اعمال سے ہوتا ہے، جس طرح حضرت عبداللہ بن مبارک ؒ کا رقہ آنے پر ان کا عظیم الشان استقبال ہوا۔ (تذکرۃ الحفاظ)

اور حضرت سلمان فارسی ؓ کے طائف میں داخلہ پر پورا طائف امنڈ آیا۔ (تاریخ صغیر)

ائمہ کے اس طرح کے واقعات لکھنے کے لیے دفتر کا دفتر چاہیے، یہاں مقصود صرف امام بخاری ؒ کے قبولِ عام پر کچھ روشنی ڈالنا ہے، اگرچہ امام بخاری ؒ کی شہرت و مقبولیت کے لیے یہی کافی تھا کہ آپ نجیب الطرفین تھے، آپ کے والد علامہ اسماعیل ؒ بھی زبردست محدث تھے اور والدہ بھی بڑی عابدہ وصاحب کرامات تھیں۔ (مقدمہ قسطلانی)

امام بخاری ؒ علم وفضل حاصل کرنے کے بعد مقبول عام و خاص ہوئے، حافظ ابن حجر ؒ لکھتے ہیں کہ جب امام بخاری ؒ نیساپور (جو خراسان کا ایک مشہور شہر ہے) تشریف لے گئے تو ان کا وہ عظیم الشان استقبال ہوا کہ اس سے پہلے کسی عالمِ دین، کسی امیر وقت، کسی والی ملک کے لیے ایسا استقبال نہیں کیا گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ امام ذہلی نیساپوری ؒ اور دیگر علماء نیساپور اور تمام خواص و عام نے شہر نیساپور سے دو منزل آگے جا کر استقبال کیا، صرف گھوڑا سوار چار ہزار تھے، عام حاضرین کا تو کچھ اندازہ ہی نہ تھا۔ اسی طرح جب امام بخاری ؒ (غالباً اپنے تعلیمی اسفار سے فارغ ہوکر) اپنے وطن بخارا آئے، (جو خراسان کا مشہور شہر ہے) تو آپ کے استقبال کے لیے شہر بخارا سے کئی میل باہر خیمے نصب کئے گئے اور شہر کے تمام لوگوں نے یہاں پہنچ کر ان کے استقبال میں حصہ لیا، لکھا ہے کہ شہر میں کوئی آدمی بجز عورتوں کے باقی نہ رہا، جس وقت آپ وہاں پہنچے، لوگوں نے خوشی میں زر و جواہر (درہم و دینار) کو آپ کی ذات پر نثار کیا۔ (مقدمہ فتح:۵۸۱)

امام بخاری ؒ کی عوامی مقبولیت ومحبوبیت کا یہ حال تھا کہ امام صاحب کے پاس اپنے مکاتیب وخطوط کے ذریعہ اظہار محبت وعقیدت فرماتے، چنانچہ بغداد کے اہل علم نے امام بخاری ؒ کو ایک خط میں یہ شعر لکھ کر بھیجا تھا۔

المسلمون بخير ما حييت لهم　　　وليس بعدك خير حين تفتقد

(البداية والنهاية: ١١/ ٢٦ وكذا في تهذيب التهذيب: ٩/ ٥١)

''یعنی آپ کی حیات تک یہ سب خیر و برکت ہے اور آپ کے بعد مسلمان ان فیوض و برکات سے محروم ہو جائیں گے۔''

غرض امام بخاری رحمہ اللہ کو زندگی میں خلقِ خدا نے اپنا محبوب روحانی رہنما سمجھا اور آپ کی تصنیف صحیح بخاری کو عقیدت سے سر اور آنکھوں سے لگایا۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا سالِ وفات:

شیخ الاسلام والمسلمین جبل الحفظ فقیہہ الامت صاحب الصحیح امام بخاری رحمہ اللہ ۲۵۶ھ میں انتقال فرما گئے اور مقام خرتنگ میں دفن کیے گئے، جو سمرقند کا ایک قریہ ہے، عید الفطر کی شب میں بوقت نماز عشاء ارتحال پر ملال فرمایا، ۱۳ یوم کم ۶۲ سال کی عمر آپ نے پائی تھی۔

(فتح المغیث: ٤٧٤ و تهذيب الأسماء للنووي: ١/ ٦٨)

ہمارے ناظرین اور طلبہ کرام بھی امام بخاری رحمہ اللہ کی تاریخِ وفات یاد رکھیں تو شاید یہ یادداشت کسی وقت کام آ جائے۔ حافظ سخاوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امیر سنجر نے امام بخاری رحمہ اللہ کا سال وفات علامہ دہر دمیاطی سے پوچھا وہ بروقت نہ بتا سکے، اور جب حافظ الحدیث ابن سید الناس سے سوال کیا انہوں نے فی الفور بتا دیا۔ امیر سنجر نے ابن سید الناس کی بڑی تکریم وتعظیم کی اور اپنے مقربین خاص میں آپ کو شامل کیا۔ (فتح المغيث: ٤٦١)

دفن کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ کی قبر سے ایسی عمدہ خوشبو پیدا ہوئی جو مشک وعنبر سے مشابہ تھی، دور دور تک یہ خبر پھیل گئی، لوگ بطور خوشبو امام بخاری رحمہ اللہ کی قبر کی مٹی لے جاتے اور اہل خرتنگ کو خوف ہوا کہ قبر کے ارد گرد احاطہ کر دینا ضروری ہے، ورنہ قبر کی مٹی نہیں بچ سکتی۔ (مقدمه فتح الباری و فتح المغيث: ٤٧٤)

جامع صحیح بخاری کی برکات:

ز گل بوئے گلاب آید ازاں شاں
کہ پنداری گل اندر گل سرشتی

حافظ ابن حجر ﷫ لکھتے ہیں کہ امام بخاری ﷫ نے صحیح بخاری کے پڑھنے والوں کے لیے دعا فرمائی ہے۔(مقدمه فتح الباري: ١٢ و إرشاد الساري: ٢٩)

١۔ امام ابومحمد بن ابی حمزہ ﷫ و دیگر عارفین اسلام نے تجربہ کے بعد لکھا ہے:

”إن صحيح البخاري ما قرئ في شدة إلا فرجت، ولا ركب به في مركب إلا نجت.“

(مقدمه فتح الباري: ١٢ و إرشاد الساري: ١/ ٢٩ و إتحاف: ٥٠ و تيسير القاري: ٥)

”یعنی صحیح بخاری جس حادثہ اور جس تکلیف کے دفعیہ کے لیے پڑھی جائے گی، یقیناً وہ حادثہ و سانحہ مندفع ہوجائے گا اور جس سواری اور جس کشتی میں ساتھ ہوگی، اس کونجات و کامیابی حاصل ہوگی۔“

٢۔ حافظ ابن کثیر ﷫ نے فرمایا ہے: بخاری شریف کے پڑھنے سے قحط سالیوں سے نجات ملتی ہے اور استسقاء میں اس کے ختم کی برکت سے بارش کا نزول ہوتا ہے۔

(إرشاد الساري: ١/ ٢٩ و البداية والنهاية: ١١/ ٢٤)

٣۔ علامہ قیراطی ﷫ فرماتے ہیں: صحیح بخاری کے ختم کرنے سے موانع و مشکلات دور ہوجاتے ہیں، وہ لکھتے ہیں: ؎

وهو الذي يتلىٰ إذا خطب عرىٰ
فتراه للمحذور أعظم دافع

(إرشاد الساري: ١/ ٢٩)

”یعنی نزول حوادث پر صحیح بخاری کا پڑھنا ایک مجرب دافع ثابت ہوا ہے۔“

حافظ سخاوی ﷫ نے بھی ختم بخاری کے سلسلہ میں بزرگوں کے تجارب اور واقعات کونقل کیا ہے۔(فتح المغيث: ١٥٨)

٤۔ محدث میر جمال الدین ﷫ اپنے استاد اصیل الدین ﷫ سے راوی و ناقل ہیں کہ میں نے صحیح بخاری کومختلف ایک سو بیس مقاصد کے لیے ایک سو بیس مرتبہ ختم کیا اور

not found.

ہر مرتبہ جس مقصد کے لیے پڑھا وہ مقصد حاصل ہو کر رہا، کبھی اپنے لیے پڑھا، کبھی دوسروں کے لیے پڑھا، مگر''

(إتحاف النبلاء: ۱۰٤)

۵۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ صحیح بخاری کو حسنِ نیت کے ساتھ جس مقصد کے لیے پڑھا گیا ہے، ختم ہونے سے پہلے ہی اس میں کامیابی حاصل ہوگئی، چنانچہ شیخ تقی الدین قاضی القضاۃ ابن دقیق العید رحمہ اللہ کے زمانے میں تاتاریوں کا ہنگامہ شروع ہوا تو سلطان شام نے حکم دیا کہ علمائے کرام مسجد جامع میں جمع ہو کر صحیح بخاری کو ختم کریں، علمائے دین نے پڑھنا شروع کیا، ختم ہونے میں صرف ایک دن کی کسر رہ گئی تھی، شیخ ابن دقیق العید رحمہ اللہ مسجد جامع میں تشریف لے گئے اور علماء سے پوچھا ختم صحیح بخاری نمودید؟ علماء نے جواب دیا: وظیفۂ یک روز باقی است۔ شیخ نے فرمایا: خدا نے ختم ہونے سے پہلے فتنۂ تاتار کا خاتمہ کر دیا۔ بری طرح شکست کھا کر تاتاری فوج بھاگ کھڑی ہوئی اور مسلمانوں کو پوری طرح کامیابی اور فتح یابی حاصل ہوئی۔ (إتحاف النبلاء: ۳٦۱)

٦۔ شیخ عبدالحق صاحب علامہ دہلوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ بہت سے علماء اور مشائخ دین نے اس کو دفع بلیات اور رد مصائب و شدائد کے لیے پڑھا ہے اور اس میں ان کو کامیابی حاصل ہوئی ہے، حصول مراد اور کفایت مہمات اور قضائے حاجات اور بیماریوں کی صحت و شفا کے لیے صحیح بخاری کو ختم کر کے شیوخ و ثقہ لوگوں نے اپنے مقصود کو حاصل کیا ہے:

(إتحاف النبلاء)

۷۔ جب یونانیوں نے ٹرکی پر حملہ کیا، مصطفیٰ کمال پاشا مرحوم نے محاصرہ میں بحالت پریشانی شیخ سنوسی کو تار دیا کہ بخاری شریف کو ختم کیا جائے، چنانچہ ان کے حکم کی تعمیل کی گئی اور بخاری شریف پڑھی جانے لگی، ختم پورا ہونے سے پہلے ترک فتح یاب ہوئے۔ (ضرورت حدیث: ۱۱۲)

not found.

۸۔ نواب صدیق الحسن صاحب ﷬ لکھتے ہیں: بخاری شریف کا ختم کرنا مصیبتوں کے دور کرنے میں تریاقِ مجرب ہے، خواہ خود ختم کرے یا کسی دوسرے سے ختم کرائے۔
(الداء والدعاء: ٩٤)

اعلام:

سیدنا وسندنا ومرشدنا الشیخ الاجل حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری ﷬ نے ختم صحیح بخاری کی ان برکات دفع مصائب و رد بلا وغیرہ کا مقدمہ تحفۃ الاحوذی میں اعتراف فرمایا ہے۔

۹۔ استاد المتاخرین فخر المحد ثین شیخنا حضرت مولانا احمد اللہ صاحب ﷬ دہلوی پرتاپ گڑھی کا تعامل ہماری آنکھوں کے سامنے ہے کہ مختلف حادثات و معاملات کے لیے خود بھی ختم بخاری فرماتے اور ہم جیسے ناچیز تلامذہ کے ذریعہ پاروں کو تقسیم فرما کر ختم کراتے، متعدد واقعات کا مجھے خود ذاتی طور پر بھی علم ہے۔

انتباہ:

بے شک ختم بخاری کے یہ برکات و اثرات ہیں، مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اپنے ظاہری تدابیر اور ضروری انتظامات کی جانب سے بے فکری اور تعطل اختیار کر لیا جائے، کسی نے تقدیر و تدبیر پر کیا خوب روشنی ڈالی ہے ؎

بہ جستجوئے نیابد کسے مراد دلی
کسے مراد بیابد کہ جستجو دارد

پس صحیح بخاری کے ختم کو روحانی جستجو کا درجہ دینا چاہیے اور ظاہری جستجو اور تدبیر کو ہرگز معطّل نہ کرنا چاہیے، کتنے اللہ کے بندے روحانی تدابیر کے بھی قائل و معترف ہیں، انہیں کے لیے صحیح بخاری کے ان ثمرات و برکات کا میں نے اس جگہ تذکرہ کر دیا ہے۔

افادہ:

سوانح قاسمی میں لکھا ہے کہ جب مولانا محمد قاسم صاحب نانا توی ♋ نے پنجاب کے ایک صاحب کشف وکرامات بزرگ راؤ عبدالرحمٰن صاحب سے اپنے لیے دعاؤں کی درخواست کی، تو اس بزرگ نے جواب میں لکھا:

’’بھائی میں تمہارے لیے کیا دعا کروں؟ میں نے اپنی آنکھوں سے دونوں جہان کے بادشاہ رسول اللہ ♏ کے سامنے تمہیں بخاری شریف پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔‘‘

(سوانح قاسمی: ۱/ ۲۵۷)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح بخاری کو رسول اکرم ♏ کی نگاہ میں بہت خاص بلندی حاصل ہے۔ کتب حدیث میں سے صرف صحیح بخاری کے ساتھ اس رؤیا صالحہ کا تعلق دکھایا گیا ہے اور محدث ابو زید کو بھی خواب ہی میں فرمایا گیا تھا کہ تم میری کتاب کب پڑھاؤ گے؟ انہوں نے پوچھا کہ حضور ♏ آپ کی کونسی کتاب ہے؟ فرمایا محمد بن اسماعیل ♋ کی کتاب یعنی صحیح بخاری۔

(مقدمہ فتح الباری و تهذیب الأسماء نووی و حجة الله البالغه)

اس قسم کے واقعات سے صاف واضح ہے کہ آنحضرت ♏ نے صحیح بخاری کو سب سے زیادہ محبوب رکھا ہے، اب اس کی برکات خاصہ وثمرات صالحہ میں ادنیٰ شبہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی برکات سے مستفید کرے اور اپنی رحمتوں سے دارین میں سرخرو وسرفراز فرمائے۔ والحمد لله أولاً وآخراً

امام بخاری ♋ کا زہد وتقویٰ وعبادت:

دنیا کی دولت والد ماجد کے ترکہ سے بہت کافی حاصل ہوئی تھی، مگر اس سے اپنی ذات کے لیے مستفید نہیں ہوئے، عام طور پر کھانا سادہ رہتا، اس میں دال تک کا گزر نہ ہوتا، ایک دفعہ آپ بیمار ہوئے تو آپ کا قارورہ اس وقت کے اطباء نے دیکھا تو کہا یہ

not found.

رنگ ان لوگوں کے رنگ کے مشابہ ہے، جو دنیا میں زاہدانہ زندگی گزارتے اور کبھی دال سالن وغیرہ نہیں استعمال کرتے ہیں، اب ان کا علاج یہ ہے کہ خشک روٹیاں نہ کھائیں، بلکہ ان کے ساتھ سالن استعمال کریں، آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ بے شک چالیس سال ہو رہے ہیں کہ میں نے صرف خشک روٹی کا استعمال کیا ہے اور کسی سالن کو اس پوری مدت میں نہیں کھایا اور اب بھی کسی سالن کے کھانے کا ارادہ نہیں ہے، عقیدت مندوں اور دیگر اہل علم نے مجبور کیا تو روٹی کے ساتھ شکر کا استعمال منظور فرمایا۔

(مقدمہ فتح الباری)

امام بخاری رحمہ اللہ رمضان مبارک میں تراویح کے بعد ایک ثلث قرآن پڑھ کر سوتے، اس طرح تین دین میں ایک قرآن ختم کرتے اور دن کا معمول یہ تھا کہ صبح سے افطار کے مابین ایک ختم روزانہ علیحدہ فرمایا کرتے۔ (مقدمہ فتح الباری)

علامہ یافعی رحمہ اللہ اور ابن الجوزی رحمہ اللہ نے دیگر ائمہ حدیث کے یومیہ ختم قرآن کے واقعات کو قلم بند فرمایا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ اور دنوں میں ایک قرآن روزانہ ختم کرتے، مگر رمضان میں دو قرآن روزانہ ختم فرماتے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ عام طور پر ایک قرآن ختم فرماتے، مگر رمضان مبارک میں تین قرآن روزانہ ختم فرماتے۔ (مرآۃ الجنان، جلد:۲ و صفۃ الصفوۃ، جلد: ٤)

غرض امام بخاری رحمہ اللہ اتباع سنن، زہد و طاعت کے اعتبار سے بھی جامع المحاسن و الفضائل تھے۔

not found.

not found.